ہلال

سیرت النبی ﷺ
خصوصی اشاعت

بری، بحری اور فضائی افواج کا ہفت روزہ

جلد: 41

نمبر: 30 تا 33

ربیع الاول 1426 ہجری بمطابق مئی 2005

ایگزیکٹو ایڈیٹر

میجر عارف محمود

مدیر معاون ★ بشیر احمد چودھری

★ غزالہ یاسمین

ادارتی معاونین ★ رانا ظفر اقبال

★ محمد امجد

★ شاہد محمود

گرافکس ★ خالد بن مجید

لے آؤٹ : عبدالغفار چشتی۔ اظہر حسین

کمپوزنگ : ظہور حسین۔ محمد صدیق

عطاء الرحمٰن۔ محمد سعید۔ محمد ارشد صدیقی

سرکولیشن ★ نور حسین۔ توقیر حسین راجہ۔ قدیر احمد

اداریہ		4
حمد باری تعالیٰ	کرنل دل نواز دل، عارف صدیقی	3

متمم مکارم الاخلاق ﷺ

پیغام	جنرل پرویز مشرف، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	5
پیغام	جنرل احسن سلیم حیات، وائس چیف آف آرمی سٹاف	6
زندگی کا مکمل نمونہ۔ تاریخ کا روشن فیصلہ	سید سلیمان ندوی	21
مکارم اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ﷺ	جنرل احسن سلیم حیات، وائس چیف آف آرمی سٹاف	12
سیرت طیبہ ﷺ پر عمل ضروری ہے	میجر عارف محمود	19
حیات طیبہ ایک نظر میں	ڈاکٹر محمد میاں صدیقی	7
اقبال اور عشق رسول ﷺ	عبدالباسط قریشی	16
ذات رسول کریم ﷺ بزبان قرآن مجید	ظہور حسین	9
بعد از خدا بزرگ توئی ﷺ قصہ مختصر	صوبیدار میجر محمد افضل	14

کافۃ للناس ﷺ

اسلامی فلاحی معاشرہ	شوکت عزیز، وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان	25
اُمتِ وسط، سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں	فرح بتول	32
اسلام کی اعتدال پسند روشن خیالی اور عصر حاضر	ڈاکٹر خالد مسعود	27
اخلاق عالیہ اور اصلاح معاشرہ	عباس عالم	28
روشن خیالی	پیر ڈاکٹر محمد خالد زکوڑی شریف	26
عہد نبوی ﷺ میں نظام حکومت	سید سلیمان ندویؒ	35
اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی	صائمہ اقبال	42
حکم خدا فرمان محمد ﷺ	عائشہ عارف (اُم لاریب)	48
سیرت طیبہ اور رواداری	علامہ عقیل ترابی	44
حکمت، مومن کی گمشدہ میراث	بشیر احمد	45
رحمت عالم ﷺ کا بچوں سے پیار	ماریہ جمیل	58

داعی امن عالم ﷺ

امن کی ضامن حکمت عملی	طالب ہاشمی	49
اسلام آفاقی امن اور عالمگیر بھلائی کا داعی	ضیاء الرحمٰن فاروقی	51
مصطفوی ﷺ انقلاب اور مشن قیام امن	محمد شریف سیالوی	59
شریعت محمدی ﷺ کی وسعت نظری	مولانا اسد تھانوی	56
حقوق انسانی کے عظیم مصلح ﷺ	سید ابو عبداللہ	57
شدت پسندی اور دہشت گردی	بریگیڈیئر محمد شمس الرحمٰن	54
عصر حاضر اور اُمت مسلمہ کا تشخص	میمونہ فدا	63

المقتصد ﷺ

حکمت و تدبیر اور بردباری	اعجاز الحق، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور و عشر و زکوٰۃ	75
ہادی اعظم ﷺ کے انسانیت پر احسانات	ڈاکٹر محمد الغزالی	63
اعتدال، میانہ روی اور توازن	سید حیدر شاہ	68
محسن انسانیت ﷺ	میجر عاطف مصطفیٰ قریشی	70
مثالی شوہر، مثالی باپ (ﷺ)	غزالہ یاسمین	72
آنحضور ﷺ کی حکمت ابلاغ اور اصلاح معاشرہ	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	76
سیرت النبی ﷺ کی عملیت و کاملیت	بریگیڈیئر شمس الرحمٰن	80
آدمیت۔ احترام آدمی	محمد مسعود خان	82
رسول رحمت ﷺ اور رفاہ عامہ	سید محمد نوید الحسن مشہدی	86
آنحضور ﷺ اور خدمت خلق	شگفتہ ہاشمی	88

سپہ سالار اعظم ﷺ

بے مثل سپہ سالار ﷺ کا انداز قیادت	صوبیدار سعید اختر	90
ہجرت مدینہ کا عسکری جائزہ	میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل	96

مسلم حکمرانوں کا عسکری نظام	طارق محمود قریشی	99
میدانِ کارزار میں نتائج	طارق محمود قریشی	102
یہود کے ساتھ معاہدہ	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	104

ممدوحِ خالق و مخلوق ﷺ

نظریۂ جمالِ پروردگار	پروفیسر ڈاکٹر احمد رفیق اختر	105
عظمتِ رسول ﷺ اغیار کی نظر میں	فاروق اشرفین	110
فضائلِ درود شریف	لیفٹیننٹ کرنل مجتبیٰ ترمذی	113
نعت کا سفر	سرور انبالوی	118
نعت گوئی اور غیر مسلم شعراء	سید زبیر	123
ہلال سیرت نمبر 2004ء	سرور انبالوی	152
نعتیہ کلام سے انتخاب	یوسف عالمگیرین	125

گلہائے عقیدت

حضرت ابوبکر صدیقؓ (127) حضرت عمر فاروقؓ (127) حضرت عثمان غنیؓ (128) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ (128) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (129) حضرت حسان بن ثابتؓ (129) سعدی شیرازیؒ (130) حضرت امیر خسرو (130) ناصر زیدی (130) مولانا عبدالرحمٰن جامی (133) مولانا جلال الدین رومیؒ (104) کرنل ڈاکٹر نواز دل (133) عزیز لدھیانوی (134) لیفٹیننٹ کرنل محمد خالد خان مہر (132) کرنل (ریٹائرڈ) سید مقبول حسین (132) میجر جاوید اختر ملک (134) حافظ محمد افضل فقیر (140) زیب ظفری انگاہی (131) سکواڈرن لیڈر محبوب حیدر سحاب (53) خالد بزمی (138) راجا رشید محمود (139) سعید بدر (50) محمد اکرم رضا (139) عارف رضا (140) عبدالمجید تمنا (138) سرور نیّتی (101) عبدالستار نیازی (137) راغب مرادآبادی (136) سیف علی (136) حنیف اسعدی (137) طرب احمد صدیقی (13) شبیر بخاری (124) سید انور ظہوری (95) میجر محمد زکریا (135) پروفیسر غفار بابر (135) منصور ملتانی (18) سرور انبالوی (89) محمد حنیف نازش قادری (103)

تقریباتِ سیرت النبی ﷺ

● 29 ویں قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس	141
● سیرت النبی ﷺ کانفرنس، جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی	143

تبصرہ کتب

تبصرہ کتب	مبصّر	
● اطاعتِ رسولِ رحمت ﷺ	کیپٹن عتیق	145
● محامدِ محمد ﷺ	خالد بن مجید	147
● نگارِ مجید خضری	خالد بن مجید	149
● سماجی بہبود تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں	رانا ظفر اقبال	148
● نعت رنگ	عبدالغفار چشتی	146
● سبیل الرشاد	محمد امجد	150
● معرفتِ حدیث	شاہد محمود	146
● آبِ حیات	قاری عطاء الرحمٰن	147
● مدینے کے قریں	مرزا ساجد بیگ	149
● آبرو	واجد علی	148
خطوط قارئینِ ہلال		151

اظہارِ تشکر

سیرت النبی ﷺ نمبر کی تیاری کے سلسلے میں ہم معزز علمائے کرام، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، وزارت مذہبی امور، آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ شعبہ دینی تعلیمات جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی کے کرم فرماؤں اور دیگر احباب کے شکرگزار ہیں جنہوں نے نہ صرف حبِ نبی ﷺ سے لبالب اپنی نگارشات ارسال فرمائیں بلکہ پرچے کو خوب سے خوب تر بنانے میں اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا۔ جریدے کو دیدہ زیب بنانے کے لئے خطاطی پر مبنی قرآنی آیات کے طغروں سے مزین کیا گیا ہے۔ یہ طغرے نامور خطاطوں کے فن پاروں پر مبنی کتاب "تحفۃ الخطاطین" سے لئے گئے ہیں۔

ہلال

سیرت النبی ﷺ

خصوصی اشاعت

بری، بحری اور فضائی افواج کا ہفت روزہ

رابطہ

ہفت روزہ ہلال

انٹر سروسز پبلک ریلیشنز

ہلال روڈ راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000

فون ـــــــــ 56134605

فیکس ـــــــــ 9271601

ای میل ـــــ arif571@yahoo.com

آئی ایس پی آر ایکس چینج ـــ 56130053

ہلال کی خریداری و معلومات ـــ ایکسٹینشن 271

شرح خریداری

دو سو روپے سالانہ

(صرف بذریعہ بنک ڈرافٹ / منی آرڈر)

بنام: ایڈیٹر ہلال

انٹر سروسز پبلک ریلیشنز ڈائریکٹوریٹ نے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر میجر جنرل شوکت سلطان کی زیرِ سرپرستی سنٹرل آرمی پریس جی ایچ کیو سے چھپوا کر ہلال روڈ راولپنڈی سے شائع کیا۔ ایگزیکٹو ایڈیٹر: میجر عارف محمود

حمد باری تعالیٰ

ساقی ہے وہ، ہے باقی ابد تک

ہونے کو یہ جو، سب کچھ ہوا ہے
یہ خود بخود کیا، خود ہی خدا ہے!
خُود سے خُودی ہے، خُود سے خدائی
دُنیا میں کوئی، خُود سے جُدا ہے!
وہ اِک ہے جو بَس، اِک بار ہوکر
اَرض و سَما میں، باقی سَدا ہے
خُود آسماں ہے، خود ہی زمیں وہ
کیا کیا نہیں وہ، جو ہے تو کیا ہے!
آواز اُس کی، کُن سے فکاں تک
چُپ چاپ وہ اِک، کوہِ نِدا ہے
وہ زندگی کی رُوحِ رواں ہے
وہ موت کا دم، چلتی ہوا ہے
پُرخون دل وہ، پُرآب آنکھیں
دَم میں ہوا وہ، دم میں خلا ہے
ساقی ہے وہ، ہے باقی اَبد تک
ساغر اَزل کا، وہ مے کدہ ہے
وہ بولتی سب، آنکھوں کی چُپ اور
خاموشیوں میں دِل کی صدا ہے

کرنل (ریٹائرڈ) دل نواز دل

ازل سے آج تلک جس کا راز کُھل نہ سکا

زباں پہ آئے نہ کیوں بار بار تیرا نام
کہ ہے قرارِ دلِ بے قرار تیرا نام
مرا رفیق، مرا ہم نفس مرا دَم ساز
مرا شفیق، مرا غم گسار تیرا نام
ہے میرے قلبِ حزیں کی نشاط تیری یاد
ہے میرے اُجڑے چمن کی بہار تیرا نام
مری حیات، مری کائنات تیری ذات
مرا وقار، مرا افتخار تیرا نام
مری حیات کا آئینہ دار تیرا ذِکر
مری نجات کا سرمایہ دار تیرا نام
الاپتے ہیں سرِشاخسار شام و سحر
ہزار طوطی و دُرّاج و سار تیرا نام
ہزار موج و تلاطم، ہزار ہوں گرداب
مرا سفینہ لگاتا ہے پار تیرا نام
ہے تیرے نام میں شہد و نبات کی تاثیر
لبوں پہ آئے نہ کیوں بار بار تیرا نام
اگرچہ کرتا ہوں اے دوست سعی ضبط مگر
زباں پہ آتا ہے بے اِختیار تیرا نام
علی الصّباح درِ میکدہ پہ اے ساقی!
بلند کرتا ہے ہر بادہ خوار تیرا نام
ازل سے آج تلک جس کا راز کُھل نہ سکا
وہ تیرا نام ہے پروردگار تیرا نام
نہ کیوں ہو رُوکشِ خُلدِ بریں دلِ عارف
کہ اس پہ نقش ہے جانِ بہار تیرا نام

عارف صدیقی

دیکھ آیا ہے کہاں، آہستہ چل!

جس طرح زائرین حجازِ مقدس کے لئے اس کوئے جناں میں ہر قدم پر احتیاط لازم ہے اسی طرح سیرتِ اطہر ﷺ پر قلم اٹھانا بھی کارگہِ شیشہ گری میں سانس لینے کے مترادف ہے۔

الحمدللہ! گزشتہ سال سیرت النبی ﷺ پر ہلال کی کاوش کو ایسا شرفِ قبولیت نصیب ہوا کہ عُشاقِ رسول ﷺ اور باذوق قارئین کی طلب پوری کرنا ہمارے بس میں نہ رہا اور ابھی تک اس خاص شمارے کے لئے درخواستیں موصول ہو رہی ہیں۔ الحمد للہ وفاقی وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان کی طرف سے منعقدہ سالانہ مقابلہ کتب و رسائلِ سیرت میں ہمارے جریدے کو ملک بھر میں اول قرار دیا گیا اور وزیرِاعظم پاکستان جناب شوکت عزیز صاحب نے 29ویں قومی سیرت کانفرنس منعقدہ 12 ربیع الاول بمطابق 22 اپریل 2005ء کے موقع پر انعام عطا کیا۔

امسال ہلال نے اپنے قارئین کی بے پناہ دلچسپی اور ذوقِ مطالعہ کو دیکھتے ہوئے سیرت النبی ﷺ کے خصوصی شمارے کی تیاری میں گزشتہ سال سے کہیں بڑھ کر توجہ، محنت اور لگن کو اعلیٰ ترین معیار کے حصول کے لئے ترجیح بنایا۔ احقر نے اپنی ٹیم سمیت کئی ہفتوں تک ذاتی طور پر نامور اسلامی سکالروں اور علمائے کرام سے ملاقاتوں اور مشاورت کو بنیادی حکمتِ عملی کے طور پر شروع کیا۔ اس دوران ہمیں جن اہلِ علم و دانش اور مذہبی سکالرز سے مشاورت یا ملاقات کا شرف نصیب ہوا ان میں ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈاکٹر محمد الغزالی مدیر المدرسات الاسلامیہ، ایڈیٹر فکر و نظر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجدالرحمٰن، ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی، ڈائریکٹر جنرل وزارتِ مذہبی امور ڈاکٹر حبیب الحسن، بریگیڈیر شمس الرحمٰن ڈائریکٹر آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ، پروفیسر احمد رفیق اختر، ناصر زیدی صاحب، ممتاز اقبال ملک، مشہور شاعر سرور انبالوی، ہمدرد مجلس شوریٰ کی ممبر، پروفیسر خالدہ جمیل اور دیگر کئی علماء و مشائخ شامل ہیں۔ ان صاحبانِ علم و دانش نے نہ صرف ہمیں اپنے زریں مشوروں سے نوازا بلکہ اپنی سنہری تحریروں اور مواد کے علاوہ کئی اہم ترین حوالہ جات کی طرف بھی ہماری رہنمائی کی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی نبوت و رسالت ہمہ گیر، آفاقی، کائناتی اور دائمی و ابدی ہے۔ آج معاشرے میں جو بے چینی، ناہمواری، انتہا پسندی اور عدم اطمینان نظر آتا ہے وہ محض تعلیماتِ سیرت النبی ﷺ سے لاعلمی اور بے عملی کی وجہ سے ہے، ورنہ امام العالمین ﷺ کا لایا ہوا دین ہر لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر زمان و مکاں میں ایک عمدہ ترین، رواداری اور وسیع النظری پر مبنی معاشرے کی مکمل خصوصیات سے مزیّن ہے۔ اس خصوصی شمارے میں سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ایسے ہی مسائل کا اجمالی جائزہ اور حل پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کے ذوق و شوق اور حبِ رسول ﷺ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انتہائی اعلیٰ معیار کی منتخب نعتیں، خوبصورت خطاطی کے نمونے، قومی سطح پر انعام یافتہ کتب کا تعارف اور قومی سطح کی تقریباتِ سیرت کا آنکھوں دیکھا حال اس شمارے کا طرۂ امتیاز ہے۔

اس شمارے کی تیاری میں اگرچہ حسبِ معمول اس دفعہ بھی احتیاط کے تمام ممکنہ تقاضے مدِ نظر رکھے گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر ہمارے اہلِ علم کرم فرماؤں اور باذوق قارئین کرام میں سے کسی کو کوئی سقم، گستاخی یا لاپروائی محسوس ہو تو ضرور مطلع کیجئے۔ بالخصوص اگر کسی مکتبۂ فکر کی دل آزاری کا پہلو نظر آئے تو ہم پیشگی معذرت چاہیں گے اور ہر قسم کی تجاویز اور مشوروں کو خوش آمدید کہیں گے۔

عارف محمود

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مُتَمِّمِ مَکَارِمِ الاَخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اخلاق کے اعلیٰ درجوں کو کامل کرنے والے

- پیغامات
- حیات طیّبہ
- اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ﷺ
- بعد از خدا بزرگ توئی ﷺ قصہ مختصر
- اقبال اور عشق رسول ﷺ
- سیرتِ طیّبہ ﷺ پر عمل

سید سلیمان ندوی، جنرل احسن سلیم حیات، ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، میجر عارف محمود
عبدالباسط قریشی، ظہور حسین، صوبیدار میجر محمد افضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید میلاد النبی ﷺ 1426ھ/ 2005ء کے موقع پر

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل پرویز مشرف کا پیغام

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!

آج عید میلاد النبی ﷺ کے مبارک موقع پر میں امتِ مسلمہ اور بالخصوص اہلِ وطن کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ربیع الاول کا مہینہ اسلامی سال کا وہ مبارک مہینہ ہے جس میں نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت پورے عالمِ انسانیت کے لئے امن وعافیت کا پیام لے کر آئی' اسی لئے خالقِ کائنات نے آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو رحمت اللعالمین کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت ہیں۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو محبت وشفقت اور اخوت و بھائی چارے کا درس دیا۔ انسانی جان کے تقدس اور عظمتِ انسان کے لئے آپ ﷺ کی تعلیمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔

آج کا دن ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم بحیثیتِ مسلمان اسلام اور خاتم النبین ﷺ کی حقیقی تعلیمات کے مطابق' نسلِ انسانی کی پُرامن بقائے باہمی اور عالم گیر محبت اور اخوت کے احیا کے لئے' نہ صرف کام کریں بلکہ ہر وقت اِن اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کے لئے ہمت اور استقامت کے ساتھ کوشاں رہیں۔ یہی ایک سچے مسلمان اور عاشقِ رسول ﷺ کی زندگی کا حاصل ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم اپنوں اور غیروں کے دلوں میں گھر کرتے ہوئے' عالمی سطح پر ممتاز مقام حاصل کر سکتے ہیں اور دینِ اسلام کا صحیح تشخص اجاگر کر سکتے ہیں۔

رسولِ رحمت والفت کے اُمتی اور اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی مملکتِ خداداد کا شہری ہونے کے ناطے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے ملک کو اسلام کی معتدل' روشن خیال اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کی روشنی میں طبقاتی کشمکش' فرقہ واریت اور دہشت گردی سے پاک کر کے دورِ جدید سے ہم آہنگ ایک حقیقی اسلامی فلاحی مملکت بنائیں۔

آیئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے' پاکستان کو ترقی وخوشحالی سے ہمکنار کرے اور ہمیں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موقع پر

جنرل احسن سلیم حیات، نشانِ امتیاز (ملٹری) وائس چیف آف آرمی سٹاف

کا پاک فوج کے نام پیغام

پاک فوج کے آفیسرز، سردار صاحبان اور بہادر جوانو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۱۲ ربیع الاوّل تاریخِ انسانی کا وہ اہم دن ہے جب سرورِ کائنات ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ ہی کی وساطت سے خداوند تعالیٰ نے دنیا کو دینِ اسلام کی شکل میں ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا کیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی بدولت اِنسانیت کا وقار بلند ہوا اور مساوات اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم ہوا۔

آپ ﷺ عاجز، متقی اور پرہیز گار تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی اُمّت کو تحمل، سچائی اور عہد کی پاسداری کی تلقین فرمائی۔ حاجتوں کی حاجت روائی، مفلسوں کو کھانا کھلانے، پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک اور امن برائے نوعِ انسانی کا مشن سونپا۔ آپ ﷺ ہر ناگوار بات خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے۔ تکبّر اور بناوٹ آپ ﷺ کو چھُو کر بھی نہ گزرے تھے۔ جب آپ ﷺ کو مکمل غلبہ حاصل تھا تو بھی دشمنوں اور بدخواہوں سے بدلہ نہ لیا، مختصراً آپ ﷺ اخلاقِ حَسنہ کا چلتا پھرتا ثبوت تھے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک فرض شناس سپاہی اور ایک اچھا مسلمان بننے کے لئے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ روز مرّہ کی زندگی ہو یا جنگی حکمتِ عملی، ہر میدان میں آپ ﷺ کی سیرت پاک ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

آیئے! آج کے دن یہ عہد کریں کہ ہم نبیِ اکرمؐ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دفاعِ وطن کا فریضہ پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ انجام دیں گے اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ آمین!

پاکستان زندہ باد

پاک فوج پائندہ باد

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک نظر میں

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی

ولادت باسعادت	9 ربیع الاول 52 سال قبل ہجرت 20 اپریل 571ء (مشہور روایت کی بنا پر 12 ربیع الاول)
حلیمہ سعدیہؓ کی آغوش میں	16 ربیع الاول
سیدہ آمنہؓ کا انتقال	47 سال قبل ہجرت۔577ء
دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال	44 سال قبل ہجرت۔579ء
شام کی طرف پہلا تجارتی سفر	40 سال قبل ہجرت 583ء (12 سال دو ماہ کی عمر میں)
جنگ فجار میں شرکت	37 سال قبل ہجرت۔586ء
حلف الفضول میں شرکت	37 سال قبل ہجرت۔586ء
شام کا دوسرا تجارتی سفر اور نسطور راہب سے ملاقات	28 سال قبل ہجرت۔595ء
حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے نکاح	27 سال قبل ہجرت۔595ء (عمر پچیس سال)
سیدنا قاسم بن رسول ﷺ کی پیدائش	25 سال قبل ہجرت۔598ء
سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کی پیدائش	23 سال قبل ہجرت۔600ء
قوم کی طرف سے "الامین" کا خطاب	22 سال قبل ہجرت۔601ء
سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کی پیدائش	20 سال قبل ہجرت۔603ء
سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول ﷺ کی پیدائش	19 سال قبل ہجرت۔604ء
تعمیر کعبہ اور آپ ﷺ کی تحکیم	18 سال قبل ہجرت۔605ء
سیدہ فاطمہ الزہراؓ بنت رسول کی پیدائش	18 سال قبل ہجرت۔605ء
آفتاب رسالت کا طلوع	9 ربیع الاول بارہ سال قبل ہجرت' 2 فروری 610ء
دو نمازوں کی فرضیت	18 رمضان المبارک بارہ سال قبل ہجرت' 14 اگست 610ء
خفیہ دعوت حق کا آغاز	18 رمضان المبارک بارہ سال قبل ہجرت' 14 اگست 610ء (حضرت خدیجہ الکبریٰ' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام)
مکہ مکرمہ کی صفا پہاڑی پر تمام اہل مکہ کو دعوت اسلام	11 سال قبل ہجرت۔611ء
حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام	6 نبوی۔616ء
حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	6 نبوی۔617ء
شعب ابی طالب میں محصوری	7 نبوی
حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا انتقال	10 نبوی۔620
حضور ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کا انتقال	ان کا انتقال حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے دو ماہ بعد ہوا اس سال کو عام الحزن کہا گیا۔ یعنی غم واندوہ کا سال
دعوت اسلام کے لئے طائف کا سفر	10 نبوی۔620ء
حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح	10 نبوی 620ء
واقعہ معراج	(27 رجب کی شب معراج کا واقعہ پیش آیا)
نماز پنجگانہ کی فرضیت	27 رجب
بیعت عقبہ اولیٰ	12 نبوی۔621ء
بیعت عقبہ ثانیہ	13 نبوی۔622ء

● ہجرت مدینہ۔غار ثور سے مدینہ	یکم ربیع الاول 13 نبوی۔13 ستمبر 622ء
● قبا میں تشریف آوری	8 ربیع الاول 13 نبوی۔20 ستمبر 622ء
● تعمیر مسجد قبا	8-11 ربیع الاول 13 نبوی/1 ہجری 20-23 ستمبر 622
● پہلی نماز جمعہ	12 ربیع الاوّل 1 ہجری۔24 ستمبر 622ء
● مدینہ منورہ میں ورود مسعود	12 ربیع الاوّل 1 ہجری۔24 ستمبر 622ء
● مسجد نبوی کی تعمیر	ربیع الاوّل 1 ہجری۔اکتوبر 622ء
● اذان کی ابتداء	ربیع الاوّل 1 ہجری۔اکتوبر 622ء
● مدینہ منورہ کے انصار اور مکہ مکرمہ کے مہاجرین کے درمیان مواخات	1 ہجری۔632ء (ہجرت کے تقریباً چھ ماہ بعد)
● میثاق مدینہ	(1 ہجری مدینہ اور اس کے گردونواح میں آباد یہودیوں سے معاہدہ)
● اذان جہاد	12 صفر 2 ہجری۔15 اگست 623ء
● تحویل قبلہ کا حکم	شعبان 2 ہجری۔فروری 624ء
● روزوں کی فرضیت	شعبان 2 ہجری۔فروری 624ء
● غزوۂ ابواء	صفر 2ھ۔اگست 623ء
● غزوہ بواط	ربیع الاوّل 2 ہجری۔ستمبر 623ء
● غزوہ بدر	17 رمضان المبارک 2ھ۔624ء
● زکوٰۃ کی فرضیت	شوال 2ھ۔اپریل 624ء
● پہلی نماز عید	یکم شوال 2 ہجری۔اپریل 624ء
● پہلی عید الاضحیٰ	ذی الحجہ 2ھ۔جون 624ء
● غزوۂ اُحد	شوال 3ھ۔مارچ 625ء
● حرمت شراب کا حکم	ربیع الاول 4ھ ستمبر 625ء
● غزوۂ احزاب (غزوہ خندق)	شوال 5ھ۔مارچ 628ء
● صلح حدیبیہ	شوال 6ھ۔مارچ 628ء (ایک روایت کی رو سے ذی قعدہ 6ھ)
● غزوۂ خیبر	محرم 7ھ۔مئی 628ء
● مکہ مکرمہ کی فتح مبین اور مکمل غلبہ اسلام	رمضان 8ھ۔جنوری 630ء
● غزوۂ حنین	شوال 8ھ۔جنوری 630ء
● غزوۂ تبوک	رجب 9ھ۔اکتوبر 630ء
● فرضیت حج	ذی قعدہ 9ھ۔مارچ 631ء
● حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا	ذی قعدہ 9ھ
● حرمت سود	ذی الحجہ 9ھ۔مارچ 631ء
● مکہ مکرمہ میں داخلہ	4 ذی الحجہ 10ھ۔یکم مارچ 632ء
● عرفات کے لئے روانگی	9 ذی الحجہ 10ھ۔6 مارچ 632ء
● منا سے واپسی	13 ذی الحجہ 10ھ۔10 مارچ 632ء
● آغاز مرض الوفات	29 صفر 11ھ۔25 مئی 632ء
● حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو امامت نماز کا حکم	11 ربیع الاوّل 11ھ۔6 جون 632ء

محنت کشوں، غلاموں پر شفقت

رحمت عالم ﷺ نے محنت کشوں اور غلاموں پر خصوصی شفقت کی تلقین فرمائی ہے۔حضور اکرم ﷺ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ مزدور سے اس کی طاقت سے بڑھ کر کام لیا جائے۔اس سلسلے میں صحیح بخاری میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ خادموں (یا مزدوروں) پر کسی کام کا ایسا بوجھ نہ ڈالو جو انہیں ہلکان کردے اور اگر کبھی مجبوراً تمہیں ایسا کرنا پڑے تو پھر تم خود ان کے شریک ہو کر ان کی مدد کرو۔

"صحیح بخاری اور صحیح مسلم" میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیچارے خادم تمہارے بھائی ہیں۔اللہ نے ان کو تمہارا زیردست کر دیا ہے تو اللہ جس کے زیردست اس کے کسی بھائی کو کردے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اس کو ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہے جو اس کے لئے بہت بھاری ہو اور اگر اسے ایسے کام کا مکلف کرے تو پھر اس کام میں خود اس کی مدد کرے۔"

حضرت کعب بن عجزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اپنی خادماؤں کو برتن توڑنے پر سزا نہ دیا کرو۔اس لئے کہ تمہاری عمروں کی طرح برتنوں کی بھی عمریں مقرر ہیں۔حضور ﷺ لوگوں کو یہ تلقین بھی فرمایا کرتے تھے کہ غلاموں کی غلطیاں معاف کردیا کرو۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ خادم یا غلام کی غلطیاں کس حد تک معاف کردینی چاہئیں۔اس نے دو مرتبہ یہ بات پوچھی، مگر آپ ﷺ خاموش رہے۔اس نے تیسری دفعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہر روز ستر دفعہ۔حضور ﷺ لوگوں کو منع فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے ملازم پر کبھی ہاتھ نہ اٹھائیں۔آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو کوئی اپنے خادم کو ناحق مارے گا قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا (مرسلہ: محمد سعید)

ذاتِ رسولِ کریم ﷺ بزبانِ قرآنِ مجید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کی جس انداز میں مدح وتوصیف فرمائی زیرِ نظر تحریر میں ظہور حسین نے اس کا مختصر تذکرہ پیش کیا ہے۔ آپ کا تعلق ہفت روزہ ہلال سے ہے۔

خالقِ کائنات نے اپنی مخلوق کو بے حساب نعمتوں سے نوازا۔ "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو حساب میں نہیں لاسکتے" (نحل 18' ابراہیم 34)...... لیکن ربِ کریم نے جس عظیم نعمت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ وہ سید المرسلین ﷺ کی بعثت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول (ﷺ) مبعوث فرمایا ہے۔ ان میں اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ لوگ گمراہی میں تھے۔"

(آلِ عمران: آیت 164)

آپ ﷺ اخلاقِ مجسم ہیں

آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ زندگی کے تمام شعبوں میں ایمان والوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اللہ کے رسول میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔" (احزاب: آیت 21)۔ لیکن اس "بہترین نمونہ" کا درخشاں ترین پہلو آنحضرت ﷺ کا خُلقِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اے حبیب) آپ ﷺ فی الحقیقت اعلیٰ اخلاق سے متصف ہیں۔ (سورہ قلم: آیت 4)

آپ ﷺ سرتاپا رحمت ہیں

خالقِ کائنات کا اعلان ہے کہ

"ہم نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کے لئے رحمت بنایا ہے۔" (انبیاء آیت: 107)

قدیم زمانہ میں اللہ کے نافرمان اور بدکردار بندوں پر آفات و بلیات نازل ہوتی رہی ہیں۔ لیکن رحمتِ دوعالم ﷺ کی بعثت کے بعد منکرِ رسالت عذاب کے طالب ہوتے ہیں لیکن ربِ رحیم کا حکم ہوتا ہے کہ

"جب تک آپ ﷺ ان میں موجود ہیں اللہ کے شایان نہیں ہے کہ ان پر عذاب نازل کرے۔

(الانفال: آیت 33)

ایمان والوں کے متعلق تو خصوصیت سے ارشاد ہوتا ہے کہ "(لوگو) بیشک تمہارے پاس تمہی میں سے یہ رسول ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ یہ تمہاری بھلائی کے بہت خواہاں ہیں۔ ایمان والوں پر شفیق اور مہربان ہیں۔"

(توبہ: آیت 128)

آپ ﷺ اقوامِ عالم کے رسول ہیں

اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے رسول مبعوث فرمائے۔ جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے اور جو کسی خاص قوم اور خاص وقت کی مناسبت سے اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ دُنیا ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی اس نقطہ عروج پر پہنچی کہ دینِ حق کی تکمیل کا وقت آ گیا اور باری تعالیٰ نے اپنی آخری آسمانی کتاب میں اعلان فرمایا کہ "آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔"

(سورت مائدہ آیت 4)

یوں تجدیدِ دین کا سلسلہ تمام ہوا اور سید المرسلین ﷺ کی شان میں ربّ العزت نے خطاب فرمایا: "یہ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نبوت کا سلسلہ ان پر تمام ہو گیا:" (احزاب ۔ آیت ۔ 4) نیز خاتم

المرسلین ﷺ نے فرمایا ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (حدیث) لہٰذا آنحضرت ﷺ زمان ومکان کی قیود سے بالاتر ہیں اور آپ ﷺ کا دین ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرچشمہ ٔہدایت قرار پایا۔ اللہ کی آخری کتاب میں ارشاد ہوتا ہے:

”ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔“ (نساء۔آیت۔79)

”آپ ﷺ فرمادیں کہ لوگو مَیں تم سب کی طرف اللہ کا مرسل ہوں۔“ (اعراف۔آیت۔30)

”ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنایا ہے۔“ (سباء۔آیت:3)

آپ ﷺ ہادی برحق ہیں

آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں قرآن مجید کی جو بے شمار آیات نازل کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں:

”آپ ﷺ یقیناً صریح حق پر ہیں۔“ (نمل۔آیہ 79)

”ہم نے آپ ﷺ کو دین برحق دے کر بھیجا ہے۔“ (بقرہ۔آیت 119)

”اور یہ (آخری نبی ﷺ) تو حق لائے ہیں اور آپ ﷺ نے گزشتہ رسولوں کی تصدیق فرمائی ہے۔“ (الصّٰفّٰت۔آیت 37)

”بلاشک آپ ﷺ سیدھی راہ کی ہدایت کرتے ہیں۔“ (شوریٰ آیت -52)

”آپ ﷺ فرمادیں کہ میرے رب نے مجھے صحیح راہ دکھلائی ہے اور سیدھی راہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے جو مشرک نہ تھے۔“ (انعام۔آیت 161)

آپ ﷺ کی تعلیم حکمت ودانائی کا سرچشمہ ہے

تم لوگوں میں ہم نے تمہی میں سے یہ رسول (ﷺ) بھیجا ہے جو ہماری آیات سناتا ہے۔ تمہاری باطنی صفائی کرتا ہے اور تمہیں کتابِ الٰہی اور دانائی کی باتیں بتاتا ہے۔ ایسی باتیں جن سے تم بے خبر تھے (بقرہ: 151) ”اللہ نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں ایک

عرش پر زندہ ابھی تک آپ ﷺ کے قدموں کی چاپ

ظلمتوں میں روشنی کا استعارہ آپ ﷺ ہیں
ہر نظر کے واسطے حُسنِ دل آرا آپ ﷺ ہیں
عرش پر زندہ ابھی تک آپ ﷺ کے قدموں کی چاپ
فرش پر پھولوں کے کِھلنے کا اشارہ آپ ﷺ ہیں
زندگی کربِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
فکر کیا مجھ کو مرے زخموں کا چارہ آپ ﷺ ہیں
لوگ ٹھکراتے ہیں جن کو سنگریزوں کی طرح
اُن غریبوں، بے نواؤں کا سہارا آپ ﷺ ہیں
اِک نظر مجھ پر کرم کی اے شہِ عالی ﷺ مقام
وقت کے گہرے سمندر میں کنارہ آپ ﷺ ہیں
ہے منوّر جس سے اَب تک کائنات رنگ و بُو
تابؔ اسلم روشنی کا وہ منارہ آپ ﷺ ہیں

تابؔ اسلم

رسول (ﷺ) بھیجا ہے جو انہیں اللہ کی آیات سناتا ہے اور ان کو (اخلاقاً) پاک کرتا ہے اور کتاب (الٰہی) اور دانائی سکھاتا ہے (جمعہ:2)

آپ ﷺ کی ہدایت روشن اور واضح ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اے اہل کتاب، بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (ﷺ) تشریف لائے جو تم پر بہت سی چیزیں ظاہر کرتے ہیں جو تم نے چھپا رکھی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے اور روشن کتاب۔ اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے جو اس کے حکم پر چلا اور انہیں سلامتی کے ساتھ اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے، اپنے حکم سے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

(سورت مائدہ: آیت 15)

آپ ﷺ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے

سید المرسلین کی شان میں ایک خصوصی اعلان ہے کہ ”آپ ﷺ نفس کی خواہش سے باتیں نہیں کرتے بلکہ

یہ آپ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل کی جاتی ہیں (نجم۔3)

آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ ہی کی اطاعت کی''۔ (نساء۔80) نیز ''جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔'' (ممتحنہ۔۱۲)

آپ ﷺ کی اطاعت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے

مندرجہ بالا احکام ربانی کی روشنی میں یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ سیدالمرسلین (ﷺ) کی اطاعت ہی دین کی بنیاد ہے اس ضمن میں چند اور آیات پاک ملاحظہ ہوں!

''مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ اور رسول (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (نور۔62) ''اللہ اور رسول کے فرمانبردار بنو (تغابن 12' نساء 59)' (آل عمران 132) ''اللہ اور رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ'' (حدید' اعراف 30) ''اے ایمان والو! اللہ کی اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو (مائدہ 92' انفال 20) ''رسول اللہ (ﷺ) جو حکم دیں اسے قبول کرو اور جس سے منع کریں اس بات سے باز آجاؤ (حشر 8)

آپ ﷺ کی اطاعت سے انکار کفر ہے

کفر و نفاق کی سزا دائمی عذاب جہنم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ''جس نے اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت سے انکار کیا وہ حدود (اسلام) سے نکل گیا اور آگ میں داخل ہوگا ہمیشہ کے لئے اور اسے ذلت کا عذاب ہوگا۔''

(نساء۔14)

''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ تم لوگ اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر روگردانی کرو تو اللہ ایسے کافروں سے بیزار ہے۔ (آل عمران 32)

آپ ﷺ کی اتباع میں اللہ کی خوشنودی ہے

اللہ پاک کے نیک بندوں کے لئے مژدۂ عظیم ہے کہ ''فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری

اتباع کرو پھر اللہ پاک تم سے محبت کرے گا۔'' (آل عمران 31)

آپ ﷺ کی پیروی میں فلاحِ دارین ہے

پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں جو محکم اور واضح آیات نازل کی گئیں ان کی مثال دوسری آسمانی کتب میں نہیں ملتی۔ رب کریم کی شانِ رحمت تو ملاحظہ ہو۔

''اور جو غلامی کریں گے اس نبی امی ﷺ کی جس کی بشارت انجیل و توریت میں موجود ہے اور جو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے' پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور گندی چیزیں حرام کرتا ہے اور ان لوگوں کے بوجھ اور گلے کے پھندے اتارتا ہے پس جو اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی تعظیم اور مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے وہ مرادیں پائیں گے (اعراف:157)

''جو لوگ اللہ اور اس رسول (ﷺ) کے فرمانبردار بن جائیں گے وہ آخرت میں انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ ہوں گے' جن پر اللہ کا انعام ہے اور یہ حضرات کیا ہی عمدہ ساتھی ہیں۔'' (نساء:7)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فرمان بجا لاؤ کیونکہ رسول (ﷺ) تمہیں حیاتِ دائمی کی دعوت دیتا ہے۔'' (الانفال:24)

محسنِ انسانیت (ﷺ) کی رفعت و عظمت

خالق کائنات نے اپنے حبیب پاک ﷺ کی عظمت و رفعت کا خصوصی اعلان جن آیات قرآنی میں فرمایا ہے ان میں سے چند ایک پیش کی جاتی ہیں۔

''اے نبی (ﷺ)! ہم نے آپ (ﷺ) کو (لوگوں پر) گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور احکام حق کے مطابق اللہ کی دعوت دینے والا اور ایک چراغ بنا کر بھیجا۔ (الاحزاب۔46-45)

''ہم نے آپ (ﷺ) کی خاطر آپ (ﷺ) کا شہرہ بلند کر دیا۔ (الم نشرح:3)

بے شک آپ (ﷺ) کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔'' (قلم:4)

''جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا میں اور رسوائی ہے آخرت میں (احزاب:58)

''پس قسم ہے آپ (ﷺ) کے رب کی یہ لوگ ایماندار ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ آپ (ﷺ) پر چھوڑ دیں اور پھر آپ (ﷺ) کا ہر فیصلہ بہ رضا و رغبت قبول کر لیں۔'' (النساء:65)

آپ ﷺ کی عظمت عالمِ ارواح میں بعثت سے قبل

ان آیات سے بھی آپ ﷺ کی شان یکتائی اظہر من الشمس ہے' ارشاد ہوتا ہے۔

اور جب اللہ پاک نے عہد لیا انبیائے کرام علیہم السلام سے کہ جو کچھ کتاب میں حکم دوں اور پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے جو تمہاری تصدیق کرتا ہو تو تم ضرور اس رسول (ﷺ) پر اعتقاد لانا اور اس کی حمایت کرنا' پھر فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور عہد قبول کیا تو وہ بولے کہ ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا۔ گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

(آل عمران)

آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا حکمِ ربی ہے

بائیسویں پارہ میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس پیغمبر پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (احزاب: 56)

مکارم اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ

وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل احسن سلیم حیات کا جنرل ہیڈ کوارٹرز میں

سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کا متن

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آج مجھے جنرل ہیڈ کوارٹرز کی سیرت النبی ﷺ کی تقریب میں شرکت کرنے کا موقع ملا ہے اور میرے لئے یہ انتہائی سعادت اور دلی مسرت کا موقع ہے کہ میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کے بیان پر مشتمل اس محفل میں شرکت سے مستفید ہو رہا ہوں۔

آپ ﷺ کی سیرت کے ان گنت روشن پہلو ہیں جنہیں شمار میں لانا کسی امتی کے بس میں نہیں۔ میں اخلاق نبوی ﷺ اور کردار مصطفوی ﷺ سے چند عام فہم روز مرہ زندگی سے متعلق عملی پہلوؤں کا تذکرہ کروں گا۔

میں نے اس ضمن میں ایک روایت کو منتخب کیا ہے۔ جس میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے کردار، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ رویہ اور ان کی شخصیات کے متعلق بیان فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب جو کہ بہت عظیم ہے یہ تھا:

☆ پیغمبر ﷺ انصاف سے بھرپور تھے اور دشمنوں کے ساتھ مصالحت پسند نہیں فرماتے تھے اور غلط چیزوں کو مصلحتاً تسلیم نہ کرتے۔

☆ آپ ﷺ ہمیشہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مسکرا کر پیش آتے۔

☆ آپ کا ہنسنا بھی ایک مسکراہٹ تھی (آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے)

☆ آپ ﷺ امانت اور دیانت میں ایک مثال تھے (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی دیانت اور امانت سے متاثر ہو کر آپ ﷺ سے شادی کی درخواست کی تھی)

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نفیس اور اپنے برتاؤ میں نرم خو تھے۔

☆ جو کوئی اچانک آپ ﷺ کے پاس آجاتا تو وہ آپ ﷺ سے مرعوب ہوجاتا اور جب کوئی آپ ﷺ کے ساتھ وقت گزارتا تو آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔

☆ آپ ﷺ نے ہمیشہ معاشرے کے تمام افراد کو یکساں سمجھا اور کسی سے مخصوص سلوک نہ کیا۔ (اپنا، پرایا، دوست، دشمن، عربی اور عجمی سب کو برابر سمجھتے اور حق و انصاف کے مطابق فیصلے کرتے تھے)

☆ آپ ﷺ نے لوگوں یا چیزوں میں کبھی عیب

تلاش نہیں کیا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص کے سامنے کسی کا عیب نہیں نکالا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص کے جذبات کو مجروح نہیں کیا۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص کو بات کرتے ہوئے نہیں ٹوکا۔

☆ آپ ﷺ نے کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔

☆ اگر کوئی آپ ﷺ سے امید باندھتا تو آپ ﷺ اسے کبھی مایوس نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہ نہیں کی۔

☆ آپ ﷺ کبھی بحث میں نہیں پڑتے تھے اور نہ ہی بحث کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بحث میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ دل کا مرض ہے۔

☆ آپ ﷺ اس خبر کو چھوڑ دیتے اور مکمل طور پر دلچسپی نہ لیتے تھے جس سے آپ ﷺ کا تعلق نہ ہوتا۔

☆ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ ہرگز نہ بولیں اگر آپ ﷺ بولتے تو ہمیشہ سچ بولتے۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی پر الزام نہیں لگایا۔

☆ انس بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی دس سال خدمت کی، انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ان سے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ کام کیوں کیا اور وہ کام کیوں نہیں کیا ہے۔

☆ آپ ﷺ نے کبھی کسی شخص کو نہیں مارا اور نہ ہی کبھی کسی عورت، غلام یا بچے پر ہاتھ اٹھایا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے کبھی اپنی آواز کو بلند نہیں فرمایا ''حضور علیہ السلام کے اخلاق عظیم کا نمایاں پہلو رحم دلی، شفقت، محبت اور کرم نوازی ہے۔ قرآن حکیم نے آپ ﷺ کی اس خصوصیت کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین ہم نے آپ (ﷺ) کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

☆ حضور ﷺ بڑے بہادر اور دلیر تھے ہر جنگ

میں آگے ہوتے تھے' غزوۂ حنین میں ساری مسلم فوج چھٹ گئی لیکن آپ ﷺ تیروں کی بارش میں میدانِ جنگ میں دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے اور اعلان فرما رہے تھے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے لیکن استقامت کا ثبوت دیا۔

☆ آپ ﷺ کو فنونِ جنگ میں بڑی مہارت تھی۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں جو جنگی حکمتِ عملی اپنائی گئی وہ انتہائی کامیاب تھی۔ ہر جنگ میں آپ ﷺ نے حکمتِ عملی کے ساتھ بہادری اور شجاعت کا ثبوت دیا۔

☆ آپ ﷺ عفو ودرگزر کا مجسمہ تھے۔ اپنے اور غیروں کے لئے رحمت وشفقت کا سمندر تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں کو عام معافی دے دی۔ زندگی میں جب بھی کسی نے تکلیف دی اسے معاف کردیا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی سادگی کا نمونہ تھی۔ کھانے پینے' لباس اور رہائش اور لوگوں سے ملنے جلنے کے سلسلہ میں مکمل سادگی اختیار فرماتے تھے۔ اپنا کام خود کرلیتے تھے۔ اپنے کپڑے اور جوتے خود ہی سی لیتے تھے۔ کھجور کے بان کی چارپائی استعمال کرتے تھے۔ جس سے جسم اطہر پر نشان پڑ جاتے تھے جو میسر ہوتا کھالیتے تھے۔ فرش پر' زمین پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے۔ سادگی پوری زندگی پر حاوی تھی۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ مکارمِ اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں تو بھیجا ہی اسی لئے گیا ہوں کہ اخلاق کے درجات کی تکمیل کروں" خود پروردگارِ عالم نے قرآنِ مجید میں آپ ﷺ کو نمایاں طور پر یہ سند عطا فرمائی کہ "بے شک آپ ﷺ بہت عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔"

☆ آپ ﷺ کی سیرت وسنت اور طور طریقوں کو تمام انسانیت کے لئے قابلِ تقلید نمونہ اور اسوۂ حسنہ ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ "یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے' واقعی اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اور حیات مبارک پوری کائنات میں سب سے بڑھ کر برتر اور اعلیٰ و افضل ہے۔

☆ ہمیں آپ ﷺ پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی بھرپور اتباع کرنی چاہئے۔ ایسے کامل و اکمل نبی ﷺ کے عطا کئے جانے کے صلے میں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور مختلف طرح کے شکوے شکایتوں کی بجائے شکر گزاری اور قناعت پسندی کی صفات پیدا کرنی چاہئیں۔

☆ مخلوقِ خدا سے محبت کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اپنے اندر دوسروں کے لئے برداشت اور تحمل کی روش اپنانی چاہئے اور لوگوں کے ساتھ امن وسلامتی سے بھرپور زندگی گزارنے کے جذبات کو پروان چڑھانا چاہئے اور اسوۂ محمدی ﷺ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

☆ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں اس کی بھرپور توفیق عطا فرمائے اور دین و وطن کے لئے ہمارے تمام کاموں اور کوششوں میں برکت دے اور ہمارے ملک پاکستان اور افواجِ پاکستان کو تحفظ وسلامتی اور ترقی اور خوشحالی نصیب فرمائے۔ آمین

پاکستان زندہ باد

پاک فوج پائندہ باد

مسجدِ نبوی ﷺ تُو ہی بتا کچھ سماں وہ کیسا ہوگا

مسجدِ نبوی ﷺ تُو ہی بتا کچھ سماں وہ کیسا ہوگا
صحن میں آقا ﷺ بیٹھے ہوں گے گرد اصحاب کا حلقہ ہوگا

بزمِ نبوّت میں صدیقؓ بھی فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ بھی
چاروں یار ستارے ہوں گے بیچ میں چاند چمکتا ہوگا

قربِ حضور ﷺ میں اہلِ مدینہ کیسی راحت پاتے ہوں گے
دلِ اویسؓ غمِ فرقت سے صبح شام تڑپتا ہوگا

ارضِ مدینہ بانگِ بلالؓ سے تیری فضا جب گونجتی ہوگی
اس کے سرور و سوز کی رو میں ہر کوئی بہہ جاتا ہوگا

امتِ مُرسل ﷺ میں ہوں طربؔ اور اس رشتے پر نازاں ہوں
اس کی قسمت کا کیا کہنا جو محفل میں بیٹھا ہوگا

طرب احمد صدیقی

بعدازخدا بزرگ توئی ﷺ قصہ مختصر

روئے زمین پر بسنے والے مسلمان اللہ کی ذات کے بعد جس ہستی ﷺ سے محبت رکھتے ہیں وہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذات ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سے والہانہ عشق و محبت گراں بہا سرمایہ ہے اور کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہوسکتا' کیونکہ یہی عشق و محبت اور اتباع اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی ذات وصفات کے صحیح تصور کا ذریعہ ہے۔ دینِ اسلام میں وہ ایمان واطاعت معتبر نہیں سمجھی جاسکتی جس کی بنیاد ہادیٔ اسلام ﷺ کی محبت پر نہ ہو۔ پاکستان آرمی کے صوبیدار میجر (ریٹائرڈ) محمد افضل کا شمار بہترین قلمکاروں میں ہوتا ہے۔ درج ذیل تحریر انہوں نے خاص طور پر ہلال کے لئے مرحمت فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک آنحضور ﷺ کے عشق و محبت میں کتنی آنکھیں اشکبار ہوئیں' کتنے دلوں میں آپ ﷺ کی الفت و محبت کی تڑپ پیدا ہوئی۔ کتنے عاشقوں نے آپ ﷺ کی ناموس پر اپنی جانیں پروانہ وار نثار کیں' اس کا اندازہ لگانا ناممکن ہے تاہم بلامبالغہ اور بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ روئے زمین کے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح کی گہرائی کے ساتھ جس ہستی سے سب سے زیادہ محبت کی وہ ہستی اور وہ ذات سرورِ دوعالم حضرتِ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

انسانی تاریخ میں دنیاوی عشق و محبت کے بے شمار اور حیران کن واقعات درج ہیں مگر اللہ کی نظر میں اس ہوس پرستانہ عشق و مستی کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہ واقعات تاریخ میں ایک قصۂ پارینہ کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کی یاد تازہ کرنے سے انسانی جسم و روح میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس رسولِ اکرم ﷺ کی محبت میں سرشار ہونے والوں کے واقعات کے تذکرے ایمان اور دل و دماغ کو تقویت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کی یاد سے ایسا روح پرور سماں پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک مومن عشق و محبت کے جذبات میں گم ہو کر حضور ﷺ سے معنوی اور تصوراتی طور پر رابطہ قائم کرلیتا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ کی محبت میں بے قراری اور جذب و عشق درحقیقت ایک مومن کی زندگی کا نقطۂ عروج ہے جو خوش نصیب مومن محبتِ رسول ﷺ کے اس مقام پر پہنچتے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں بڑے ہی محبوب ہیں اور دین و دنیا کی کامیابیاں انہی کے لئے وقف ہوتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ عشقِ رسول ﷺ مومن کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اس کا مظاہرہ وہ کسی نہ کسی صورت میں ہر زمانے میں کرتا رہا ہے مگر اس عشق کی حقیقت کیا ہے؟ ایک مسلمان کو اس سے کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے بنیادی تقاضے کیا ہیں؟ اس کا حق کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ یہ چند ایک ایسے سوال ہیں کہ جنہیں اچھی طرح سمجھے بغیر عشقِ رسول ﷺ کے مرحلے طے کرنا دشوار ہے۔

عشق درحقیقت افراطِ محبت ہی کا دوسرا نام ہے۔ قرآن پاک نے عشقِ رسول ﷺ کے سلسلے میں اس کی جگہ ایمان' اطاعت' محبت اور اتباع کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے' آپ ﷺ سے محبت کرنے اور آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنے کا جو ہم سے بار بار مطالبہ کیا گیا ہے اس میں ایک بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے۔ اسی طرح اس کی صفات اور کمالات بھی لامحدود ہیں۔ وہ وراء الوراء ہے۔ اس کے برعکس بندہ اپنے ظاہری و باطنی جسم و روح' دل و دماغ' فکروفہم' علم و عقل اور تجربے کے اعتبار سے محدود اور کمزور ہے' اس لئے یہ کسی چیز کی سمجھ بوجھ اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک اس کے سامنے اس چیز کی اچھی طرح نشاندہی نہ کردی گئی ہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسانی فہم وادراک سے ماوراء ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان ایک درمیانی طبقہ پیدا فرمایا جو اپنے خداداد کمالات وصفات اور فضائل کے اعتبار سے ایک طرف ذاتِ حق سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ وہ خود اس کے کمالات کا پرتو اور نمونہ بن جاتے ہیں اور دوسری طرف اللہ کے بندوں کے مابین اپنی صفات وکمالات کی عملی تفسیر بن کر بشریّت کے سب سے بلند مقام پر فائز ہوجاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی معرفت کا مظہرِ کامل ہوتے ہیں اور ان کی ہر ہر ادا اللہ کی رضا کا نشان ہوتی ہے۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نبوت و رسالت کے سب سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ پر دینِ اسلام اور تمام نعمتوں کی تکمیل ہوئی۔ آپ ﷺ اخلاق کے سب سے بلند مقام پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ کو وہ معجزات اور کمالات عطا کئے گئے جو پہلے کسی کو نہیں ملے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور بے شمار مسلمان آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ بے شک آپ ﷺ ہی اللہ کے حبیب ہیں۔ آپ ﷺ کی تعریف کا حق ادا کرنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں۔

بعدازخدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آنحضرت ﷺ معبودِ حقیقی اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ کا کام کرتے ہیں۔ کوئی شخص

آپ ﷺ کی محبت و اتباع کے بغیر اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک نے حضور ﷺ سے وابستگی اور عشق و محبت پیدا کرنے کے لئے چار بڑے بڑے مطالبے رکھے ہیں جب تک وہ پورے نہ ہوں کوئی شخص دعویٰ محبت میں سچا نہیں ہوسکتا۔ یہ چار مطالبات حضورِ اکرم ﷺ پر ایمان لانا' اطاعتِ رسول ﷺ' اتباعِ رسول ﷺ اور محبتِ رسول ﷺ ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں محبت کا سب سے اونچا مقام یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے توسط سے جو احکام ہم کو دیئے ہیں ان پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ آپ ﷺ جو دین لائے ہیں اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملاً نافذ کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں کسی اور نظریہ یا طریق زندگی' چاہے وہ کسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو ہرگز قبول نہ کیا جائے۔

حضور ﷺ سے محبت کرنے اور محبوب بنانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پسند کو اپنی پسندیدگی بنا دیا جائے۔ محبوب ﷺ جس راستہ پر چلا ہے اسی راستہ کو اپنی زندگی کا راستہ بنایا جائے۔ اس کی قربت' اس کی خوشنودی اور اس کی ناموس کے لئے ہر چیز قربان کرنے کو تیار رہا جائے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا بار بار مطالعہ کیا جائے اس کا ایک ایک نقش دل و دماغ میں محفوظ کیا جائے' آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا جائے اور دل میں یہ حسرت رکھی جائے کہ کاش میں بھی حضور ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ کے ساتھ رہتا۔ آپ ﷺ کا بار بار دیدار کرتا' آپ ﷺ کی خدمت کرتا' آپ ﷺ کی قیادت میں کفار سے لڑ کر شہید ہو جاتا۔''

عشقِ رسول ﷺ کا یہ مضمون نامکمل رہ جائے گا اگر اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر نہ کیا جائے۔ عشقِ رسول ﷺ کے سب تقاضے کس نے پورے کیے اور اس سے کیا کیا نعمتیں حاصل ہوئیں' اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یقیناً بڑے خوش قسمت تھے کہ یہ گراں بہا سرمایہ سب سے زیادہ انہی کے حصے میں آیا تھا۔ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا باہمی تعلق ایسا تھا جس کی بنیادیں عشق و سرمستی' والہانہ محبت اور عظمت و اطاعت کے جذبات پر قائم تھیں اور جو ہر چیز سے دست بردار ہو کر صرف اس کی محبت میں گم ہونے کا آخری اور قطعی فیصلہ کر چکے تھے۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی ان کے لئے ایک مرکزِ ثقل کی حیثیت رکھتی تھی جس کی طرف وہ ہر وقت کھنچے رہتے تھے۔ ان کے دل حضور ﷺ کی محبت سے لبریز رہتے تھے اور اس محبت و عشق کا اظہار وہ مختلف طریقوں سے کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے اخلاق و کردار اپنانے اور آپ ﷺ کے فرمان کی اطاعت میں بڑی سے بڑی تکلیف ہنسی خوشی برداشت کر لیتے تھے اور مال و املاک تو درکنار وہ اپنی جان تک سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ غرض حضور ﷺ انہیں اپنی جانوں سے بدرجہا زیادہ محبوب تھے:

طرح عشق انداز اندر جانِ خویش
تازہ کن با مصطفیٰ ﷺ پیمانِ خویش

اقبال

جہاں رسولِ اکرم ﷺ سے عشق و محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کا سوال سامنے آتا تھا دیکھنے والوں کو وہ دیوانے نظر آتے تھے۔ ان کے جنونِ عشق کی کارفرمائیاں عقل کو محوِ حیرت کر دیتی ہیں۔ مگر ان کی یہ دیوانگی ہوش و خرد کی بیگانگی پر مبنی نہ تھی بلکہ حضور ﷺ کی تقلید و اتباع کی علامت اور ذریعہ تھی۔ حضور ﷺ کے دیدار سے ان کا ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ دنیا میں حضور ﷺ کی صحبت اور دیدار سے انکا ایمان تازہ ہو جاتا تھا دنیا میں حضور ﷺ کی صحبت اور دیدار سے طبیعت سیر نہ ہوتی تو آخرت میں بھی اس دولت سے بہرہ مند ہونے کی دعا کرتے رہتے تھے۔ عشقِ رسول ﷺ کی آزمائش میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جس طرح پورے اترے اس کی شہادت کو تاریخ نے محفوظ کر لیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی ہستی کے ساتھ دل و جان سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے راہِ حق میں کیا۔ انہوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا جو کسی انسان کے بس میں ہوسکتا ہے پھر اس راہ سے وہ کچھ پایا جو اللہ کے بندوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔ بلاشبہ انہیں دنیا اور آخرت کی بے شمار نعمتیں حاصل ہوئیں ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔'' قرآن و حدیث میں جابجا ان کی تعریف کی گئی ہے۔

ہم دنیا کی بے شمار چیزوں سے محبت کرتے ہیں۔ بعض کی محبت میں تو ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ان ''محبتوں'' کا انجام کیا ہوگا۔ اس کا جواب حضور ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں تلاش کیا جاسکتا ہے ''آدمی کا انجام اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔'' اگر ہم حضور ﷺ کے ساتھ محبت کریں گے جیسا کہ محبت کرنے کا حق ہے تو ہمارا انجام حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا۔ اللہ کا بے پناہ فضل و کرم ہمارے شاملِ حال ہوگا۔ ہم دنیا میں بھی کامیاب رہیں گے اور آخرت میں بھی کامیاب۔ اس کے برعکس اگر ہم دنیا کی کسی اور چیز کی محبت میں بہہ کر رسول ﷺ اور ان کی محبت کو فراموش کر دیتے ہیں تو ہمارا انجام ایمان والوں جیسا نہ ہوگا۔ دنیا میں ناکامی ہے تو آخرت میں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بھی جن خوش نصیب لوگوں نے آپ ﷺ سے عشق و محبت کے تقاضے پورے کئے انہیں ایسی کامیابیاں نصیب ہوئیں جو انسانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ میدانِ جنگ ہو کہ تختِ عدالت وہ ہر جگہ کامیاب رہے۔

اقبال اور عشقِ رسول ﷺ

زیرنظر تحریر میں سرورِدوعالم ﷺ کے ساتھ حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کی بے پایاں محبت کے چند دریچوں کو قارئین سے روشناس کروایا گیا ہے۔ زیرنظر تحریر کے مصنف عبدالباسط قریشی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے طالب علم ہیں اور سکول، کالج اور یونیورسٹی سطح تک کے قرأت، نعت اور تقریری مقابلوں میں حصہ لے چکے ہیں۔

سرورِدوعالم احمد مصطفیٰ ﷺ تمام کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ جل شانہ، کا یہ بے پایاں حساب وکرم ہے کہ عاصیوں، گناہگاروں کی بخشش اور شفاعت کے لئے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو رشدوہدایت کا پیغام دے کر بھیجا اور ظلمت، جہالت اور عداوت کے تمام صنم کدوں کو پاش پاش کر دیا۔

اقبال کا عشق رسول ﷺ لاثانی تھا۔ سیرت دوعالم ﷺ کا تمام تر مطالعہ کرنے اور اسرار قرآنی جاننے کے بعد علامہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ تمام کمالات ظاہر وباطن کا مجموعہ صرف اور صرف حضور دوعالم ﷺ کی ذات مبارکہ ہی ہے۔

بہ مصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ﷺ
اگر بہ او ﷺ نرسیدی تمام بولہبی است

علامہ نے عشق ومستی کو ہمیشہ انسانی ارتقاء کے لئے اولین گردانا ہے کیونکہ صرف اسی کے توسل اور صدقہ سے آفتاب مصطفوی ﷺ سے سرشاری اور انوار تجلیات سے فیض یاب ہوا جاسکتا ہے۔ یہی وہ قوت ہے کہ جس سے یقین وایمان کی پختگی اور تحفظ ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ ایک بحرِ ذخار کی مانند ہیں کہ موجیں آسمان کو چھوتی ہیں تم بھی اسی سمندر سے سیرابی حاصل کرو تاکہ تمہیں حیات نو نصیب ہو اور وہ جو تمہاری بھولی بسری کیفیات جنہیں مادی دنیا نے تم سے چھین لیا ہے۔ تمہیں پھر سے میسر آجائیں۔

می ندانی عشق و مستی از کجا است؟
ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ ﷺ است
زندہ تا سوز او ﷺ در جان تست
ایں نگہ دارندہ ایمان است

علامہ فرماتے ہیں، ہمارے نظام حیات کی روح رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ ﷺ کی محبت کا بحرِ ذخار میرے اندر موجیں مار رہا ہے اور سینکڑوں نغمے میری آغوش سے اُبلے پڑتے ہیں۔ میں تمہیں کیا بتاؤں محبت کیا چیز ہے۔ محبت تو یہ ہے کہ بے جان چیزوں کو بھی آپ ﷺ کی محبت بے قرار رکھتی ہے۔ منبر کی خشک لکڑی آپ ﷺ کی جدائی میں زاروقطار روئی۔ اے آقائے نامدار ﷺ! مسلمانوں کا وجود آپ ﷺ کے جلوؤں سے روشن ہے۔ آپ ﷺ کے قدموں کی خاک سے کئی طور جنم لیتے ہیں۔ میرا جسمانی وجود آپ ﷺ کے پرتو سے ظہور میں آیا۔ آپ ﷺ کے نورانی اور مقدس پسینے سے میری صبحیں روشن و درخشاں رہتی ہیں۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کی محبت میں تڑپنا میرے لئے باعث راحت ہے۔ میری شام فراق صبح محشر سے زیادہ گرم ہے۔

سبحان اللہ! خاک طیبہ۔ یہاں کی خاک دونوں عالم سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔

لوکان حبک صادقاً لاطعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی اگر تیری محبت سچی ہوتی تو محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہو جاتا' محبت تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔

عشق اس وقت تک بے معنی ہے جب تک محبوب ﷺ کا اتباع نہ کیا جائے' محبوب کے عادات و افعال' شمائل و اقوال' رفتار و گفتار' عادات و اطوار' اخلاق و فضائل' پسند و ناپسند کو اپنے لئے نمونہ بنانا اور یہ شیوہ ہر بات' ہر حرکت' ہر انداز و ہر اقدام کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر خود کو اس طرز پر ڈھالنا ہی صرف اور صرف حقیقی عشق صادق کا تقاضا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں! آفریں تیری قسمت پہ بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ محبت رسول ﷺ کا صدقہ ہے کہ تمہیں دوام حیات ملی۔

فرمایا۔

اقبال کس ﷺ کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

علامہ امت کی زبوں حالی سے سخت افسردہ تھے۔ اپنے بیشتر خطوط میں وہ اپنے احباب کو اس کرب کی صورتحال سے آشنا کرتے رہتے اور فرماتے مسلمان کی میراث راہ مصطفوی ﷺ ہے۔ مسلمان صاحب لولاک ﷺ کا پیرو ہے اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ مطہرہ کو اپنے لئے راہ نجات اور مشکل راہ جانتا ہے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کی علامہ یہ توجیہہ بیان کرتے ہیں کہ اتباع رسول ﷺ اور تقلید نبوی ﷺ میں غرق ہو جانے کا نام ہی دیدار رسول ﷺ ہے۔ ایک کامل الہام و وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی اور کی الہام و وحی کی غلامی حرام ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لئے سعی و جستجو صرف اور صرف اسی وقت ہی رنگ لائے گی کہ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق لگاؤ مضبوط اور آقائے نامدار ﷺ کے راستے پر گامزن ہو جاؤ گے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمادیا۔

''تم میں سے کوئی اپنے ایمان میں اس وقت تک

پختہ نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت اس کے دل میں اس کے باپ' بیٹے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر راسخ نہ ہو جائے''

مرد مومن کو اپنے اندر اوصاف مستودہ اور اخلاق پسندیدہ پیدا کرنے چاہئیں کہ جس کی حقیقی تکمیل صرف اور صرف بحر رسول ﷺ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ اور مرکز اتباع صرف سنت رسول ﷺ ہی ہے اور تمام فسادات کا باعث شریعت کی مخالفت ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔

عشق ایسی آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو جو غیر ہو جلا دیتی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عشق انسان کو قدر و منزلت کی ان بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے جو اسے ابوالوقت اور ابوالحال بنا دیتا ہے۔ انفس و آفاق اس کے زیر نگیں ہوتے ہیں۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بے کراں سمجھا تھا میں

علامہ فرماتے ہیں' مومن کا خمیر عشق سے بنتا ہے جو ہر ناممکن کو ممکن بناتا ہے جبکہ عقل علت ہی تلاش کرتی رہتی ہے۔ عقل شکار کو پھنسانے کیلئے جال پھیلاتی ہے تو عشق اپنے قوت بازو سے شکار کو قابو کرتا ہے۔ عقل اور عشق دونوں سالار قافلہ ہیں اور ہمیشہ رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ عشق تو وہ قوت ہے جس نے کوہ طور کو نور بخشا۔ تو پھر یوں کہہ دیجئے! کہ ساری کائنات تلخ ہے اور شیریں ہے تو فقط عشق۔

فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں کہ زندگی کے آخری زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی محبت' عشق رسول ﷺ انتہا کو پہنچ چکی تھی ہچکی بندھ جاتی' آواز بھرا آتی' کئی کئی منٹ تک سکوت فرماتے' جذبات قابو میں نہ رہتے اور زیادہ دیر گفتگو جاری نہ رکھ سکتے۔

ایک مرتبہ جب ان سے پوچھا گیا کہ علامہ آپ نے یورپ' فلسطین اور مصر کی سیر کی کیا اچھا ہوتا کہ روضہ اطہر کی زیارت کر کے بھی آنکھوں کو ٹھنڈک' سکون اور نورانیت بخشتے۔ یہ سنتے ہی علامہ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ چہرے پر زردی آگئی۔ چند لمحے یہی کیفیت رہی اور پھر آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ پھر فرمایا۔ فقیر! میں کس منہ سے روضہ اطہر ﷺ پر حاضر ہوتا!

ہر کہ از سر نبی ﷺ گیرد نصیب
ہم بہ جبریل امین گردد قریب
دور دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ﷺ است
زندہ تا سوز او ﷺ در جان تست
این نگہ دارندہ ایمان تست

دین اسلام نام رشد و ہدایت' رواداری کا' اخوت و بھائی چارے' شفقت و رحمت کا' حسن و سلوک اور

مساوات کا کہ تمام جملہ خواص اسلام کی اساس میں ہی اسلامی تاریخ اُن ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہے کہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ کسی تدبر و حکمت وصلہ رحمی کے ساتھ تعلقات روا رکھے جاتے۔ انصاف و عدل کے کٹہرے میں کوئی فرق مسلم/غیر مسلم روا نہ رکھا جاتا۔ حق دار کو حق ملتا' مظلوم کو انصاف ملتا۔

مورخین تاریخ اس حقیقت کی بسر و چشم گواہی دیتے ہیں کہ اسلامی ادوار حکومت غیر مسلموں کیلئے بھی برابری و مساوات کا مکمل احترام کرتیں تھیں۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یا رسول اللہ آپ نے بیماریوں کو ان کی بیماریوں سے صحت عطا فرما دی ہے کہ روئے زمین کو اپنے جود و کرم سے لبریز کر دیا ہے۔''

اسلام سلامتی کا دین ہے۔

اسلام سلامتی' امن' اخوت کا دین ہے۔ اسلام کسی بھی ظلم' جبر کے نظریئے کو قبول نہیں کرتا' ایک عادلانہ' منصفانہ' معاشرے کی تعمیر و تکمیل ہی اس کی بنیادی جزئیات ہیں۔ موجودہ حالات کے تناظر میں غیر مسلم اقوام کا اسلام کے بارے میں منفی رویہ سخت ظلم اور سراسر ناانصافی ہے۔ اسلام کسی طرح کی بھی دہشت گردی وانتہا پسندی کے خلاف ہے کہ جس میں بے گناہ و نہتے لوگوں کا کشت و خون کیا جائے۔ اسلام نے سب سے پہلے اقوام عالم کیلئے اُصول معاشرت' قواعد جنگ و عدل سکھائے۔

عصر حاضر میں امہ مسلم کو درپیش حالات مشکلات سے نجات کا واحد حل یہ ہے کہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں اپنی راہ کا تعین کیا جائے اور اقوام عالم کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے روشناس کروایا جائے۔

یہاں پر اس نظریہ کو قطعی طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ دینِ اسلام میں اعتدال پسندی اور حکمت کے لئے بھی کچھ قواعد اور حدود رکھی گئی ہیں۔ معنی یہ کہ اسلام کے بنیادی اُصولوں سے متصادم کوئی اُصول' کوئی حکمت عملی قابلِ قبول نہیں ہے۔

سنہری جالیوں کے سامنے جھکتی ہیں جب آنکھیں

جدا ہوں ان ﷺ کے در سے دن بھی شب محسوس ہوتا ہے
وہاں اک عمر کٹ جائے تو کب محسوس ہوتا ہے
بہت بے کیف ہیں لمحے جو دُوری میں گزرتے ہیں
کہ اُن میں زندہ رہنا بے سبب محسوس ہوتا ہے
عجب ہے ساقیٔ کوثر ﷺ کے مسکن کا ہر اک راہی
نمی آنکھوں میں ہے اور تشنہ لب محسوس ہوتا ہے
سلامی دے رہی ہو دل کی دھڑکن جب مواجہ پر
چھلکتی ہوں نہ آنکھیں تو عجب محسوس ہوتا ہے
درِ خیر الوریٰ ﷺ پر وقت کے شاہوں کو بھی اپنا
بہت بے نام ہر نام و نسب محسوس ہوتا ہے
سنہری جالیوں کے سامنے جھکتی ہیں جب آنکھیں
مجھے دل کی ہر اک دھڑکن میں رَب محسوس ہوتا ہے
مہک منصوؔر نخلستان طیبہ کی جب آتی ہے
تو رشکِ خلد صحرائے عرب محسوس ہوتا ہے

منصور ملتانی

سیرتِ طیبہ ﷺ پر عمل کی ضرورت

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سنت رسول اکرم ﷺ کو اپنے عملی زندگی میں رائج کریں۔ سیرت النبی ﷺ کی محفلوں اور جلسوں میں جو باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں انہیں عملی جامعہ پہنائیں اور قول فعل کے تضاد کو ختم کریں۔ زیر نظر تحریر میں میجر عارف محمود نے سیرت النبی ﷺ پر عمل کی ضرورت کو واضح کیا ہے۔

دین محمد مصطفی ﷺ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں نہ صرف زندگی کے ہر شعبے سے متعلق رہنمائی موجود ہے بلکہ دین اسلام کا یہ بجا دعویٰ ہے کہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان انفرادی اور اجتماعی سطح پر مثالی زندگی گزار سکتا ہے۔ دین اسلام کی رہنمائی عبادات و اعتقادات' معاشرت و معیشت کردار وثقافت داخلی وخارجی امور مملکت اور مبارزت وکارزار غرض ہر شعبے میں مکمل اور جامع ہے۔ دین مبین کی تعلیمات انتہائی مستند اور محفوظ ترین حالت میں صدیوں سے نہ صرف محفوظ چلی آرہی ہیں بلکہ بڑی تیزی سے دنیا کے ہر فرد تک پہنچ رہی ہیں۔ ایسے میں متوقع تو یہ تھا کہ اسلامی معاشرے میں ہر طرف امن و آشتی کا دور دورہ ہو اور افراد کے درمیان بھائی چارے اور محبت کی فضا قائم ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اکثر اسلامی ممالک میں صورت حال برعکس ہے۔ ہر سو بے چینی' انتشار و فساد اور دہشت گردی و انتہا پسندی کا دور دورہ ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹتا دکھائی دیتا ہے۔ حاکم محکوم کا خون چوستا ہے' آجر اجیر کے درپے ہے' اولاد والدین سے بے زار اور تلامیذ تلامذہ کا شاکی ہے الغرض معاشرے میں خوش اور مطمئن فرد باقاعدہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ کیا ہمارے پاس آج بھی اسلام کی سنہری ترین تعلیمات موجود نہیں ہیں۔ جن تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ کبھی قابل رشک تھا' کیا آج بھی تفاسیر قرآن کریم اور کتب سیرت کے دفاتر نہیں لکھے اور

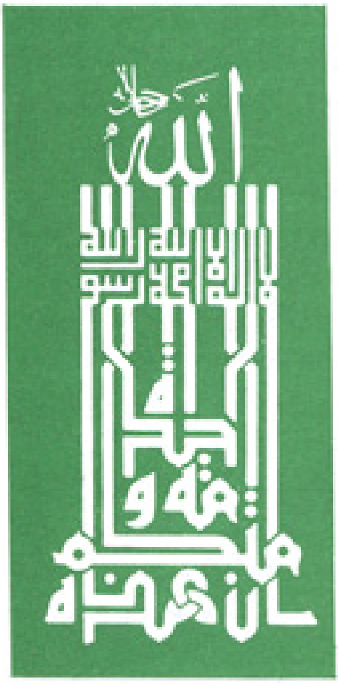

پڑھے جا رہے بلکہ آج تو جدید ترین انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے کثیر الجہتی طریقہ ہائے تعلیم بھی رائج ہیں۔ گھر گھر علماء کی تقریریں' مقالے' فقہی مباحثے اور مسائل کے حل قرآن و حدیث کی روشنی میں ٹیلی ویژن' کیبل اور انٹرنیٹ کے ذریعے پہنچ رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیمات اسلامی بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں؟

ان سوالوں کا جواب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت مقدسہ میں بڑی آسانی سے مل رہا ہے۔ دو جہانوں کے سردار' محبوب خدا ﷺ نے جو سنہری ترین اصول اپنایا اور جس اصول کی وجہ سے اُن ﷺ کا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا' وہ عمل تھا۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنی زبان مبارک سے ایسا حکم نے کبھی نہیں دیا جس پر خود عمل نہ کریں۔ آپ ﷺ نے اگر پانچ نمازوں کا حکم دیا تو خود آٹھ پڑھیں' ہم پر صرف رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے جبکہ خود حضور ﷺ کا کوئی ماہ روزوں کے بغیر نہ گزرتا تھا۔ آپ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں باقاعدہ زمین کے ایک ٹکڑے کی نشاندہی کر کے اس کی کھدائی کی' مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں مٹی گارے کے کام میں ہاتھ بٹائے۔ بیرونی مہمات میں باقاعدہ لکڑیاں چن کر ایندھن اکٹھا کرنے کا کام اپنے ذمے لیا' الغرض کوئی ایسا کام نہیں تھا جس کا حکم آپ ﷺ اپنے پیروکاروں کو دیں اور خود اس پر عمل کر کے نہ دکھائیں۔ چنانچہ عمل کی عدم موجودگی' امن و آشتی کے فقدان کا باعث ہے۔ اسلام نے عالم بے عمل کے لئے سخت وعیدیں سنائیں۔ ایسے دانشور اور ادیب جن کے قول و فعل میں تضاد ہو انہیں دنیاوی شہرت اور نام تو شاید مل جائے لیکن اللہ تعالیٰ کے دربار میں اُن کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اعلیٰ اسلامی اقدار کو عملی طور پر اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں اور آنحضور ﷺ

کی سنت پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف معاشرے میں ایک احسن اور فعال کردار ادا کریں بلکہ آخرت کے لئے بھی نجات کا اہتمام کریں۔

وسیع تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اسلام نے اپنے عالمگیر اور ہمہ جہت اصولوں کو ریاستی اور بین الاقوامی سطح پر رائج کر کے دکھایا۔ آج دوسری اقوام جن اصولوں اور اخلاقی اقدار کا پرچار کرتی ہیں' اسلام نے ان کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اسلام محض کھوکھلے' مجرد اور مبہم نعرے لگانے پر یقین نہیں رکھتا بلکہ عملی تفصیلات کا تعین اور عمل درآمد کر کے نمونہ پیش کرتا ہے۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

آج مدعیانِ انسانیت' بنیادی انسانی حقوق اور عالمی عدل و انصاف جیسے خوش نما موضوعات کا پرچار تو کرتے ہیں لیکن عملی کردار کو دیکھا جائے تو ان کے قول و فعل میں تضاد باعثِ شرم محسوس ہوتی ہے۔ ان کے پیمانے اپنوں کے لئے اور ہیں اور غیروں کے لئے اور۔ جبکہ ہمارے آقا ﷺ کے دینِ اطہر کی یہ خوبی ہے کہ اس کے داعی ﷺ سب سے پہلے خود عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ خارجی معاملات میں اس کی سب سے بڑی مثال حلف الفضول ہے جس کے تحت حضور نبی کریم ﷺ بنفسِ نفیس معاہدے میں شریک ہوئے۔ اس معاہدے کے تحت ایسے قبائل کی مدد کرنا شامل تھا جو بے گھر یا بے یارو مددگار ہوں' اس کے علاوہ مظلوم کی پکار پر پہنچنا اور بے سہارا لوگوں کی مدد کرنا بھی اس کا حصہ تھا اور اس کے بعد متعدد مواقع پر اپنے قول و فعل پر ضبط و اعتدال کا پہرہ بٹھاتے ہوئے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام ایک عملی دین ہے۔ معاہدہ حدیبیہ کی شرائط پر عمل کر کے ہمارے آقا ﷺ نے یہ بھی دکھا دیا کہ مصلحت اور حکمتِ عملی کے نتائج ہمیشہ مثبت اور دیرپا ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ابوجندل کا لہولہان جسم دیکھ کر جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے اپنے قول اور معاہدے پر قائم رہے' مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو مواخات جیسے سنہری اصول سے آغاز کیا۔ خارجی سطح پر میثاق مدینہ جیسا معاہدہ کر کے اہلِ عالم پر اپنے تدبر اور دور اندیشی کو ثابت کر دکھایا۔ الغرض انسانی معاشرت کا اعلیٰ ترین منشور' خطبہ حجۃ الوداع پیش کرتے ہوئے یاایھا الناس کہہ کر پوری انسانیت کو مخاطب کیا اور جتنے آفاقی سطح کے اصول مرتب فرمائے سب کے ساتھ ذاتی مثال پیش کی۔ آپ ﷺ نے جتنے احکامات صادر فرمائے اور سب سے پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان پر لاگو کیے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کا یہ اعجاز ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی مختصر زندگی میں ہی قرآن پاک کی عملی تفسیر پیش کی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مقدس کے دوران یا بعد آج تک دنیا کے کسی مذہب کا کوئی شخص آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک میں نعوذباللہ کسی قسم کی کمی بیشی یا سقم کی نشاندہی نہیں کر سکا۔

آنحضور ﷺ نے قول سے پہلے عمل کو اپنی زندگی کا اصول بنایا۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اہلِ قریش سے پوچھا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ آور ہونے والے ہے تو کیا آپ لوگ مان جاؤ گے؟ تو سب نے بیک زبان ہو کر کہا تھا کہ آپ ﷺ صادق و امین ہیں! اسی طرح جب ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے بنفسِ نفیس ہجرت فرمائی' غزوات میں شرکت فرمائی' تمام معاشرتی' سماجی' مذہبی اور ریاستی امور میں عملاً حصہ لے کر احکامِ الٰہی کی روشنی میں ایک جامع اور اکمل ضابطۂ حیات پیش کیا۔

آج ہم سیرتِ اطہر ﷺ کے گوشے گوشے کا مطالعہ اور پرچار کرتے ہیں' ہمیں زندگی کے ہر پہلو پر ایک بہترین عملی نمونہ نظر آتا ہے لیکن جب خود عمل کی باری آتی ہے تو ہم توجیہیں اور فرار کی راہ تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمیں قومی اور بین الاقوامی سطح پر بے چینی اور خفت کا سامنا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سنت رسول اکرم ﷺ کو اپنے عملی زندگی میں رائج کریں۔ سیرت النبی ﷺ کی محفلوں اور جلسوں میں جو باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں انہیں عملی جامعہ پہنائیں اور قول فعل کے تضاد کو ختم کریں۔ انشاء اللہ ہماری زندگی انتہائی باوقار' پُر امن اور خوشحال ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

زندگی کا نمونہ ـــــ تاریخ کا روشن فیصلہ

تمام انسانوں کے لئے وہی شخص نمونہ اور مثال قرار دیا جاسکتا ہے جس میں دو اوصاف موجود ہوں۔ ایک یہ کہ انسانی زندگی کی ساری ضرورتیں اس کی ایک زندگی میں جمع ہوں دوسرا یہ کہ اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں کامیابی ہو تاکہ کوئی انسان جو اس کے نمونہ پر چلے' ناقص و نامکمل نہ رہے دنیا کے مشہور بانیانِ مذاہب کی ذاتی مثالوں پر غور کریں اور دیکھیں کہ ان میں وہ کون سی ایسی شخصیت ہے جس کی زندگی میں انسانی ضرورتوں کے تمام پہلو جمع ہیں اور ہر پہلو مکمل ہے؟

سید سلیمان ندویؒ

تمام انسانوں کے لئے وہی شخص نمونہ اور مثال قرار دیا جاسکتا ہے جس میں دو اوصاف موجود ہوں۔ ایک یہ کہ انسانی زندگی کی ساری ضرورتیں اس کی ایک زندگی میں جمع ہوں چاہے وہ تاجر ہو' مزدور ہو' فقیر ہو' بادشاہ ہو' خاوند ہو' سپہ سالار ہو' سپاہی ہو' صناع ہو یا معلم ہو' تاکہ دنیا کا ہر ایک انسان اس کے نقش قدم پر چل سکے اور اسے اپنا رہنما بنا سکے۔ دوسرا یہ کہ اس کی زندگی تمام پہلوؤں میں کامیاب ہو' تاکہ کوئی انسان جو اس کے نمونہ پر چلے' ناقص و نامکمل نہ رہے۔ ایک شخص کا ایک ہی وقت میں باپ' خاوند' بادشاہ' تاجر اور مزدور' سپہ سالار و معلم ہونا واقعی ایک خوبی ہے لیکن اس سے بھی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی زندگی کے ان تمام رنگوں میں سے ہر ایک رنگ اپنی جگہ پر کامل اور بے مثال ہو۔

آیئے! اب اسی معیار کو سامنے رکھ کر دنیا کے مشہور بانیانِ مذاہب کی ذاتی مثالوں پر غور کریں اور دیکھیں کہ ان میں وہ کون سی ایسی شخصیت ہے جس کی زندگی میں انسانی ضرورتوں کے تمام پہلو جمع ہیں اور ہر پہلو مکمل ہے۔

کیا مہابیر سوامی کی ذاتی زندگی عیالدار انسانوں کے لئے نمونہ ہوسکتی ہے؟ کیا مہاتما بدھ کی شخصیت سے سپاہی اور سپہ سالار راہنمائی حاصل کرسکتے ہیں؟ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی ذاتی مثال میں سیاسی مدبروں اور کاروباری لوگوں کو کوئی روشنی مل سکتی ہے؟

ان سوالات کا جواب بالکل واضح ہے۔ مہابیر سوامی صرف ایک تیاگی تھے' مہاتما بدھ ایک سادھو تھے اور بس! حضرت مسیح ؑ ذاتی طور پر ایک معلم اخلاق ہی تھے۔ ان بزرگوں کی ذاتی مثال اور عملی زندگی خاص خاص گروہوں کے لئے نمونہ' زندگی ہو

سکتی ہے لیکن وہ سارے انسانوں کے لئے نمونہ نہیں ہوسکتی۔

اسوۂ باقی

انسان کی ترقی اور نجات دو باتوں میں ہے' ایک یہ کہ زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین اصول تیار کیے جائیں۔ دوسرے یہ کہ یہ اصول انسانی زندگی میں عملی طور پر رائج ہو جائیں۔ اگر اصول صحیح ہوں اور زندگی کا عمل بھی صحیح ہو تو سمجھئے کہ نوعِ انسانی کے سب مسائل طے ہیں اور سب مرادیں حاصل!

صحیح اصولوں کی تیاری کا کام عرصہ ہوا ختم ہو چکا ہے۔ دنیا کے تمام نبی' رشی اور سنی اسی لئے آئے تھے۔ تمام بڑے بڑے مذاہب کی بنیادیں انہیں اصولوں پر رکھی گئی تھیں اور اب طباعت کی قوت نے ان تمام علمی اور اصولی سچائیوں کو بالکل بے نقاب کر کے نوعِ انسان کے سامنے نمایاں کردیا ہے۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ) اب حق واضح ہے اور سب کے سامنے ہے۔

اس وقت نوعِ انساں کا حل طلب سوال صرف یہ کہ زندگی کی ان طے شدہ سچائیوں کو عملی زندگی میں کیونکر نافذ کیا جائے؟ اس لئے کہ انسان کی بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ سچائی کو جانتا ہے مگر عمل نہیں کرتا' اس کے سامنے اغراض ہیں' مفاد ہیں' مخصوص مصلحتیں ہیں' ضد و تعصب ہے' غفلت و غرور ہے' دھڑا بندی اور حسد و رقابت ہے۔ یہ تمام اندھیرے اس کی عملی زندگی پر اس طرح چھائے رہتے ہیں کہ سچائی اس کو ہر قدم پر پکارتی ہے مگر وہ ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔

آپ پوچھیں گے پھر اس مشکل کا حل کیا ہے؟ حقیقی عمل' صرف عمل و مثال اور اثر و محبت کی قوت ہی سے دنیا میں نافذ ہوسکتا ہے آج دنیا کو عملی نمونہ اور مثال کی ضرورت ہے۔ ایسا نمونہ اور مثال جو اپنے عمل کی بزرگی اور اثر کی گرویدگی سے دنیا کا

محبوب بن جائے' انسان کے دل پر چھا جائے اور نوعِ انسان کی روح کو اس طرح مسخر کرلے کہ اگر وہ مشرق کی طرف اشارہ کرے تو سب لوگ مشرق کی طرف جھک پڑیں' اگر وہ مغرب کی طرف دیکھے تو سب لوگ مغرب کی طرف دیکھنے لگیں۔

دیکھئے! ایک معمولی مثال ہے' اگر بائبل ہوتی اور مسیحؑ نہ ہوتے' اگر قرآن ہوتا اور محمد ﷺ نہ ہوتے تو دنیا میں کبھی انقلاب پیدا نہ ہوسکتا۔ مسیحی اور اسلامی انقلابات صرف کتابی اصولوں نے پیدا نہیں کئے' یہ ان شخصیتوں نے پیدا کئے ہیں جن کا انجیل اور قرآن پر عمل تھا۔ الہامی کتابوں کے ساتھ جو نبی اور رسول (علیہم السلام) بھیجے گئے' ان کے بھیجنے کا فلسفہ اور اصول یہی خلقِ خدا کی اصلاح اور ہدایت کا نظام ہے کہ اللہ کے نبی خلقِ خدا کے سامنے اپنے پیغام پر عمل کرتے ہیں' اس سے ان کی زندگی اس قدر حسین وجمیل اور محبوب و مرغوب ہوجاتی ہے کہ بے شمار لوگوں کے دل ان کی ہمدردیوں' احسان مندیوں اور خوش اخلاقیوں پر گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا عمل لوگوں کو گرویدہ کرتا ہے۔ اس کے بعد صرف وہ ایک اشارہ کرتے ہیں اور ہزار ہا لوگ ان کے اثر ومحبت کی مجبوری سے ان کے نقشِ قدم پر چل کھڑے ہوتے ہیں اور لیکن اگر کسی وقت یہ اثر باقی نہ رہے' مثلاً قوم کو اپنے رہنما کے پُراثر حالات یاد نہ رہیں تو پھر رشتۂ محبت کٹ جاتا ہے اور پھر اس کے بعد کتابی اصولوں اور خیالی نظروں پر کوئی عمل نہیں کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت کے متعلق مبشرِ اسلام ﷺ کی ایک روایت بیان کی۔ جب حدیث ختم ہوگئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے پھر سامعین سے فرمایا ''تم پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنستا ہوں'' لوگوں نے سوال کردیا' تو آپ فرمانے لگے' اس موقع پر مبشرِ اسلام ﷺ بھی اسی طرح مسکرائے تھے۔

آیئے دنیا کے مشہور ترین بانیانِ مذاہب کے متعلق تاریخ سے دریافت کریں کہ وہ کون سی شخصیت ہے جس کی تمام وکمال زندگی زندہ ہو' جس کا اثر زندہ ہو' جس کی ہر ایک ادا' ہر لفظ' ہر معاملہ کے ساتھ ساتھ اس کے اہل وعیال اور دوست دشمن بھی سب کے سب زندہ ہوں۔

اس دنیا میں کوئی بھی ایسی قوم نہیں گزری' جس میں کوئی نبی نہ بھیجا گیا ہو' ایک اسلامی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف قوموں اور ملکوں میں اللہ کی طرف سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے گئے لیکن عملی زندگی کی حالت یہ ہے کہ اس وقت دنیا کے سامنے ایک بھی ایسی کتاب موجود نہیں جو کسی بانی مذہب کی زندگی میں لکھی گئی ہو اور جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ وہ فلاں فلاں محفوظ ہاتھوں سے گزرتی ہوئی اب اپنی اصل شکل وصورت میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں کی سوانح حیات اور الہامات کی کیوں حفاظت نہ کی؟

جواب یہ ہے کہ ہر ایک گھر میں الگ الگ چراغ صرف اسی وقت تک جلتے ہیں' جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو' ابتدائی زمانے میں جب کہ قوموں کے دائرے تنگ اور محدود اور علیٰحدہ علیٰحدہ تھے' انسان کی بھلائی اس میں تھی کہ ان کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ چراغ ہوں' لیکن اس وقت جب کہ چھاپہ' ریل' تار' جہاز اور طیاروں کی ایجادات نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے ملا دیئے ہیں اور جب کہ زمین پر عالمگیر مادی اور نظریاتی اتحاد کے مضبوط ترین وسائل مہیا ہو چکے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ ان تمام نبیوں کو جو اپنی اپنی قوم کے لئے نبی تھے اور ابتدائی وقت کے لئے بھیجے گئے تھے' تاریخی زندگی عطا فرما کر ان کے حالات اور اثرات محبت کو قائم کردیتا تو شاید انسان کا ایک قدم بھی قومی تفریق سے انسانی اتحاد کی طرف نہ اٹھ سکتا' پس

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ نہ ڈالو

مشیتِ الٰہی کا تقاضا یہی ہوا کہ وہ تمام پیغمبر جو ایک محدود وقت اور زمانہ کی ہدایت کے لئے آئے تھے' انہیں تاریخی حیثیت نہ دے۔ ان کی روزمرہ کی زندگی کی تصویر کچھ عرصہ تک انسان کے سامنے رہی اور پھر اوجھل ہوگئی اور بعض کا دنیا میں صرف نام باقی ہے' بعض کا نام بھی باقی نہیں' بعض کی یاد قصوں' افسانوں اور ناٹکوں کے لباس میں گم ہے اور بعض کے وجود کے متعلق بھی دنیا کو اشتباہ ہے۔ اب یہ امر ظاہر ہے کہ جن بانیانِ مذاہب کی زندگی' اس درجہ انسان کی نگاہ سے اوجھل ہو وہ نہ تو انسان کی محبت کا مرکز بن سکتے ہیں اور نہ اجتماعی زندگی میں جوش اور عمل کی قوت پیدا کر سکتے ہیں۔ چونکہ ان کے اعمال ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں' اس واسطے انسان کی فطرت' ان کے محض اقوال سے تسکین نہیں پاسکتی' چونکہ ان کی زندگی کا کوئی جامع نقش ہمارے سامنے موجود نہیں ہے' اس واسطے مختلف انسانی گروہ ان کی زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں لے سکتے اور ان حالات میں اگر انہیں انسانیت کے لئے ''نمونہ تقلید'' قرار دے بھی دیا جائے تو اس

سے دنیا کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

پیغمبر اسلام

اب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حالات پر نظر ڈالئے۔ آپ ﷺ 22 اپریل 571ء کی صبح سعادت میں پیدا ہوئے اور 23000 دن 6 گھنٹے اس دنیا میں قیام فرما رہے۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ آج تک اس کرۂ زمین پر کوئی انسان پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا جس کے صحیح اور تفصیلی حالات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح نوعِ انسان کے سامنے موجود ہوں۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ دو بڑے اسباب پر مبنی ہے:

1۔ حضرت محمد ﷺ کو اپنی زندگی کی قدر و قیمت معلوم تھی، آپ ﷺ نے یہ امر اپنے پیروؤں کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ آپ ﷺ تمام نوعِ انسان کے لئے اللہ کے نبی ہیں، قیامت تک کے لئے ہیں اور آپ ﷺ کا ہر فعل آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ زندگی ہے۔ اسی بناء پر آپ ﷺ نے اپنے عہد کے ہر موجود مسلمان کو حکم فرمایا تھا۔ مفہوم: ''میرے حالات دوسروں تک پہنچا، خواہ ایک جملہ تمہیں معلوم ہو (سنن ترمذی، کتاب العلم)

اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مسلمان جس نے ایک مرتبہ بھی آپ ﷺ کو دیکھا تھا آپ ﷺ کی حیاتِ پاک کا مبلغ بن گیا۔

آخری حج میں ایک لاکھ مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے پورے 13 ہزار بزرگوار وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق ایک یا زیادہ جملے دوسروں کے پاس بیان کیے ہیں۔ اس لئے ان تیرہ ہزار بزرگوں کے حالاتِ زندگی نام بنام تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ان 13 ہزار انسانوں کے چشم دید بیانات کے علاوہ ان مسلمانوں کی تعداد جنہوں نے ایک یا دو واسطوں سے آپ ﷺ کی حیاتِ پاک کے بیان کرنے میں حصہ لیا ہے، پانچ لاکھ ہے۔ ان پانچ لاکھ کے حالاتِ زندگی نہایت ہی صحت اور دیانت کے ساتھ اسماء الرجال کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور دنیا ہر ایک جملہ کے متعلق جو ہم پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق بیان کر رہے ہیں، تصدیق کر سکتی ہے کہ اس جملے کا راوی کون ہے اور کیسا ہے؟

چنانچہ ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں:

''کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری اور نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیات کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی زندگی پر بے حد اعتماد تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حکم فرمایا جو لوگ موجود ہیں۔ وہ آنے والوں کو میرے حالات کی اطلاع دیں (صحیح بخاری کتاب العلم) بیبیوں کو حکم تھا، جو کچھ تنہائی میں مجھ سے دیکھو وہ دوسروں کے پاس بیان کردو۔

آپ ﷺ کے ایک صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ وہ زبان مبارک سے جو کچھ سنتے تھے، لکھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے ان کو منع کیا لیکن جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا، عبداللہ! تم لکھ لیا کرو، اس منہ سے جو کچھ نکلتا ہے، حق نکلتا ہے۔

شمائل ترمذی ایک قدیم ترین کتاب ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی صرف روزمرہ کی عادتیں بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے کتاب میں کل 52 باب قائم کئے ہیں۔ ہر باب میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشاہدات جمع کیے ہیں۔ چند مستقل ابواب کی فہرست ملاحظہ ہو:

''آنحضرت ﷺ کے بال، کنگھی، پکے ہوئے بال، خضاب، سرمہ، جوتی، انگوٹھی، عمامہ، پاجامہ، رفتار، نشست، تکیہ و بستر لگانا، پیالہ، کیا کیا پیتے تھے، کیسے پیتے تھے، خوشبو، حجامت، رات کی باتیں، تبسم۔''

آپ اس نکتے سے اندازہ فرمائیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کس حد تک بیان کی گئی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق جو کچھ بھی دیکھتے تھے، دوسروں کے پاس بیان کر دیتے تھے۔ انہیں یہ بالکل پروا نہ تھی کہ وہ بات قابلِ بیان بھی ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک بزرگوار فرماتے ہیں 'پیغمبر اسلام ﷺ کا حلیف نامی ایک گھوڑا تھا، وہ ہمارے باغ میں چرا کرتا تھا۔ دوسرے فرماتے ہیں حضور ﷺ کے جوتے میں دو تسمے تھے۔ تیسرے فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ بائیں پہلو پر تکیہ لگائے بیٹھتے تھے، بس!

یہ روایات ظاہری طور پر خواہ کس قدر بھی غیر ضروری معلوم ہوں لیکن یہ انہی کا نتیجہ تھا کہ تاریخ کے اوراق پر سیرتِ نبوی ﷺ کی تصویر اس قدر صاف اور بے پردہ اتری ہے کہ اس کے ایک بال پر بھی تاریکی کی جھلک باقی نہیں۔

صحتِ حالات

2۔ بَلِّغُوا عَنِّی کے علاوہ پیغمبر اسلام نے دوسرا حکم یہ دیا تھا:

ترجمہ: جو شخص قصداً کوئی غلط بات میری طرف نسبت کرے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے (کنز العمال)

اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے محدث دنیا بھر کے مورخوں میں سب سے زیادہ صادق، امین اور محتاط بن گئے۔ عام مورخوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جب ایسے اہم اور سنگین واقعات بھی بیان کرتے ہیں، جن کا اثر کسی فرد یا جماعت کی عزت و نیک نامی کے ساتھ، قیامت تک موجود رہنے والا ہو تو وہ اپنے بیان کی تصدیق میں کوئی قابلِ اعتماد شہادت پیش نہیں کرتے اور ایک زمانہ گزرنے پر ان کی یہ محض تحریریں ایک مستند تاریخ بن جاتی ہیں۔

لیکن محدثین (پیغمبر اسلام ﷺ کے حالات بیان کرنے والے) کی حالت یہ ہے کہ اگر انہوں نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کی جوتی میں دو تسمے تھے“ تو وہ گواہوں کا پورا سلسلہ نقل کردیتے ہیں اور پھر ہر شخص کے متعلق بتاتے ہیں کہ وہ کون تھا؟ اس کے چال چلن، حافظہ، عمر، تعلیم، اعتماد اور اخلاق کی حالت کیا تھی؟ اور اصل واقعہ سے اسے کیا تعلق تھا۔ اس سلسلے میں اگر ایک شخص کے متعلق بھی انہیں بے اعتمادی ہے تو، وہ سارے بیان کو مسترد کردیتے ہیں۔

محدثین کرام کی چند احتیاطیں ملاحظہ ہوں:

1۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب روایت کرتے، کبھی یہ نہ فرماتے ”پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ فرمایا ہے“ ایک دن یہ جملہ ان کی زبان سے نکل گیا، پھر کیا تھا، دفعتاً حیران ہوکر رہ گئے، سر جھک گیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے، گھنڈیاں کھلی تھیں، گلے کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے، حضور ﷺ نے یوں فرمایا ہے یا یوں، اس سے زیادہ کچھ کم یا اس کے مشابہ۔“

2۔ امام وکیع کے باپ سرکاری خزانچی تھے۔ وہ جب کوئی روایت کرتے، تو امام صاحب جب تک دوسروں سے اس کی تصدیق نہ کرلیتے، باپ کے بیان پر اعتماد نہ فرماتے۔

3۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت کے متعلق پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک روایت بیان کی۔ جب حدیث ختم ہوگئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے پھر سامعین سے فرمایا ”تم پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنستا ہوں“ لوگوں نے سوال کردیا، تو آپ فرمانے لگے، اس موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ بھی اسی طرح مسکرائے تھے۔

4۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں مقیم تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ انہیں قصاص (بدلہ) کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث یاد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے بازار میں پہنچے، ایک اونٹ خریدا اور ایک حدیث کے چند جملوں کے لئے مدینہ سے مصر تک برابر ایک مہینہ سفر کرکے مصر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو فرمایا، میں اس لئے مصر آیا ہوں کہ ہم دونوں میں سے کسی کی موت سے پہلے، آپ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سن لوں۔

کہاں تک تفصیل بیان کی جائے، مختصر یہ کہ بلغو عنی (میرے حالات دوسروں کے پاس بیان کرو) کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی دو لفظوں کا جملہ جو کسی وقت رسول اللہ ﷺ زبان مبارک سے نکل گیا، مسلمانوں نے اسے ہوا کی موجوں میں جذب نہیں ہونے دیا اور ”میرے متعلق جھوٹی روایت کرنے والا دوزخی ہے“ کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے سیرتِ پاک کے متعلق جتنے بھی الفاظ کتابوں کے اوراق پر آئے، وہ الفاظ نہ تھے، بلکہ واقعات کی جیتی جاگتی اور بولتی چالتی تصویریں تھی۔ جب یہ صحت اور تفصیل بہم پہنچی تو دنیا بھر کے محقق اور مورخ چاروں طرف سے امنڈ آئے اور ماہتاب رسالت ﷺ کے گرد ستاروں کا جھرمٹ لگ گیا، ہر زبان میں سیرت کی کتابیں لکھی جانے لگیں۔ رسالہ المقتبس دمشق کی مرتبہ فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یورپ کی مختلف زبانوں میں سیرت رسول اللہ ﷺ پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں، ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے کم نہیں ہے۔ پروفیسر مارگولیس جیسے مخالفین کی یہ حالت ہے کہ جب وہ سیرت نبوی ﷺ کی کتابیں دیکھتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں۔

”محمد ﷺ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا ناممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ عزت ہے“ (مارگولیس ”محمد“ ص 1)

جان ڈیون پورٹ صاحب کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

”اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مصنفوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کے سوانح حیات محمد (ﷺ) کے سوانح حیات سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔“ (اپالوجی فارم محمد (ﷺ) اینڈ دی قرآن)

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ نے محمد اینڈ محمڈنزم ﷺ میں زرتشت، کنفیوشس، سولن، بقراط، موسیٰ، عیسیٰ اور گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی کے دھندلا پن پر درد و حسرت کا اظہار کیا ہے اور پھر لکھا ہے:

”لیکن اسلام اس سلسلے میں ہر چیز میں ممتاز ہے یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں، کوئی شخص نہ خود دھوکا کھا سکتا ہے نہ دوسروں کو دھوکا دے سکتا ہے۔ یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر ایک چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پڑ رہی ہے“ ص 14-15)

یہ داستان تہذیب کے اعترافات ہیں اور اس وجود ﷺ کے متعلق ہیں، جو ان پڑھ تھا اور یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ دنیا رسول اللہ ﷺ کی تصویر دیکھے اور فائدہ اٹھائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ علٰی محمد و علٰی
آلِ محمد وبارك وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کافۃ للناس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پوری انسانیت کیلئے

- اسلامی فلاحی معاشرہ
- اسلام کی اعتدال پسند روشن خیالی اور عصر حاضر
- امّتِ وسط
- عہد نبوی ﷺ میں نظام حکومت
- اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی
- رواداری
- مومن کی گمشدہ میراث

شوکت عزیز، وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر خالد مسعود، پیر ڈاکٹر محمد خالد زکوڑی شریف،
علامہ عقیل ترابی، بشیر احمد، صائمہ اقبال، عائشہ عارف، فرح بتول، عباس عالم، ماریہ جمیل

اسلامی فلاحی معاشرہ

اسلام میں بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ ایڈجسٹ ہونے کی پوری پوری صلاحیت ہے۔ اسلام کا فلسفہ اجتہاد اور قیاس ہمیں وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لئے ایک فریم ورک مہیا کرتا ہے۔ اسلام کی یہ لچک اسے ہر دور اور ہر علاقے کے لئے قابلِ قبول بناتی ہے۔ زیرِ نظر تحریر 29 ویں قومی سیرت کانفرنس 2005ء سے وزیرِاعظم شوکت عزیز کے خطاب سے اقتباسات پر مشتمل ہے۔

29ویں قومی سیرت کانفرنس کا عنوان ''عصر حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال' اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل و ضرورت سیرتِ طیبہ کی روشنی میں۔'' موجودہ حالات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اپنے بے پناہ افرادی اور قدرتی وسائل کے باوجود مسلمان ملکوں کو دنیا میں وہ مقام حاصل نہیں ہے جو ان کا حق ہے۔ آج کا اسلامی معاشرہ بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دوری ہے۔ ہم نے ان سنہری اصولوں کو تاریخ کے کسی حصے میں کہیں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے جن کی بنا پر ایک اسلامی فلاحی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبیﷺ کی پوری زندگی قرآنِ کریم کی تفسیر ہے۔ آپﷺ کا ہر عمل اسلام کے پیغام کے مطابق ہے۔ آپﷺ کی سیرت سے ہمیں دنیا کے ہر معاملے میں رہنمائی ملتی ہے۔ معزز حاضرین! ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ دنیا میں آنے والے تمام نبی اور رسول اسلام ہی کا پیغام لائے کیونکہ

قابلِ قبول نہیں ہے جو سموئیل فسنگ صاحب نے Clash OF Civilizations کی بات کی ہے۔ اس کو ہم رد کرتے ہیں۔ یہ ہمارے نبیﷺ کا اعزاز ہے کہ آپﷺ کو رحمۃ للعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپﷺ سے پہلے جو نبی اور رسول دنیا میں تشریف لائے ان کا مینڈیٹ محدود تھا' وہ کسی خاص قوم' علاقے اور مدت کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے۔ جبکہ ہمارے نبیﷺ آنے والے ہر دور' علاقے ' رنگ و نسل کے لئے دنیا میں رہنمائی کے لئے بھیجے گئے۔ انسان پیدائشی طور پر ترقی پسند ہے ترقی پسندی سے میری مراد کوئی نظریاتی ترقی پسندی نہیں بلکہ یہاں میری مراد انسان کی فطرت سے ہے۔ وہ ترقی کرنا چاہتا ہے اور وہ ترقی پسند ہے۔ اپنے ماحول کو بہتر سے بہتر بنانا چاہتا ہے اپنی زندگی کو آسان سے آسان تر بنانا چاہتا ہے۔ انسان نے اپنی اسی فطرت کی وجہ سے پتھر کے زمانے سے آج کے خلائی دور تک کا سفر طے کیا ہے اور ترقی کا یہ سفر قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارا اس بات پر بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیﷺ کے بعد پیغمبروں کا سلسلہ بند کردیا ہے اور یہ سلسلہ شاید اس لئے بند کیا گیا ہے کہ انسانی ذہن اور شعور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام کو سمجھنے' اسے محفوظ رکھنے اور اس کے بنیادی اصولوں کی بنیاد پر آئندہ کے مسائل حل کرنے کے لئے پختہ ہو چکا ہے۔ اسلام میں بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ ایڈجسٹ ہونے کی پوری پوری صلاحیت ہے۔ اسلام کا فلسفہ اجتہاد اور قیاس ہمیں وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لئے ایک فریم ورک مہیا کرتا ہے۔ اسلام کی یہ لچک اسے ہر دور اور ہر علاقے کے لئے قابلِ قبول بناتی ہے۔

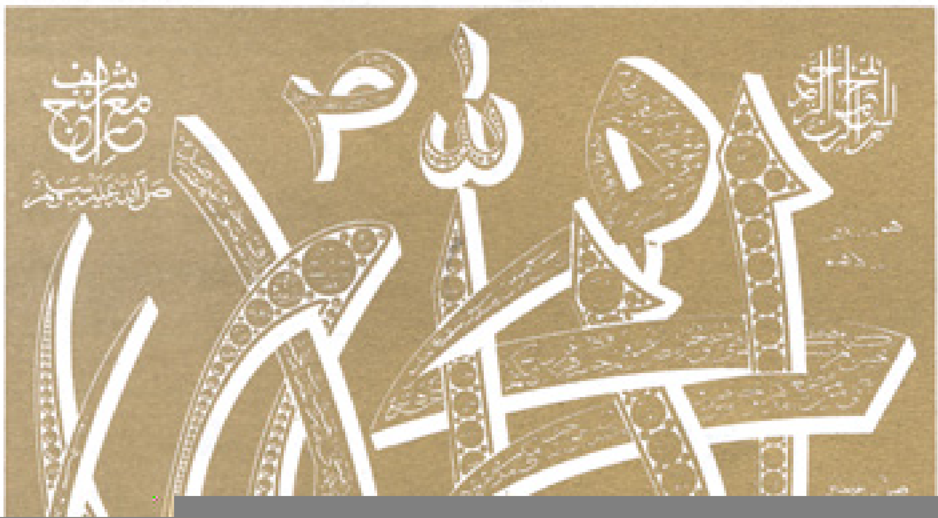

روشن خیالی

ہم سب جانتے ہیں کہ اسلام کے معنی امن اور
اور امن وسلامتی کے لئے اعتدال ضروری

اسلام کی اعتدال پسند روشن خیالی اور عصر حاضر

توحید کا مطلب یہ نہ لیا جائے کہ دوسروں کے خداؤں کو بُرا بھلا کہو۔ یہود و نصاریٰ اہل کتاب ہیں۔
قابلِ احترام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انسانوں کو کسی رنگ و نسل کی بناء پر فضیلت نہیں۔ زیر

بھی ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ کے ذریعے دین کی تبلیغ
بھی ہوئی اور نبوت کا سلسلہ بھی انجام کو پہنچا۔ اللہ
نے نبی ﷺ کے ذریعے دین کی تکمیل کر دی اور اب
غیّ (گمراہی) الگ، رُشد (ہدایت) الگ نیکی اور
بدی دونوں واضح کر دیے گئے اب کسی نبی کی
ضرورت نہیں۔ دوسرے مذاہب میں پنڈت، پادری،

اخلاقِ عالیہ اور اِصلاحِ معاشرہ

آپ ﷺ نے اپنے حسنِ اخلاق اور سیرت و کردار سے ایک ایسی قوم جو اخلاقی لحاظ سے پست تھی اسے دنیا

تھے کوئی بُرا کلمہ آپ ﷺ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے' عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ نہایت فیاض' نہایت راست گو' نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔"

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: "آپ ﷺ نرم خو تھے' سخت مزاج نہ تھے کسی کی توہین روا نہ رکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے۔ کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اس کی تعریف فرماتے۔ کوئی اگر کسی امر حق کی مخالفت کرتا تو آپ ﷺ کو غصہ آجاتا اور اس کی پوری حمایت کرتے لیکن خود اپنے ذاتی معاملے پر کبھی غصہ نہ کرتے اور نہ کسی سے انتقام لینے کا سوچتے۔

آپ ﷺ کے تمام اخلاق و اعمال اس قدر پختہ اور مستحکم تھے کہ عمر بھر ان میں ایک ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ آپ ﷺ کا عبادات سے لے کر عام میل جول تک جو معمول تھا وہی مسلمانوں کی زندگی کا دستورالعمل ہے۔

حضور اکرم ﷺ حسنِ معاملہ پر زور دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے سخت ترین مخالفین بھی آپ ﷺ کی دیانت اور حسنِ معاملہ کے معترف تھے اور آپ ﷺ کو "امین اور صادق کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ سخت مشکلات اور پیچیدگیوں میں بھی عدل و انصاف کا پلہ کبھی کسی طرف جھکنے نہ پاتا۔ عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو ایک طرف یہود بھی جو آپ ﷺ کے شدید ترین دشمن تھے' اپنے مقدمات حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔

فیاضی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ فقیروں کے ملجاء' ضعیفوں کے والی اور یتیموں کے مولیٰ تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی سخی نہ تھا۔ تمام عمر کسی کے سوال پر "نہیں" کا لفظ نہیں کہا۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ گھر میں کوئی چیز موجود ہوتی تو جب تک وہ خیرات نہ کردی جاتی گھر میں آرام نہ فرماتے۔ ایک دن

> ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: "آپ ﷺ نرم خو تھے' سخت مزاج نہ تھے کسی کی توہین روا نہ رکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے۔ کسی چیز کو برا نہیں کہتے تھے کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اس کی تعریف فرماتے۔ کوئی اگر کسی امرِ حق کی مخالفت کرتا تو آپ ﷺ کو غصہ آجاتا اور اس کی پوری حمایت کرتے لیکن خود اپنے ذاتی معاملے پر کبھی غصہ نہ کرتے اور نہ کسی سے انتقام لینے کا سوچتے۔

حضور اکرم ﷺ عصر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول فوراً گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً واپس آگئے۔ لوگوں کو تعجب ہُوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو نماز میں خیال آیا کہ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ گمان ہُوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہوجائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے اس لئے جا کر اس کو خیرات کردینے کو کہہ دیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو چیز حضور ﷺ کے پاس آتی جب تک صرف نہ ہوجاتی آپ ﷺ کو چین نہ آتا۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو چہرہ مبارک متغیر تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! خیر ہے؟ فرمایا کل جو سات دینار آئے تھے شام ہوگئی اور بستر پر پڑے رہ گئے۔

آپ ﷺ کے اخلاق و عادات میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں تھا وہ ایثار تھا۔ اولاد سے آپ ﷺ کو بے انتہا محبت تھی۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تشریف لاتیں تو فرطِ محبت سے کھڑے ہوجاتے۔ پیشانی کو بوسہ دیتے' اپنی جگہ بٹھاتے' مہمان نوازی میں بھی آپ ﷺ بے مثل تھے۔ آنحضرت ﷺ خود بہ نفسِ نفیس مہمانوں کی خاطر داری اور تواضع فرماتے تھے۔ یوں بھی جو لوگ حاضر ہوتے تھے' بغیر کھائے پیئے واپس نہ آتے تھے۔ فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہیں تھا۔ مشرک کافر سب آپ ﷺ کے مہمان ہوتے۔ آپ ﷺ ان کی مہمان نوازی کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ان کی نذر ہوجاتا اور تمام اہل و عیال فاقہ کرتے۔ آپ ﷺ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری فرماتے تھے۔

کسی کا بےضرورتِ شدیدہ سوال کرنا آپ ﷺ کو سخت ناگوار گزرتا۔ ارشاد فرماتے کہ "اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لادلائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے کچھ سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟ بولے بس ایک بچھونا ہے جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں اور کچھ بچھا لیتا ہوں اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوائیں اور پھر فرمایا یہ چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے دو درہم لگائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے بڑھ کر بھی کوئی دام لگاتا ہے۔ ایک صاحب نے درہم اور بڑھا دیئے آپ ﷺ نے دونوں چیزیں فروخت کرکے درہم انصاری کے حوالے کردیئے کہ ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ اور دوسرے سے رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچو۔ چندرہ دن کے بعد انصاری خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو دس درہم ان کے پاس جمع ہوگئے تھے۔ اس سے کچھ کپڑا خریدا' کچھ غلہ مول لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ اچھا ہے یا کہ قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جاتے۔ انسان کو گداگری کی ذلت سے بچنے کے لئے دعاگو رہنا چاہیے۔

رہبانیت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بعض بزرگ میلانِ طبعی یا عیسائی راہبوں کے اثر سے رہبانیت پر آمادہ تھے' آنحضرت ﷺ نے انہیں باز رکھا۔ عرب میں صوم و صال کا طریقہ مدت سے جاری تھا اور وہ کئی کئی دن مسلسل روزے رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عہد کرلیا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے۔ حضورِ اکرم ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو بلوا کر پوچھا کیا یہ خبر صحیح ہے' عرض کی "ہاں" صحیح ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے' آنکھ کا حق ہے' بیوی کا حق ہے۔ مہینے میں تین دن روزے کافی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا کہ اچھا تیسرے دن روزہ رکھ لیا کرو۔ کہنے لگے میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' ارشاد فرمایا کہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھ لیا کرو کہ یہی داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا اور افضل الصیام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ مجھے اس سے بھی زیادہ کی قدرت ہے ارشاد ہوا بس اس سے زیادہ بہتر نہیں۔

ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاص اس غرض سے ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی عبادت کے حالات دریافت کریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ رات دن عبادت کے سوا کچھ نہیں کرتے ہوں گے۔ حالات سنے تو ان کے معیار کے موافق نہ تھے۔ بولے اور بھلا ہم کو آنحضرت ﷺ سے نسبت؟ اللہ نے ان کے سب گناہ معاف کردیئے۔ پھر ایک صاحب نے کہا! میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے صاحب بولے! عمر بھر روزے رکھوں گا۔ ایک اور صاحب نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ حضورِ اکرم ﷺ سن رہے تھے فرمایا: "اللہ کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں تاہم روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں' عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے پر نہیں چلتا وہ میرے گروہ سے خارج ہے۔"

حضور ﷺ کو ہر چیز میں سادگی اور بے تکلفی پسند تھی۔ کھانے پینے' پہننے اوڑھنے' اٹھنے بیٹھنے' کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا تناول فرماتے۔ پہننے کو جو میسر آتا پہن لیتے۔ زمین فرش اور چٹائی وغیرہ جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ لباس میں نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کے اہل و عیال بھی سادہ زندگی بسر کریں۔ آپ ﷺ کی نظر میں ہر امیر و غریب' آقا و غلام سب برابر تھے۔ حضرت سلمان' حضرت صہیب رومی' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب غلام رہ چکے تھے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں رؤسائے قریش سے کم رتبہ نہ تھا۔ قریش اپنے فخر و امتیاز کے لئے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے اس تفریق کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد بھی آپ ﷺ ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ مقام کرتے۔ علاوہ بریں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہیں خاص طور سے کوئی عمدہ جگہ دیکھ کر آپ ﷺ کے لئے مخصوص کردی جائے اور وہاں سایہ کے لئے کوئی چھپر ڈال دیا جائے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تجویز پیش کی تو فرمایا: "جو پہلے پہنچ جائے اسی کا مقام ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب سب مل کر کوئی کام کرتے تو ہمیشہ آنحضرت ﷺ ان کے ساتھ شریک ہوجاتے اور معمولی مزدوروں کی طرح کام انجام دیتے۔ مدینہ میں آکر سب سے پہلا کام مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تھا۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح خود آنحضرت ﷺ بھی بہ نفسِ نفیس شریک تھے۔ خود اپنے دستِ مبارک سے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خندق کھود رہے تھے تو آپ ﷺ بھی ایک مزدور کی طرح کام کررہے تھے یہاں تک کہ پیٹ پر مٹی اور خاک کی تہہ جم گئی۔

> حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ خندہ جبیں' نرم خو مہربان طبع تھے' سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہ کرتے تھے کوئی بُرا کلمہ آپ ﷺ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے' عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ نہایت فیاض' نہایت راست گو' نہایت نرم طبع اور نہایت خوش صحبت تھے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیماروں کی تیمارداری کیا کرو۔ آپ ﷺ خود بھی غریب سے غریب بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ شرم و حیا کے پیکر تھے۔ کبھی کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کی۔ بازاروں میں جاتے تو چپ چاپ گزر جاتے۔ تبسم کے سوا کبھی لب مبارک خندہ و قہقہہ سے آشنا نہیں ہوئے۔ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو ترجیح دیتے۔ بازار سے سودا خرید کر لے آتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ دیتے۔ اس کو چارہ ڈالتے۔ ڈول میں ٹانکے لگا دیتے معمولی کام اپنے دستِ مبارک سے انجام دے کر ہمارے لئے نمونہ پیش کیا کہ اپنے معمولی کام کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ دوسروں کے کام آنا بھی حضور ﷺ کا معمول تھا۔

ابتدائے اسلام سے انتہا تک اسلام کا ایک ایک کارنامہ آنحضرت ﷺ کے عزم و استقلال کا مظہرِ اتم ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کو سینکڑوں مصائب و خطرات اور بیسیوں معرکے اور غزوات پیش آئے لیکن پامردی اور ثبات کے قدم نے لغزش نہیں

کھائی۔ حق گوئی راست گفتاری کا یہ عالم تھا کہ مشرکین مکہ کو ہزاروں مخالفتوں کے باوجود آپ ﷺ کی راست گفتاری سے انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

ابوسفیان قیصرِ روم کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے حضور ﷺ کے بارے میں اس سے چند سوالات پوچھے۔ کہ حضور ﷺ کو نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے کبھی جھوٹ بولتے پایا؟ ابوسفیان کو سخت ترین مخالفت ہونے کے باوجود برملا اس بات کا اظہار کرنا پڑا کہ محمد (ﷺ) صادق و امین ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو جب اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اہلِ خاندان کو اسلام کی دعوت دو تو آپ ﷺ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا یا معشر القریش جب سب لوگ جمع ہوگئے تو فرمایا اگر تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آ رہا ہے تو تم یقین کرلو گے۔ سب نے کہا "ہاں کیوں نہیں" اس لئے کہ ہم نے آپ ﷺ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ ایفائے عہد بھی آپ ﷺ کی ایک ایسی عام خصوصیت تھی کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے عفو و درگزر کی تلقین فرمائی اور کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا۔ قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کو کیا کیا تکلیفیں نہ دیں۔ دشنام طرازی کی' مارنے کی دھمکی دی' راستوں میں کانٹے بچھائے' جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں' گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا' آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں لیکن فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے سب کو معاف کردیا۔ تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

حضور ﷺ کی غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت مثالی تھی۔ بچوں سے نہایت شفقت فرماتے تھے۔ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کو سواری پر آگے کسی کو پیچھے بٹھا لیتے' راستے میں ملنے والے بچوں کو خود پہلے سلام کرتے۔ حضور ﷺ کی یہ محبت و شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے معمولات میں یہ بھی شامل تھا کہ جب فصل کا نیا میوہ کوئی خدمتِ اقدس میں پیش کرتا تو وہ حاضرین میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔ بچوں کو چومتے اور ان کو پیار کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ" آنحضرت ﷺ کی ملکیت میں جو غلام آتے ان کو ہمیشہ آزاد فرما دیا کرتے تھے۔ اسی شفقت کا اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ بھاگ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

> حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "ہرگز نہیں' اللہ کی قسم اللہ آپ کو غمگین نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں' مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں' غریبوں کی اعانت کرتے ہیں' مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ حق و صداقت کی حمایت کرتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے پر بہت زور دیا۔ دنیا میں صنف ضعیف (عورتیں) چونکہ ہمیشہ ذلیل رہی ہیں اس لئے کسی نامور شخص کے حالات میں یہ پہلو کبھی پیش نظر نہیں رہا کہ اس مظلوم گروہ کے ساتھ اس کا طریق معاشرت کیا تھا۔ اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کی حق رسی کی اور عزت و منزلت کے دربار میں ان کو مردوں کو برابر جگہ دی۔

حضور ﷺ حیوانات پر بھی رحم فرماتے تھے۔ ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے عرب میں چلے آتے تھے موقوف کرا دیے۔ حضور اکرم ﷺ کے حسنِ اخلاق کے بارے میں مختصر واقعات بیان کرنے کا مدعا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات تمام دنیا کیلئے رحمت بن کر آئی آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا اس پر خود عمل کرکے دکھایا اور یہ وصف صرف حضور ﷺ کی ذات میں ہے در سگاہ عالم کے تمام اخلاقی معلموں پر نبی آخر الزمان ﷺ کو امتیاز حاصل ہے۔

اُمّتِ وسط

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

اسلام کی یہ منفرد خوبی ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں معتدل راہ تلاش کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ اعتدال کا یہ درس عبادت، معاملات، اخلاقیات غرض تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے یکساں ہے۔ محترمہ فرح بتول بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں لیکچرار ہیں۔ ان کا یہ مقالہ بلوچستان کی سطح پر ہونے والے خواتین کے مقالاتِ سیرت النبی ﷺ کے مقابلے میں اول انعام کا مستحق قرار پایا اور موصوفہ نے 29ویں قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے موقع پر وصول کیا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے (ترجمہ) ''ہم نے تم کو بیچ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہو (البقرہ:17)

یہاں ''بیچ کی امت'' سے مراد ''اعتدال پسند امت'' ہے۔ چونکہ سابق اقوام افراط وتفریط کا شکار تھیں۔ کسی قوم نے تفریط کا شکار ہو کر اپنے نبی کی مکمل تکذیب کی اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور کسی قوم نے اپنے نبی کی تکریم و تعظیم کو اتنا بڑھایا کہ نبوت کے عہدے سے خدائی کے درجے تک پہنچا دیا اور دونوں طرح کی اقوام کفر کا شکار ہوگئیں۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو ''بیچ کی امت'' کا جو خطاب دیا گیا اس کی مختلف وجوہات تھیں جن میں سے ایک تو یہ تھی کہ یہ امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ ''میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (ابن ماجہ)

اسلام کی یہ منفرد خوبی ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں معتدل راہ تلاش کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو اسی راہ پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن پاک میں سورۃ لقمان میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''اور چال بیچ کی چال'' (لقمان۔31) اعتدال کا یہ درس عبادات، معاملات، اخلاقیات غرض تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے یکساں ہے۔

عبادات کے معاملے میں بھی معتدل راہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی کیونکہ اسلام دنیاداری اور رہبانیت کے درمیان اعتدال کی راہ کو اپناتے ہوئے دین و دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلنے کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے ''اتنا عمل کرو جتنا تم کرسکو'' یہاں ''عمل'' کا لفظ گو کہ عام ہے لیکن شارحین کے نزدیک یہ لفظ خاص عبادات کے لئے استعمال ہوا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ فرائض کے بعد نوافل کا اتنا ہی بوجھ اٹھائے جس پر آسانی سے دوام ہوسکے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب انہوں نے نے بلاناغہ روزہ رکھنا اور قیام اللیل شروع

کیا اور رسول کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے انہیں اس سے روکا اور فرمایا: ''تمہارے ذمے اور بھی حق ہیں۔'' یعنی دین کے ساتھ دنیا داری بھی کرو۔ صرف ایک طرف ہی کے ہو کر نہ رہ جاؤ۔ اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک نمونہ عمل رکھنا ضروری ہے۔ مسند بزاز میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''دولت مندی میں درمیانی راہ کتنی اچھی ہے۔ محتاجی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے۔ عبادت میں درمیانی راہ کتنی اچھی ہے۔'' میانہ روی ایسا عمل ہے جو نفلی عبادت کی شرائط (استقلال، مواظبت اور مداومت) پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

قرآن پاک نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت پر مدح سرائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ترجمہ: ''وہ جو اپنی نماز ہمیشگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔'' اسی سے متعلق رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے۔ گو وہ کم ہو'' گویا اللہ تعالیٰ کو عمل کی زیادتی نہیں بلکہ دوام محبوب ہے۔ لہٰذا عمل کی زیادتی کی بجائے ہمیشگی اختیار کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

انسان خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو اور کسی نسل، قوم یا علاقہ سے تعلق رکھتا ہو اسلام انہیں مکمل عزت و آبرو اور جان و مال کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے۔ ترجمہ: ''اگر وہ بھی ایمان لے آئیں اسی طرح جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پاگئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو وہ درپے مخالفت ہیں، سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (البقرہ:137) یعنی اگر ایمان لے آئیں تو بہت اچھا لیکن اگر ایمان نہ لائیں تو اگرچہ وہ مومنین کی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں، لیکن پھر ان کا معاملہ اللہ کی طرف پھیر دو اور ان سے دنیاوی معاملات میں کوئی ناانصافی محض اسلام قبول نہ کرنے کی بنا پر نہ کرو کیونکہ مذہب کا معاملہ صرف اللہ کے لئے ہے۔

اسلام میں کسی قسم کے تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے عصبیت' تفرقہ بازی کو ہوا دی وہ شخص ہم سے نہیں جس کی عزت اس صورت میں ہوئی کہ وہ عصبیت سے کام لے رہا تھا۔" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"غلط کاموں پر اپنی قوم' فرقے ' پارٹی اور جماعت کے پیچھے لگ کر اس کی مدد کرنا۔"

اسلام میں تعصب فرقہ واریت اور مذہبی اختلافات کی بنا پر معاشرتی عدل سے روگردانی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر سرور کونین ﷺ نے فرمایا "اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔"

ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دینے میں بھی یہی حکمت کارفرما تھی کہ قریش کی قوم جاہلیت کا فخر ختم کردے اور اسلام کے رشتے سے منسلک ہونے کے بعد دوسری اقوام وقبائل کے لوگوں کو مذہبی لحاظ سے برابر کا درجہ دے اور اپنا بھائی تسلیم کرے اور دیگر اقوام اپنے آپ کو کسی سے کمتر نہ جانیں حتیٰ کہ جو غلام اسلام قبول کرلیں انہیں بھی اسلام نے آقا کے برابر کے حقوق دیئے اور انہیں بھی انسانیت میں اعلیٰ وارفع مقام نصیب ہوا۔

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو وہاں کے مقیم مسلمان قبائل سے مواخات یعنی بھائی چارے کا معاہدہ کیا اور غیر مسلموں کو "ذمی" قرار دے کر ان سے بھی ایک تحریری معاہدہ کیا جو "میثاقِ مدینہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان معاہدوں کی رو سے نبی کریم ﷺ کو ریاستِ مدینہ کا والی یا حکمران تسلیم کیا گیا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی بنا اور غیر مسلم معاہدے

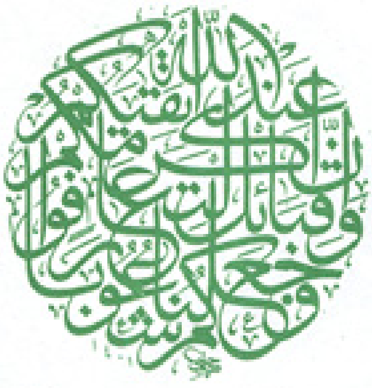

کی رو سے ذمی کہلائے' جنہیں نبی کریم ﷺ نے مکمل شہری حقوق دے کر ہمیشہ کے لئے مثال قائم کردی اور بتادیا کہ اسلامی قانون کی نظر میں ایک ذمی اور ایک مسلمان کی جان ومال اور عزت وآبرو میں کوئی فرق نہیں اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ چنانچہ مدینہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:"جس نے کسی ذمی کو قتل کردیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اسی طرح اگر کوئی دشمن ذمیوں پر حملہ آور ہو تو اسلامی فوج ان کی حفاظت کے لئے دشمن سے باقاعدہ جنگ کرے گی۔ جان کی طرح ذمیوں کے مال کی بھی حفاظت حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ

اگر کوئی معاشرہ کی اصلاح کا حقیقتاً خواہشمند ہو تو اسے ہر لمحہ ایسی قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب انسان تنگ نظری چھوڑ کر اپنے خیالات اور ذہن کو مثبت بنائے۔ ان میں وسعت پیدا کرے۔ اس کے بغیر انسان معاشرہ تو دور کی بات خود اپنی اصلاح بھی نہیں کرسکتا۔

تعالیٰ عنہم کے 30 سالہ دور میں بھی ایسی ان گنت مثالیں ہمیں ملتی ہیں جن میں حکومتِ وقت نے ہر قسم کے تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عین حق کے مطابق فیصلے کئے۔ کسی سے ذاتی بدلہ نہ لیا۔ اگر آپ ﷺ کی مکی زندگی کو دیکھیں تو قدم قدم پر آپ ﷺ کو تکلیفیں دی گئیں۔ ہر لمحہ آپ ﷺ کو ستایا گیا طائف گئے تو سنگباری ہوئی۔ مدینہ تشریف لے گئے تو یہود و منافقین نے سازشوں کے جال بچھائے رکھے لیکن جب بدلہ لینے کا موقع ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔" طائف میں جب لہولہان ہوکر باغ میں دم لینے کو رکے تو فرشتے نے آکر عرض کی "اگر اجازت ہو تو یہ پہاڑ ان پر دے ماروں کہ اس کے نیچے یہ قوم کچلی جائے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے دونوں جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اگر یہ لوگ نہیں تو ان کی نسل میں آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائیں گے۔"

رحم دلی' عفو و درگزر' اور معافی کی ایسی روشن مثالیں تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت "عفو و درگزر" کی ہے چنانچہ وہ اپنے حبیب کریم ﷺ میں بھی یہی خوبی اجاگر کرنا چاہتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود معاف کرنے کو پسند کرتا ہے اور معاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ:" وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کردیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کا پورا علم رکھتا ہے۔

(الشوریٰ:25)

نبی کریم ﷺ خود تو سخت ترین دشمنوں کو معاف فرما ہی دیا کرتے تھے اور سخت سے سخت بات کو بھی (جو آپ ﷺ کی ذات سے متعلق ہوتی) نظر انداز فرماتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی تعلیم دیتے اور غصہ پر قابو پانے کے مختلف طریقے بتاتے۔ مثلاً ابوداؤد شریف

میں عطیہ بن عروہ سعدی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے اس لئے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرلیا کرے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے' غصہ جاتا رہے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔''

نبی کریم ﷺ کی زندگی عفو و درگزر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ آپ ﷺ نے خود قدم قدم پر صبر و استقامت کی مثالیں پیش کرکے یہ ثابت کردیا کہ کسی کی غلطی کو معاف کردینا یا اس پر صبر کرکے اس کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا ناممکن نہیں بلکہ اجرِ عظیم کا سبب ہے اور اس کے دنیاوی نتائج بھی نہایت خوش آئند ہوا کرتے ہیں۔ اگر کوئی معاشرہ کی اصلاح کا حقیقتاً خواہشمند ہو تو اسے ہر لمحہ ایسی قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہئے اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب انسان تنگ نظری چھوڑ کر اپنے خیالات اور ذہن کو مثبت بنائے۔ ان میں وسعت پیدا کرے۔ اس کے بغیر انسان معاشرہ تو دور کی بات خود اپنی اصلاح بھی نہیں کرسکتا۔

اسلام کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو سیدھی راہ پر لائے۔ ان کی جہالت کو دور کرے اور اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی عطا کرے تاکہ انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات بن کر دکھائے۔ یہ روشنی علم کی روشنی ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: ''یہ کتاب ہم نے آپ ﷺ کی طرف نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو نکالیں اندھیروں سے روشنی کی طرف (سورۃ ابراہیم:1) اسی لئے قرآن پاک نے ہمیں نہ صرف تعلیم حاصل کرنے کو کہا بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانے کا بھی حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو خود قرآن پڑھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے (بخاری شریف)

الٰہی علیک اتکالی

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلا جو کام کیا وہ مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر تھی۔ مسجد کے ساتھ ایک چبوترہ خاص طور پر حصول علم والوں کے لئے بنایا جہاں درس و تدریس کا کام دن رات جاری رہتا تھا۔ مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم پر بھی توجہ دی گئی اور ہفتہ میں ایک دن خاص طور پر ان کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص کردیا گیا۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زیادہ علم والی تھیں چنانچہ دن بھر انصار و مہاجرین کی خواتین کو دینی مسائل سکھایا کرتیں اور جہاں کوئی بات سمجھ نہ آتی تو بلاجھجک نبی کریم ﷺ سے پوچھ لیا کرتی تھیں۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس عالم کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے۔

مسلمان مسلمان کا بھائی بنا اور غیر مسلم معاہدے کی رو سے ذمی کہلائے' جنہیں نبی کریم ﷺ نے مکمل شہری حقوق دے کر ہمیشہ کے لئے مثال قائم کردی اور بتادیا کہ اسلامی قانون کی نظر میں ایک ذمی اور ایک مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو میں کوئی فرق نہیں اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ چنانچہ مدینہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کیا تو آپ ﷺ نے مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

دورِ حاضر کے تمام مسائل کا حل ایک صحیح معنوں میں اسلامی معاشرے کے قیام میں پنہاں ہے اور صحیح اسلامی معاشرہ تب ہی وجود میں آسکتا ہے جب اسلامی تعلیمات پر سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عمل کیا جائے کیونکہ سیرت طیبہ میں دورِ حاضر کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جب تک انہیں تھامے رہوگے گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری سنت۔

بقول ایک یورپین مصنف: ''لفظ اسلام میں تمام فرائضِ انسانیت سمیٹ دیئے گئے ہیں۔'' انسان اور انسانیت کی ترقی کی وہ کون سی چیز ہے جس کی ابتداء رسول اکرم ﷺ نے نہیں کی۔ بات صرف سمجھنے اور ان احکامات پر عمل کرنے کی ہے جو نبی کریم ﷺ ہمیں عطا فرما گئے ہیں۔

عہدِ نبوی ﷺ میں نظامِ حکومت

عہدِ نبوت ﷺ میں جو متمدن سلطنتیں تھیں' ان میں عوام نے کبھی ذاتِ شاہانہ پر اعتراض' تنقید' سوال جواب' استفسار اور نکتہ چینی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے امیر کی قانونی حیثیت کی یکسانی کی وہ نظیر پیش کی جس سے دنیا ہنوز نا آشنا تھی۔ درج ذیل سطور میں عہد نبوی ﷺ کے نظام حکومت کی ایسی ہی عادلانہ تصویر کشی کی گئی ہے۔

سید سلیمان ندویؒ

عام خیال یہ ہے کہ اسلام کو عرب میں ایک عادلانہ نظامِ حکومت قائم کرنے میں جو دشواریاں پیش آئیں وہ تمام تر اہلِ عرب کی وحشت' بداوت اور جہالت کا نتیجہ تھیں۔ لیکن درحقیقت اس سے زیادہ یا اسی کے برابر خود وقت کا تمدن بھی اسلام کے عادلانہ نظامِ حکومت کا دشمن تھا اور اس کی مخالفت وحشت سے زیادہ اور دیرپا تھی۔ چنانچہ 8ھ میں فتح مکہ کے بعد اگرچہ وحشی عربوں نے اسلام کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں لیکن وقت کے تمدن کا سرِ پُرغرور اب تک بلند تھا۔ چنانچہ نامۂ اقدس کے جواب میں شہنشاہِ ایران کا جواب اور قیصر روم کے حامیوں کے مقابلہ میں غزوۂ موتہ وغیرہ واقعات جو 9ھ میں پیش آئے اور اس کے بعد خلافتِ راشدہ میں ایرانیوں اور رومیوں سے لڑائیاں اسی سرکشی و تمرد کا نتیجہ تھیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں جو آنحضرت ﷺ کی بعثت اور اسلام کے ظہور کا زمانہ ہے' دنیا کی تمام سیاسی قوتیں مشرق و مغرب کی دو عظیم الشان طاقتوں کے زیرِ سایہ تھیں۔ مشرق کی نمائندگی فارس کے کسریٰ اور مغرب کی قسطنطنیہ کے قیصر کر رہے تھے اور ان دونوں کے ڈانڈے عرب کی عراقی و شامی حدود پر آکر ملتے تھے۔ عرب کے وہ قبائل جن میں ذرا بھی تہذیب وتمدن کا نام تھا' وہ انہی دونوں میں سے کسی کے زیرِ اثر اور تابع تھے۔ یمن' بحرین' عمان اور عراق ایرانیوں کے اور وسط عرب اور حدود شام رومیوں کے ماتحت یا زیرِ اثر تھے۔

چنانچہ لخمی خاندان نے مقام حیرہ میں ایرانیوں کی ماتحتی میں ایک وسیع سلطنت قائم کی تھی جس کے فرمانروا نعمان بن منذر وغیرہ تھے' غسانی خاندان جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک قائم رہا' رومیوں کی سرپرستی میں حدود شام پر حکومت کرتا تھا۔ یمن میں مدت تک خود عرب کی مستقل خاندانی ریاستیں قائم تھیں' لیکن آخر زمانہ میں یمن خود ایرانیوں کے علَم کے نیچے آگیا تھا' چنانچہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یمن میں باذان نامی ایرانی حاکم موجود تھا' عرب پر ان سلطنتوں کا اس قدر اقتدار قائم ہوچکا تھا کہ خود عربوں کے ذہن میں جب کسی نظامِ سلطنت یا نظامِ تمدن کا خیال آتا تھا تو اسی ایرانی یا رومی نظامِ سلطنت اور نظامِ تمدن کا آتا تھا' ان سے الگ یا ان سے بالاتر کسی نظامِ زندگی کا تخیل ان کے ذہن کی گرفت سے بالاتر تھا۔

اس بنا پر اسلام عرب میں جو نظامِ حکومت قائم کرنا چاہتا تھا' اس کے لئے صرف یہی کافی نہ تھا کہ عرب کی قدیم وحشت کو مٹا کر اسلامی تہذیب و تمدن کی داغ بیل ڈالی جائے بلکہ سب سے مقدم کام یہ تھا کہ عرب کو غیر قوموں کے دماغی تسلط' سیاسی مرعوبیت اور ان کے اخلاقی و تمدنی اثر سے آزاد کرایا جائے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر نہ صرف عربوں کو' بلکہ سارے عالم کو انسانوں کے خود ساختہ قانون کی غلامی سے نکال کر قانونِ الٰہی کی اطاعت و فرماں برداری میں دے دیا جائے اور بتایا جائے کہ قانونِ الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے انسانی قوانین کی پابندی شرک کا دوسرا راستہ ہے' لیکن جیسا کہ اسلام کے تمام فرائض واعمال میں ترتیب و تدریج ملحوظ رہی ہے' اسی طرح اسلام کے نظامِ حکومت میں بھی بتدریج ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ اگرچہ آپ ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آئے تھے' مگر آپ نے اپنا کام عرب سے شروع کیا تاکہ ایک ایسی صالح جماعت کا ظہور ہو جو حضور ﷺ کے سامنے بھی اور آپ ﷺ کے بعد بھی اس فرض کی تکمیل میں مصروف رہے۔ قرآن پاک کی یہ آیت اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ترجمہ:

''اور اسی طرح اے مسلمانو' ہم نے تم کو بیچ کی اُمت بنایا' تاکہ تم لوگوں کے بتانے والے بنو اور رسول (ﷺ) تمہارا بتانے والا بنے۔'' (سورۃ البقرہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ اس اُمتِ مسلمہ کے لئے اور یہ اُمتِ مسلمہ دوسری قوموں کی ہدایت و رہنمائی اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بروئے کار لائی گئی ہے۔

لیکن یہی تدریجی ترتیب خود اہلِ عرب کی

اصلاح میں بھی ملحوظ تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے عرب کے اندرونی حصے یعنی تہامہ، حجاز اور نجد کے لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کیا' اور آپ ﷺ کی 23 سالہ زندگی کے تقریباً سولہ سترہ سال انہی قبائل کی اصلاح و ہدایت کی نذر ہوگئے' یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے نخلستان کی طرح اگرچہ ہجرو یمامہ کے سبزہ زار بھی اسلام کو اپنے دامن میں پناہ دینے کے لئے آمادہ تھے اور قبائل یمن کے ایک بڑے رئیس طفیل دوسی نے آپ ﷺ کو قبیلۂ دوس کے عظیم الشان قلعہ کی حفاظت میں لینا چاہا تھا' لیکن آپ ﷺ نے ان متمدن مقامات کو چھوڑ کر مدینہ کی سنگلاخ زمین کو دارالہجرۃ بنایا۔ وہ اگرچہ منافقین اور یہود کی وجہ سے مکہ سے زیادہ پُرخطر تھا اور ابتداء میں مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اس کی آب وہوا بھی سازگار نہ تھی' تاہم آپ ﷺ نے اسی کی طرف ہجرت فرمائی' لیکن جب رفتہ رفتہ عرب کے اس حصہ میں کافی طور پر نظامِ اسلام قائم ہوگیا اور صلح حدیبیہ نے عرب کے مرکز یعنی مکہ کا راستہ صاف کردیا اور وہ فتح ہوگیا تو اب عرب کے دوسرے حصوں کی طرف توجہ کا وقت آگیا۔ اس بنا پر اسلام کے دائرۂ عمل کو وسعت دی گئی اور عرب کے ان حصوں کی طرف توجہ فرمائی گئی۔

عرب کے اندرونی حصوں میں زیادہ تر اسلام کی اشاعت رؤسائے قوم اور سردارانِ قبائل کے ذریعہ سے ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان حصوں میں بھی یہی طریقۂ دعوت اختیار فرمایا۔ چنانچہ سب سے پہلے قرب و جوار کے سلاطین و رؤسا کو اسلام کی دعوت دی کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ان میں سے کسی ایک کا اسلام قبول کرلینا ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو قبولِ اسلام پر آمادہ کردیتا تھا۔ چنانچہ روم کے قیصر کو جو نامۂ مبارک آپ ﷺ نے لکھا تھا اس میں یہ فقرہ تھا کہ اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تمہاری ساری رعایا کے عدمِ قبولِ اسلام کا گناہ بھی تمہاری ہی گردن پر ہوگا۔ اس سے اگرچہ خود قیصر کا

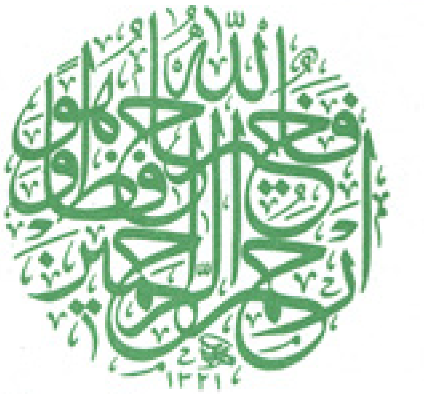

دل نورِ اسلام سے منور ہوچکا تھا' لیکن وہ اتنا کم تھا کہ تاجِ مرصع اور تختِ زریں کی چمک میں یہ روشنی ماند پڑ گئی' نجاشی بادشاہِ حبش نے آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور اپنے خاندان کے کچھ افراد کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا' یمن کے تمام روسا نے رفتہ رفتہ اسلام قبول کرلیا' عرب کی حدود میں ایک غسانی سلطنت تھی' آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں اگرچہ مکمل طور پر اس کا قلع قمع نہ ہوسکا تاہم غزوۂ تبوک نے آپ ﷺ کے جانشینوں کے لئے اس کا راستہ بھی بہت حد تک ہموار کردیا تھا اور اب گویا سارا عرب اسلام کے سائے کے نیچے تھا اور اس کا نظامِ حکومت سارے عرب پر چھا چکا تھا'

اب آنحضرت ﷺ کی زندگی کا سب سے آخری فرض تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی کا اعلان تھا۔ چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے ان بلیغ الفاظ میں اس کا اعلان فرمایا۔ ترجمہ:

"زمانہ ایک بار پھر اسی مرکز پر آگیا جس پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔"

یہ ایک ایسا عظیم الشان انقلاب تھا جس نے تمام خود ساختہ قوانین' سیاسی تکلفات' بدعات اور مظالم سے لبریز شاہانہ نظام ہائے سلطنت کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا' اس انقلاب نے نہ صرف کسریٰ و قیصر کی شخصیتوں کا خاتمہ کردیا' بلکہ خود کسرویت اور قیصریت کو صفحۂ ہستی سے فنا کردیا۔ یہی پیش گوئی ان الفاظ میں ظاہر ہوئی۔ ترجمہ:

"جب کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں' اور جب قیصر ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں۔"

اور اس کے بعد ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد ڈالی گئی جس کا قانون اللہ کا قانون جس کی حکومت اللہ کی حکومت اور جس میں ہر شخص ایک طرح سے خود ہی اپنا حاکم اور خود ہی اپنا محکوم تھا' کیونکہ اسلامی سلطنت بادشاہ اور اس کے خاندان کی ملکیت نہ تھی' بلکہ ملکیت تو صرف ایک اللہ کی تھی لیکن اس کی نیابت سارے مسلمانوں کا یکساں حق تھی' یا اس کو یوں کہیے کہ نظامِ اسلام میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی رعایا کا نگراں و حاکم ہے' شوہر اپنے اہل و عیال کا' بیوی شوہر کے گھر کی' معلم اپنے شاگردوں کا' آقا اپنے غلاموں کا' غلام اپنے متعلقہ کاموں کا اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا ترجمہ: "کہ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے زیرِ نگرانی اشخاص (رعیت) کے متعلق سوال ہوگا۔" اس سے اسلام کے اصولِ سلطنت کا ایک اساسی نقطۂ نظر سامنے آجاتا ہے۔

دنیا میں جو سلطنتیں قائم ہوئیں یا ہوتی ہیں ان کا عام قاعدہ یہ ہے کہ ایک فاتح ایک گروہ کو لے کر اٹھتا ہے اور لاکھوں کو تہ تیغ کرکے اپنی طاقت وقوت سے سارے جتھوں کو توڑ کر' ہزاروں گھروں کو ویران کرکے' سب کو زیر کرکے اپنی سرداری اور بادشاہی کا اعلان کردیتا ہے اور ان تمام خونریزیوں کا مقصد یا تو شخصی سرداری یا خاندانی برتری یا قومی عظمت ہوتا ہے۔ مگر اسلامی جنگ و جہاد اور اسلامی نظامِ سلطنت کی جدوجہد میں ان میں سے کوئی چیز بھی مطمحِ نظر نہ تھی' نہ رسول اللہ ﷺ کی شخصی سرداری' نہ خاندان قریش کی بادشاہی' نہ عربی سلطنت' نہ دنیا کی مالی حرص و ہوس' بلکہ اس کا ایک ہی مقصد تھا' صرف ایک شہنشاہِ ارض وسما کی بادشاہی کا اعلان اور ایک فرمانِ الٰہی کے آگے سارے بندگانِ الٰہی کی سرافگندگی۔

دنیا میں سلطنتوں کے بانیوں کا مقصد قیامِ

سلطنت کے سوا کچھ نہیں ہوتا' لیکن اسلام جو سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا وہ بجائے خود مقصود بالذات نہ تھی' بلکہ اس کے ذریعہ سے دنیا کے تمام ظالمانہ نظام ہائے سلطنت کو مٹا کر جن میں اللہ کے بندوں کو بندوں کا خدا ٹھہرا دیا گیا تھا' اس کی جگہ اللہ کے فرمان کے مطابق ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا مقصود تھا جس میں اللہ کے سوا نہ کسی دوسری ارضی و سماوی طاقت کی سلطنت ہو اور نہ کسی دوسرے کا قانون رائج ہو اور جس میں فرماں روا افراد کی شخصیت' قومیت' زبان' نسل' وطن اور رنگ سے اس کو تعلق نہ ہو' بلکہ اس کی جدوجہد کا سارا منشا سلطنت کے قانون' طرزِ سلطنت' طریقِ حکومت اور عدل و انصاف اور احکام کے حق و باطل سے نہ ہو۔

اسی مقصد کے لحاظ سے دنیا کی تمام قوموں میں سے عرب کا انتخاب' ان کی ظاہری و معنوی خصوصیات کے سبب سے ہوا۔ ظاہری تو اس لئے کہ وہ ایران اور روم کے درمیان واقع تھے جو اس وقت کی فاسد دنیاوی طاقت کے مظہر تھے اور جن کو توڑنا اور فنا کرنا ضروری تھا اور اس کے لئے ایسی ہی درمیانی ہمسایہ قوم کی ضرورت تھی اور معنوی یہ کہ ایسی قوم کے انتخاب کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ وقت کے فاسد نظامِ سلطنت کو مٹانے کے لئے کام میں لائے' کچھ فطری استعداد کی ضرورت تھی اور یہ استعداد ازل ہی سے ان میں ودیعت رکھی گئی تھی۔ عرب کی فطری شجاعت' کوہ شکن عزم و استقلال اور قوتِ ارادی کا بڑا مقصد یہ تھا کہ اخلاقی عناصر حکومتِ اسلامیہ کی تعمیر میں کام آئیں' اور ان اوصاف کی جلا' اخلاص للّٰہیت' صبر و توکل و اعتماد علی اللہ وغیرہ اخلاقِ روحانی ہی سے ممکن تھی' اس لئے اوّلاً ان کو اس طرزِ حکومت سے پاک رکھا گیا جس کو دنیا کی سلطنتوں نے اپنے شخصی و خاندانی اور قومی جاہ و جلال' رعب و اقتدار اور شاہانہ ہیبت کو قائم رکھنے کے لئے اختیار کر رکھا تھا' مذکورۂ بالا اخلاقی محاسن کے وجود و بقا بلکہ ان کی ترقی و نشوونما کی صورت ایک ہی تھی کہ ایک اللہ کے فرستادہ' مامور من اللہ' ایک پاکباز رہنما' ایک مقدس امیر' ایک معصوم امام کے پرتو صحبت اور تعلیم و تربیت سے ان میں ایک ایسا تقویٰ' ایک ایسا پاک احساس' ایک ایسا روشن ضمیر' ایک ایسا نورِ ایمان پیدا کیا جائے جو بغیر کسی قسم کے جبر و کراہ کے ہر فرد کو احکامِ الٰہی کے تحت سلطنت کے قوانین کی پابندی اور احترام پر خود مجبور کردے۔

اس اصول پر جو نظامِ سلطنت قائم کیا جائے اس کے لئے دو شرطیں لازمی ہیں:

1- وہ چند بنیادی اصولوں پر مبنی ہو۔

2- یہ بنیادی اصول صرف خشک انسانی

قانون پر مبنی نہ ہوں بلکہ اس کا اساسِ اوّلین محض اخلاصِ قلب اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔

اسلام کا نظامِ سلطنت انہی اصولوں پر قائم کیا گیا اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ تک قائم رہا' اس نظامِ سلطنت کا بڑا نتیجہ یہ تھا کہ اس قانون کی رو سے چھوٹے بڑے' اونچے نیچے' کالے گورے اور عربی و عجمی کی تفریق بالکل مٹ گئی۔ یمن اور بحرین کے ایران نژاد' نجد و حجاز کے عرب' حبش کے حبشی سب ایک ہی سطح پر آ کر کھڑے ہوگئے اور بادشاہی و شہنشاہی کے وہ تخت جو مشرق مغرب میں بچھے تھے' اُلٹ گئے اور اسلام کی سلطنت کا امام اور دوسرے اہلِ کار و حکام حقوق میں عام مسلمانوں کے برابر کردیئے گئے۔

عام خیال یہ ہے کہ اسلام نے قانونی مساوات کی جو سلطنت قائم کی وہ عرب کے لئے کوئی نئی چیز نہ تھی' کیونکہ اہلِ عرب فطرتاً خوددار تھے اور ان کے قبیلوں میں شیوخ کی ریاست قریب قریب اسی پرواز کی تھی' مگر یہ تاریخی غلطی ہے' عرب میں مدت سے تین سلطنتیں قائم تھیں لخمی' حمیری' غسانی اور یہ سب کی سب اسی طرز کی تھیں جیسی دنیا میں دوسری شاہانہ حکومتیں تھیں۔ یمن میں سبا اور حمیر کی سلطنتیں بھی اسی قسم کی تھیں۔ اسلام سے کچھ ہی پہلے کندہ کی جو ریاست رومیوں کے زیرِ اثر قائم ہوئی تھی' وہ بھی اسی نقشہ پر تھی۔ قبائل کے سردار اگرچہ جمہور کی مرضی یا ذاتی کردار مثلاً شجاعت و فیاضی وغیرہ کی بنا پر انتخاب کئے جاتے تھے لیکن ان کے حقوق بھی عام لوگوں سے ممتاز تھے' چنانچہ لڑائیوں میں جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا اس میں سردارانِ قبائل کے لئے خاص حقوق مقرر تھے جن سے اور تمام لوگ محروم تھے' یہی حقوق ہیں جن کو صفیہ' مرباع' نشیطہ اور فضول کہتے ہیں اور اسلام نے انہی کو مٹا کر خمس قائم کیا ہے' عام مجالس میں لوگوں کو سردارانِ قبائل کے سامنے آزادانہ گفتگو کرنے کا بھی حق حاصل نہ تھا چنانچہ ایک جاہل شاعر جو مذہباً یہودی تھا' کہتا ہے۔

اور اگر ہم چاہیں تو لوگوں کی باتوں کو رد کردیں
اور جب ہم بولیں تو وہ لوگ اس کو رد نہیں کرسکتے

سردارانِ قبائل اپنے لئے جس چراگاہ کو مخصوص کرلیتے تھے اس میں دوسرے لوگوں کو قدم رکھنے کا بھی اختیار نہ تھا' چنانچہ حرب بسوس اسی بنا پر واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے۔ ترجمہ:

''اللہ و رسول کے سوا کسی شخص کو چراگاہ کے مخصوص کرلینے کا حق حاصل نہیں ہے۔''

اس کا مقصد اسی رسم کو مٹانا تھا۔

سلاطین شاہانہ شان و تجمل سے اونچے اونچے محلوں اور ایوانوں میں بڑے بڑے قیمتی لباسوں اور

سونے چاندی اور زر و جواہر کے زیوروں سے آراستہ ہو کر اونچے اونچے بیش بہا تختوں پر جلوس کرتے تھے' ان کے امراء اعلیٰ قدر مراتب سونے چاندی کی مرصع کرسیوں پر اور ریشمی گدوں پر بیٹھتے تھے' آنحضرت ﷺ کی تعلیم نے یک قلم ان مصنوعی تفرقوں کو مٹا دیا' نشست کے لئے سونے چاندی کا سامان اور ریشمی لباس وفرش حرام کیے گئے۔ سونے چاندی کے زیورات مردوں کے لئے ناجائز ٹھہرے' امامِ وقت اور اس کے حکام کے لئے مسجد اور اس کا صحن ایوان تھا' حاجب و دربان کے پہرے اُٹھ گئے۔ چاؤش ونقیب رخصت کر دیئے گئے۔ طلائی ونقرئی اور زمردیں تخت اٹھوا دیئے گئے۔ امام اور اس کے حاکم عام مسلمانوں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر نشست کرتے تھے اور پستی و بلندی کی تفریق باقی نہیں رکھی گئی۔ چنانچہ وضع و لباس کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی قسم کا فرق مراتب موجود نہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شاہی عبا لے کر آئے' چونکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرب کے مختلف حصوں سے وفود حاضر ہوا کرتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اسے خرید لیں تا کہ جب دوسرے شہروں یا ملکوں سے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں تو آپ ﷺ اس کو زیبِ تن فرمالیں یا جمعہ کے دن جو گویا مسلمانوں کے دربارِ عام کا دن ہے' آپ ﷺ اس کو پہنیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر اسلام کے لئے اس ظاہری جاہ و جلال اور تزک و احتشام پر گئی' جس کے شاہانِ وقت عادی تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے اشتباہ کے اس پردے کو فوراً چاک کر دیا کہ مسلمانوں کا پیشوا شاہانہ جاہ و جلال کے اظہار کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس کو پہنتا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

اسی طرح نشست میں بھی آپ ﷺ نے تفوق و برتری کے امتیاز کو اس قدر مٹایا کہ مجلس کے اندر آپ ﷺ میں اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ جب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی مجلس میں بیٹھتے تو باہر سے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا کہ محمد ﷺ کون ہیں۔ لوگ اشارہ سے بتاتے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے چاہا کہ کم از کم ایک چبوترہ ہی بنا دیا جائے جس پر آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں۔ مگر اس کو بھی آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

اس وقت کی شاہانہ حکومتوں میں بادشاہ اور شاہی خاندان کے افراد قانون کی زد سے مستثنیٰ تھے' مگر یہاں یہ حال تھا کہ ہر قانون الٰہی کی تعمیل کا اصل نمونہ اس کا رسول ﷺ اور اہل بیت رسول ﷺ تھے اور اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ اگر نعوذ باللہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو تو ان کے لئے دوہری سزا ہے۔

ایک بار ایک مخزومی خاتون بنت قیس نے چوری کی تو آنحضرت ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ چونکہ وہ معزز خاندان کی بی بی تھیں' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گراں گزرا اور انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید کے ذریعہ سے سفارش کرانی چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب کوئی معمولی آدمی کوئی جرم کرتا تھا تو اس کو اس کی سزا دے دی جاتی تھی مگر جب وہی جرم بڑے رتبہ کے لوگ کرتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی یہ جرم کرتی تو میں یقیناً اس کا ہاتھ کاٹتا۔

ایک بار آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مال تقسیم فرما رہے تھے' ایک آدمی آیا اور حرص کے مارے آنحضرت ﷺ کے اُوپر ٹوٹ پڑا' آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی آپ ﷺ نے اس سے کونچ دیا' جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر زخم آ گیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو اسی وقت فرمایا:

"آؤ اور مجھ سے قصاص لو۔"

لیکن اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے معاف کر دیا۔

ایک بار آنحضرت ﷺ کے پاس بہت سی لونڈیاں آئیں' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چکی پیتے پیتے چھالے پڑ گئے تھے' انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اپنے ہاتھ دکھائے اور فرمایا کہ گھر کے کام کاج کے لئے ان میں سے ایک لونڈی عنایت فرمایئے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

"بدر کے یتیم تم سے زیادہ اس کے مستحق ہیں۔"

ابطال سود کا جب حکم آیا تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سودی معاملات کو باطل قرار دیا۔ جاہلیت کے انتقام کے مٹانے کا جب قانون عام نافذ ہوا تو سب سے اوّل اپنے ہی خاندان کا انتقام جو دوسرے قبیلہ پر باقی چلا آتا تھا' معاف فرمایا۔ اسلامی محاصل زکوٰۃ وصدقات وعشر وغیرہ کے مستوجب ہونے اور ان کی ادائیگی میں خاندانِ نبوت بھی بالکل عام مسلمانوں کی طرح شریک تھا۔

اسی طرح بادشاہوں نے لوگوں کے دلوں میں اپنی عالی نسبی اور بلندی کا یہ تصور پیدا کر دیا تھا کہ وہ گویا ساری مخلوقات سے افضل ہیں' بخلاف اس کے حضور ﷺ نے اپنے لئے جو خاص خطاب اللہ سے پایا' وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں' عبدیتِ کاملہ ہی آپ ﷺ کا کمال تھا۔ اعزاز کے وہ وہی طریقے جن کا سلاطین نے اپنے کو ایک زمانہ سے مستحق قرار دیا تھا' آپ ﷺ نے ان سب کو مٹا دیا۔ فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے بُرا نام یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو شاہ شاہان کہے۔"

ایک دفعہ آپ ﷺ کو کسی نے سیدنا کہا تو فرمایا:

"یہ تو اللہ کے لئے ہے۔"

آپ ﷺ کو یہ بھی پسند نہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ

کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں۔

ایک بار سورج میں گہن لگا، چونکہ اسی دن آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا اور عرب کا خیال تھا کہ جب کسی بڑے آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے، اس لئے لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی طرف منسوب کردیا، لیکن جب آپ ﷺ صلوٰۃ کسوف سے فارغ ہوئے تو ایک خطبہ دیا جس میں اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ چاند اور سورج اللہ کی دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت و حیات سے گہن نہیں لگتا۔

ایک بار ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر اس قدر رعب نبوت ﷺ طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ڈرو نہیں، میں تو اسی عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔''

ایک بار آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قیدی لایا گیا، اس نے کہا کہ یا اللہ! میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں، محمد ﷺ کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ حق کس کا تھا!'' حالانکہ یہ وہ فقرہ ہے جس پر سلاطین کی عدالت گاہوں سے پھانسی کی سزا تک دی جا سکتی تھی کہ اس سے ان کے نزدیک ذات شاہانہ کی توہین متصور ہوتی ہے۔

ایک بار آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، حالتِ نماز ہی میں ایک بدو نے کہا: ''خداوندا! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی پر رحم نہ کر۔'' آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی بدو کو ٹوکا اور کہا:

''تم نے ایک وسیع چیز یعنی رحمتِ الٰہی کو محدود کردیا۔''

حالانکہ اس نے درباری زبان میں شاہانہ وفاداری کی سب سے بڑی علامت کا اظہار اس فقرہ

میں کیا تھا، جس پر سلاطین زمانہ اکرام و انعام کی بارش کرتے تھے۔

سلطنت کے مفتوحات و محاصل کو دنیا کے بادشاہوں نے ہمیشہ اپنی ذاتی ملک سمجھا اور اپنے ذاتی و خاندانی عیش و آرام کے سوا ان کا کوئی دوسرا مصرف ان کے نزدیک نہ تھا، اور اگر وہ اس میں سے دوسروں کو کچھ دیتے تھے تو اس کو اپنا احسان سمجھتے تھے۔ لیکن جو نظامِ سلطنت اسلام نے قائم کیا تھا اس میں سلطنت کے سارے محاصل مال اللہ یعنی اللہ کا مال کہلاتے تھے اور وہ صرف بیت المال کی ملکیت تھے اور مسلمانوں ہی کے لئے تھے۔ زکوٰۃ، صدقہ، خراج اور جزیہ جو کچھ وصول ہوتا تھا وہ اگرچہ بحیثیت امیر سلطنت سب کا سب آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں آتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے اس کو اپنا نہیں، بلکہ اختلاف شرائط عام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا اور کبھی اس کو اپنے شخصی تصرف میں نہیں لائے۔ زکوٰۃ کی ساری رقم اپنے اور اپنے اہل و عیال اور اپنے خاندان ہاشم پر حرام فرما دی اور اس کو بحکم الٰہی غرباء اور اہلِ حاجت کا حق قرار دیا اور اس کو علانیہ ظاہر فرمایا۔ ابوداؤد میں ہے:

ترجمہ: ''میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں نہ کچھ روک سکتا ہوں، میں صرف خزانچی ہوں، جس موقع پر صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں۔''

دوسرے موقع پر فرمایا:

ترجمہ: ''میں تو صرف بانٹنے والا ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔''

غنیمت کا مال بھی مجاہدوں ہی کو دے دیا جاتا تھا اور حضور ﷺ کو صرف ایک خمس یعنی پانچویں حصے پر تصرف کا اختیار ہوتا تھا۔ اس تصرف کے معنی یہ ہیں کہ اس حصہ سے حضور ﷺ اپنے اہل بیت کے علاوہ ان نادار اور محتاج مسلمانوں کو دیا کرتے تھے جن کو جنگ کے قواعد کے رو سے مالِ غنیمت سے کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ اسی طرح لڑائی کے بغیر جو علاقہ اسلام کے تصرف میں آتا تھا وہ حضور ﷺ کے تصرف میں گو براہِ راست دے دیا جاتا تھا لیکن اس تصرف کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور ﷺ اس کی آمدنی اپنی صوابدید سے اپنی خانگی ضروریات میں صرف فرمانے کے بعد اسلام کی ضروریات ہی میں صرف فرماتے تھے اور اعلان فرما دیا تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کی ضروریات ہی میں صرف ہوگی۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جو لوگ ایران و روم کے ظاہری جاہ و جلال اور چمک دمک دیکھ چکے تھے، ان کو بھی یہ مغالطہ تھا کہ اسلام کے ظاہری رعب کو وقار کے لئے ظاہری شاہانہ تزک و احتشام اور شان و شوکت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں بار بار یہ خیال ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ سادگی و تواضع اور زہد و قناعت کے بجائے کاش ایسی ہی عیش و آرام کی زندگی بسر فرماتے جیسی روم کے قیصر اور ایران کے شہنشاہ بسر کرتے ہیں۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے اس حجرہ میں حاضر ہوئے جہاں آپ کی ضرورت کی چیزیں رہتی تھیں، دیکھا تو آپ ﷺ ایک چمڑے کے تکیہ سے جس میں کھجور کے پتے اور چھال بھری ہوئی تھی، ٹیک لگائے ہوئے ایک کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں، حجرہ میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی لیکن تین سوکھے چمڑوں کے سوا کوئی دوسرا اثاث البیت نظر نہ آیا، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے تھے۔ اس منظر سے حضرت

کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں۔

ایک بار سورج میں گہن لگا' چونکہ اسی دن آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا اور عرب کا خیال تھا کہ جب کسی بڑے آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو سورج میں گہن لگ جاتا ہے' اس لئے لوگوں نے اس واقعہ کو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی طرف منسوب کردیا' لیکن جب آپ ﷺ صلوٰۃ کسوف سے فارغ ہوئے تو ایک خطبہ دیا جس میں اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ چاند اور سورج اللہ کی دو نشانیاں ہیں' کسی کی موت وحیات سے گہن نہیں لگتا۔

ایک بار ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر اس قدر رعب نبوت ﷺ طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ڈرو نہیں' میں تو اسی عورت کا لڑکا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔''

ایک بار آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قیدی لایا گیا' اس نے کہا کہ یا اللہ! میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں' محمد ﷺ کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ حق کس کا تھا!'' حالانکہ یہ وہ فقرہ ہے جس پر سلاطین کی عدالت گاہوں سے پھانسی کی سزا تک دی جاسکتی تھی کہ اس سے ان کے نزدیک ذات شاہانہ کی توہین متصور ہوتی ہے۔

ایک بار آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے' حالتِ نماز ہی میں ایک بدو نے کہا: ''خداوندا! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہم دونوں کے ساتھ کسی پر رحم نہ کر۔'' آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی بدو کو ٹوکا اور کہا:

''تم نے ایک وسیع چیز یعنی رحمتِ الٰہی کو محدود کردیا۔''

حالانکہ اس نے درباری زبان میں شاہانہ وفاداری کی سب سے بڑی علامت کا اظہار اس فقرہ

میں کیا تھا' جس پر سلاطین زمانہ اکرام و انعام کی بارش کرتے تھے۔

سلطنت کے مفتوحات و محاصل کو دنیا کے بادشاہوں نے ہمیشہ اپنی ذاتی ملک سمجھا اور اپنے ذاتی وخاندانی عیش وآرام کے سوا ان کا کوئی دوسرا مصرف ان کے نزدیک نہ تھا' اور اگر وہ اس میں سے دوسروں کو کچھ دیتے تھے تو اس کو اپنا احسان سمجھتے تھے۔ لیکن جو نظامِ سلطنت اسلام نے قائم کیا تھا اس میں سلطنت کے سارے محاصل مال اللہ یعنی اللہ کا مال کہلاتے تھے اور وہ صرف بیت المال کی ملکیت تھے اور مسلمانوں ہی کے لئے تھے۔ زکوٰۃ' صدقہ' خراج اور جزیہ جو کچھ وصول ہوتا تھا وہ اگرچہ بحیثیت امیر سلطنت سب کا سب آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں آتا تھا' لیکن آپ ﷺ نے اس کو اپنا نہیں' بلکہ اختلاف شرائط عام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا اور کبھی اس کو اپنے شخصی تصرف میں نہیں لائے۔ زکوٰۃ کی ساری رقم اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان ہاشم پر حرام فرمادی اور اس کو بحکم الٰہی غرباء اور اہلِ حاجت کا حق قرار دیا اور اس کو علانیہ ظاہر فرمایا۔ ابوداؤد میں ہے:

ترجمہ: ''میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں نہ کچھ روک سکتا ہوں' میں صرف خزانچی ہوں' جس موقع پر صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں۔''

دوسرے موقع پر فرمایا:

ترجمہ: ''میں تو صرف بانٹنے والا ہوں' دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔''

غنیمت کا مال بھی مجاہدوں ہی کو دے دیا جاتا تھا اور حضور ﷺ کو صرف ایک خمس یعنی پانچویں حصے پر تصرف کا اختیار ہوتا تھا۔ اس تصرف کے معنی یہ ہیں کہ اس حصہ سے حضور ﷺ اپنے اہل بیت کے علاوہ ان نادار اور محتاج مسلمانوں کو دیا کرتے تھے جن کو جنگ کے قواعد کے رو سے مالِ غنیمت سے کچھ نہیں مل سکتا تھا۔ اسی طرح لڑائی کے بغیر جو علاقہ اسلام کے تصرف میں آتا تھا وہ حضور ﷺ کے تصرف میں گو براہِ راست دے دیا جاتا تھا لیکن اس تصرف کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور ﷺ اس کی آمدنی اپنی صوابدید سے اپنی خانگی ضروریات میں صرف فرمانے کے بعد اسلام کی ضروریات ہی میں صرف فرماتے تھے اور اعلان فرما دیا تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کی ضروریات ہی میں صرف ہوگی۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے جو لوگ ایران وروم کے ظاہری جاہ وجلال اور چمک دمک دیکھ چکے تھے' ان کو بھی یہ مغالطہ تھا کہ اسلام کے ظاہری رعب کو وقار کے لئے ظاہری شاہانہ تزک و احتشام اور شان وشوکت بھی ضروری ہے۔ چنانچہ انہیں بار بار یہ خیال ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ سادگی وتواضع اور زہد وقناعت کے بجائے کاش ایسی ہی عیش وآرام کی زندگی بسر فرماتے جیسی روم کے قیصر اور ایران کے شہنشاہ بسر کرتے ہیں۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے اس حجرہ میں حاضر ہوئے جہاں آپ کی ضرورت کی چیزیں رہتی تھیں' دیکھا تو آپ ﷺ ایک چمڑے کے تکیہ سے جس میں کھجور کے پتے اور چھال بھری ہوئی تھی' ٹیک لگائے ہوئے ایک کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں' حجرہ میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی لیکن تین سوکھے چمڑوں کے سوا کوئی دوسرا اثاث البیت نظر نہ آیا' ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے تھے۔ اس منظر سے حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت متاثر ہوئے اور ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا۔ عرض کی: ''اے اللہ کے نبی ﷺ! میں کیوں نہ روؤں جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ (بستر نہ ہونے سے) چٹائی کے نشان پشت مبارک پر پڑ گئے ہیں اور آپ ﷺ کا سارا اثاث البیت میرے سامنے ہے' اُدھر قیصر و کسریٰ ہیں جو باغ و بہار اور عیش و آرام کے مزے لوٹ رہے ہیں اور حضور اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں اور ان سے بے نیاز ہیں''۔ ارشاد ہوا کہ اے ابن خطاب! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہم آخرت لیں اور وہ دنیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ہاں! بے شک یا رسول اللہ ﷺ!

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! دعا فرمائیے کہ اللہ آپ ﷺ کی اُمت کو فارغ البال کرے' کیونکہ رومی اور ایرانی باوجود کہ اللہ کی پرستش نہیں کرتے لیکن اللہ نے ان کو تمام دنیاوی ساز و سامان دیئے ہیں۔ آپ دفعۃً اُٹھ بیٹھے اور فرمایا: ''کیوں ابن خطاب! تم اس خیال میں ہو' رومی اور ایرانی تو وہ قوم ہیں کہ ان کو تمام لذائذ دنیا ہی میں دے دیئے گئے ہیں''۔

اس تقریر دلپذیر کی تاثیر دیکھئے کہ وہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور انور ﷺ کے لئے تزک و احتشام اور عیش و آرام کی زندگی کی آرزو ظاہر کر رہے تھے' جب ان کی خلافت کا وقت آیا تو وہ بھی گودڑی اور پیوندار کپڑا پہن کر اور جھونپڑے میں بیٹھ کر سونے چاندی اور زر و جواہر والے روم کے قیصر اور ایران کے کسریٰ پر حکمرانی کر رہے تھے اور ہر میدان میں ان کو شکست دے رہے تھے۔

قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے' وہ حیرہ گئے اور وہاں دیکھا کہ لوگ وہاں کے مرزبان (رئیس) کے آگے سجدہ کرتے ہیں ان پر اس کا خاص اثر ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ آنحضرت ﷺ اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خیال ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہ کرنا' اگر میں بالفرض کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو بیویوں کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔''

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا اگر تم میری قبر پر گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟ عرض کی: نہیں تو فرمایا کہ تو پھر اب بھی نہیں کرنا چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ایک دفعہ شام سے واپس آئے تو حضور ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے حیرت سے فرمایا: معاذ! یہ کیا؟

عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے رومیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیشواؤں اور افسروں کو سجدہ کرتے ہیں' تو دل چاہا کہ میں بھی حضور ﷺ کو سجدہ کروں۔''

ارشاد ہوا کہ ''اللہ کے سوا کسی اور کو اگر میں سجدہ کرنے کو کہتا تو بیویوں کو کہتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔''

ان تمام واقعات میں صاف نظر آتا ہے کہ اہلِ عرب خود اس کے خوگر تھے کہ وہ اپنے بادشاہوں اور پیشوا کو اپنے قرب و جوار کے سلاطین کی طرح عیش و آرام اور تزک و احتشام کے ساتھ دیکھیں' مگر آنحضرت ﷺ نے اپنی تعلیم' اپنے تزکیہ اور اپنے فیض اثر اور اپنے نمونے سے دکھا دیا کہ یہ استکبار و ترفع اور اسراف و تبذیر کی زندگی اللہ کو محبوب نہیں اور اسلامی تعلیم کی نظر میں مرغوب نہیں۔ حیات دنیا کی یہ زینت و رونق سراب کی نمائش اور حباب کی سربلندی

سے زائد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس حقیقت کو بار بار ظاہر فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کا کمال نمونہ بن کر دکھا دیا' اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کی پیروی کی اور یہی سادگی و تواضع اسلام کا شعار قرار پایا۔

عام سلطنتوں میں مناصب کی عطاء و بخشش' شاہانہ تقرب اور عیش پسند امرا کے موروثی استحقاق اور سعی و سفارش کی بنا پر ہوتی تھی' جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دولت مندوں کی دولت مندی اور فقرا کی محتاجی میں اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے احکام الٰہی کے تحت جو اسلامی نظام قائم فرمایا' اس میں دولت مندی اور تقرب نہیں بلکہ حاجت اور ضرورت کو معیار قرار دیا گیا' کیونکہ ضعفاء کا حق اقویا کے مقابلے میں زیادہ توجہ کے قابل تھا۔ عرب میں لونڈیوں اور غلاموں کا کوئی حق نہیں تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے حقوق میں ان کو بھی آزاد لوگوں کے ساتھ حصہ دیا۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک تھیلی لائی گئی جس میں کچھ یمنی مہرے تھے' آپ ﷺ نے ان کو لونڈیوں اور آزاد عورتوں پر تقسیم کردیا' وظیفے جب تقسیم ہوتے تو آزاد شدہ غلاموں کو سب سے پہلے ان کا حصہ دیا جاتا۔

سلاطین کی بارگاہ میں بے اجازت لب کشائی بھی جرم تھی اور اجازت بھی ہوتی تو تکلفات و تصنعات اور غلامی و عبودیت کے اظہار کے مختلف اسلوبوں کے بعد کہیں حرف مدعا زبان پر آتا تھا' اسلام کے نظام حکومت کا یہ حال تھا کہ حضور انور ﷺ کی عظمت و جلالت اگرچہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بارگاہِ نبوت میں ایک طائر بے جان بنا دیتی تھی' تاہم ہر شخص کو عام اجازت تھی کہ بے تکلف عرض مدعا کرے' نا آشنا بدو آتا تو یا محمد ﷺ کہہ کر خطاب کرتا اور حضور ﷺ خوش دلی کے ساتھ جواب دیتے۔ اور مسلمان یا رسول اللہ (ﷺ) کہہ کر مطلب کو شروع کرتا تھا۔ آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل ہر مسلمان کا ایمان تھا مگر جب اس کو یہ معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ کا یہ حکم بطور مشورہ ہے تو بے تکلف اپنا خیال ظاہر کردیتا تھا' اور حضور ﷺ اس کو شفقت سے سنتے تھے اور اس کے قبول پر اس کو مجبور نہ فرماتے۔

اسلام کا قانون ہے کہ اگر کسی لونڈی کا نکاح اس کے مالک نے کسی غلام سے کردیا تو آزادی کے بعد اس عورت کو حق ہے کہ چاہے اس نکاح کو قائم رکھے یا توڑ دے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک لونڈی تھیں' وہ جب آزاد ہوئیں تو انہوں نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ان کے شوہر اس غم میں روتے تھے۔ آخر آنحضرت ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم ان کو اپنی شوہری میں لے لیتیں تو اچھا تھا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ کا حکم ہے؟ ارشاد ہوا کہ نہیں' سفارش ہے۔ عرض کی: تو قبول سے معذور ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

عہد نبوت میں جو متمدن سلطنتیں تھیں' ان میں عوام نے کبھی ذات شاہانہ پر اس رد و کد اور سوال و جواب' استفسار اور اعتراض کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا' یونان اور رومہ میں کسی زمانہ میں سنتے ہیں کہ جمہوری سلطنتیں قائم تھیں' لیکن وہ جمہوری سلطنتیں درحقیقت امراء کی تھیں' ان کا تعلق عوام سے نہ تھا اور نہ ان کو امراء کے مقابلے میں یہ حق سوال و مواخذہ حاصل تھا اور نہ ان کے امراء و حکام میں اس تواضع' اس خاکساری' اس عفو و حلم' اس انصاف اور اخلاق کی بلندی کا یہ منظر نظر آیا اور نہ آسکتا تھا۔ وہ اخلاص قلب و صداقت اور پاکیزگی اخلاق کے اس بلند نصب العین کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے' زیادہ سے زیادہ یہ کہ وطن ان کا دیوتا تھا' اور وہ اس کے پجاری تھے اور وہ اس دیوتا کے لئے سب کچھ کرسکتے تھے اور ان کا وطن چار دیواری میں محدود تھا' جس کے باہر گویا انسان نہیں بستے تھے۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے امیر کی قانونی حیثیت کی یکسانی کی وہ نظیر پیش کی جس سے دنیا ہنوز ناآشنا تھی۔ اس حقیقت پر ایک اور پہلو سے بھی غور کیجئے کہ یہ محض امیر سے سوال و استفسار کی صورت نہیں ہے بلکہ اس ذات اقدس ﷺ سے ہے' جس کی خاک عقیدت مسلمانوں کی چشم ادب کا سرمہ تھی اور جس کی حیثیت محض ایک امیر اور حاکم کی نہ تھی' بلکہ اس سے بدرجہا بڑھ کر ایک معصوم رسول ﷺ اور ایک پاک نبی ﷺ کی تھی۔

صلوات اللہ تعالیٰ علیہ۔

اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی

عصرِ حاضر کا اہم تقاضا

ہمارا دین جبر کا نہیں بلکہ رواداری کا سبق دیتا ہے۔ ہم دقیانوسی خیالات والے بنیاد پرست نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں روشن خیال مسلمان ہیں اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہر اچھی چیز کو اپنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ گوجر خان سے محترمہ صائمہ اقبال راجہ کی ہلال کے لئے خصوصی تحریر جس میں انہوں نے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں عصرِ حاضر کے تقاضوں پر خیال آرائی کی ہے۔ موصوفہ ہلال کے چند مستقل معاونین میں سے ہیں۔

میرے دل میں ہے یادِ محمد ﷺ
میرے ہونٹوں پہ ذکرِ مدینہ
تاجدارِ حرم کے کرم سے
آ گیا زندگی کا قرینہ

یوں تو عشقِ محمد ﷺ ہر اس دل میں موجود ہے جس میں ایمان کا ذرا سا بھی نور باقی ہے مگر اس عقیدت و احترام سے لبریز عشق کا اظہار اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے جب 12 ربیع الاول کا مبارک دن آتا ہے۔ یہ دن پیارے نبی احمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ عید اور چاند رات سے بھی بڑھ کر ایک ایسا روح پرور سماں ہوتا ہے جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ گلی کوچوں میں روشنیوں کے قمقمے اور چراغاں اس بات کی دلیل ہیں کہ پیارے رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس آج بھی اسی طرح ساری کائنات کے لئے سراج منیر کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح ان چکا چوند روشنیوں نے رات کی سیاہی کو ختم کر کے دن کا سماں پیدا کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عشاق اس پورے بابرکت مہینے میں میلاد شریف اور درود و سلام کی محفلوں کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور اس عظیم احسان کا شکر ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر بالخصوص اور ساری کائنات پر بالعموم فرمایا کہ بعثتِ نبی احمد مصطفیٰ ﷺ ہوئی جو وجہ وجودِ کائنات بھی ہے اور قیامت تک کے انسان کے لئے ایک ایسی مشعلِ راہ بھی جو صرف اور صرف بھلائی اور فلاح کی جانب رہنمائی کرتی ہے۔

اگر ربّ کائنات کی تخلیقات پر غور کیا جائے تو چھوٹی سے چھوٹی چیز میں بھی خدا کی ایسی حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے اسرار کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اب اگر اس ذاتِ اقدس ﷺ کی تخلیق پر غور کیا جائے جس کو خدا نے دو جہاں کی سرداری عطا کرنے کے لئے مبعوث فرمایا تھا تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سرشتِ ذاتِ اقدس ﷺ کے کسی بھی پہلو میں کسی قسم کی کوئی کمی چھوڑی جاتی۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو بشریت کاملہ کا وہ اعلیٰ وصف بخشا جو نہ ان سے پہلے کسی کا مقدر بنا نہ قیامت تک کسی اور کو نصیب ہوگا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام عالی صفات کا مالک ہے اسی طرح اس نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ میں بھی وہ صفات پیدا کیں جو اُن ﷺ کے شایانِ شان تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت میں وہ تمام خوبیاں جن کا عالمِ امکان میں تصور کرنا ممکن ہے، موجود تھیں۔

حسن یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ﷺ کو آخری نبی کا شرف بخشنے سے اللہ تعالیٰ کی منشا صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ پوری کائنات کی ہدایت و رہنمائی تھی اور اس کام کو باضابطہ طور پر سرانجام دینے کے لئے ربّ کریم نے آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا جو قیامت تک انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ایک طرف رب تعالیٰ نے اس الہامی کتاب میں انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں بیان فرما دیا ہے تو دوسری طرف نبی پاک ﷺ کی حیات طیبہ کو اس کی روشنی سے جو جلا بخشی ہے اس پر بلا تامل یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ قرآن کا عملی نمونہ ہے۔

بشیر کہئے نذیر کہئے انہیں سراج منیر ﷺ کہئے
جو سر بہ سر ہے کلامِ ربی وہ میرے آقا ﷺ کی زندگی ہے

ارشادِ ربانی ہے:

بے شک قرآن آپ (ﷺ) کا اخلاق ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حقیقت کو کچھ اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن ہے یعنی جو کچھ بھی قرآنِ پاک میں بیان فرما دیا گیا اس کی عملی شکل نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارک ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن کے اصولوں پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہونے کے لئے سیرتِ پاک ﷺ کو سچے دل سے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا ہی اصل حقیقت ہے۔ ایک اور جگہ قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا اور اُن (ﷺ) پر اپنی کتاب (قرآن) کو نازل فرمایا جو سراسر ہدایت ہے۔''

جب یہ سارے مراحل طے ہوگئے تو پھر ارشادِ ربانی ہوا۔ میری اطاعت رسول (ﷺ) کی اطاعت ہے۔

یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ کسی شاعر نے اس حقیقت کو عقیدت کے ساتھ اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

خدا کا ذکر کرے اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت سے کیا مراد ہے۔ ہر ذی شعور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اللہ کی اطاعت اس کی فرمانبرداری اور احکامات کو ماننا ہے۔ جو اس نے اس کائنات کے نظام کو متوازن رکھنے کے لئے اصول وضوابط کی شکل میں بنائے ہیں۔ ان اصول وضوابط کو خالص عربی زبان میں امر بالمعروف (اچھائی کا حکم) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کہا جاتا ہے۔ اگر ہم رحمت اللعالمین ﷺ کی 63 برس کی حیاتِ مبارکہ کا جائزہ لیں تو آپ ﷺ کی ساری زندگی انہی اصول و ضوابط کی پابند نظر آتی ہے چنانچہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی پیروی ہی اللہ کی اطاعت ہے۔

یوں تو نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی ہر بات اور آپ ﷺ کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے مگر وہ کچھ خاص اصول جو آپ ﷺ کی ساری حیاتِ مقدس میں ان کا شیوہ رہے اور جن کی بنا پر پیغامِ محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ اور مدینہ سے نکل کر دنیا کے چاروں کونوں تک پھیل گیا' ان میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی' روشن خیالی اور اعتدال پسندی سب سے زیادہ اہمیت کے حامل رہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں تمام معاملات' چاہے وہ گھریلو سطح کے ہوں یا ریاستی امور' ان کا نہ صرف پرچار کیا بلکہ اپنے عمل سے بہت احسن طریقے سے ثابت بھی کر کے دکھایا۔

یہاں غور طلب بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ کہ یہ اصول آج کے دور کی ضرورت بن چکے ہیں۔ ہر کوئی اپنی سوچ کے مطابق ان کے لئے لائحہ عمل کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے مگر بحیثیت مسلمان ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ یہی اصول جنہوں نے چند صدیاں پہلے یورپ میں جنم لیا انہیں ترقی کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔ وہ ہمارے نبی ﷺ نے 1400 سال پہلے نہ صرف بیان کئے بلکہ ایسا عملی نمونہ پیش کیا کہ غیر مسلم بھی بلا حیل و حجت تسلیم کرتے ہیں کہ بحیثیت ایک رہنما کے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں جس کی ذات ہر پہلو سے اور ہر معاملے میں اتنی مکمل اور صاف شفاف کردار کی حامل ہو۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ جنہوں نے سات سال کی قلیل مدت میں بغیر جنگ و جدل کے وطن پاکستان حاصل کیا۔ ان کی لنکز اِن میں قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے پیچھے جو وجہ کارفرما تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے اس ادارے کے بورڈ پر بڑے بڑے قانون دانوں میں سب سے پہلے نمبر پر پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نامِ مبارک کندہ دیکھا تھا۔

آج کے اس دور پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ انسانیت کی جگہ مادہ پرستی نے لے لی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے دنیا کو گلوبل ویلج بنا دیا ہے مگر انسان سے انسان تک اخلاقی اقدار کے لحاظ سے کوسوں کی مسافت ہے۔ آج ہر کسی کا دھیان ایسی ٹیکنالوجی ایجاد کرنے پر ہے جو زندگی کو سہل کر دے اور دوسروں سے آپ کو بچائے مگر یہ کوئی نہیں سوچ رہا کہ زندگی کے لئے روٹی کی اہمیت زیادہ ہے نہ ایسی مشینری کی جو آہستہ آہستہ خود انسانوں کے ہاتھوں ہی انہیں تباہی کے دہانے پر لا رہی ہے۔ ہر سطح پر چاہے وہ قومی ہو' علاقائی ہو یا بین الاقوامی' طاقتور کمزور کو دبانے کے درپے ہے۔ سیاسی عدم توازن اور معاشی استحصال نے اگرچہ ساری دنیا کے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے مگر مسلمان بحیثیت مجموعی زیادہ ناگفتہ بہ حالت میں ہیں کیونکہ مندرجہ بالا مسائل کے علاوہ بنیاد پرستی' انتہا پسندی اور دہشت گردی جیسے فرسودہ الفاظ سے کندہ (جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں) بے نیام تلواریں ان کے سروں پر لٹکی ہوئی ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ بجائے اس بیرونی یلغار کا مقابلہ کرنے کے' اپنی اصل پہچان کی طرف لوٹنے کے' ہم فرقہ پرستی اور مفاد پرستی میں گھرے ہوئے ہیں اور اس بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ہم ہر گزرتے دن کے ساتھ پستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس کی سادہ سی وجہ یہی ہے کہ ہم نے صحیح معنوں میں اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کرنا چھوڑ دی ہے۔

قرآن کریم میں واضح الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ

''تمہارے لئے رسول (ﷺ) کی زندگی بہترین نمونہ ہے''

اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں ہی ہماری فلاح ہے تو پھر کسی اور چیز یا لائحہ عمل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

آج وقت کا اہم تقاضا ہے اور ہماری فلاح بھی اسی میں ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں۔ پیارے نبی ﷺ کی سیرتِ پاک سے فیض حاصل کریں اور اپنے قول وفعل سے یہ ثابت کر دیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں۔ جہاد کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دہشت گردی جبر ہے اور ہمارا دین' ہماری سنت ہمیں جبر کا نہیں بلکہ رواداری کا درس دیتی ہے۔ ہم دقیانوسی خیالات والے بنیاد پرست نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں روشن خیال مسلمان ہیں جو وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہر اچھی چیز کو اپنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت ہمیں اس کا درس دیتے ہیں۔

آیئے اللہ سے یہ دعا کریں کہ وہ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن وسنت کا پیروکار بنائے اور ہمیں حکمت ساز' روشن خیال اور اعتدال پسند قوم بنائے تاکہ ہم مسائل کی دلدل سے نکل کر باوقار طریقے سے بین الاقوامی سطح پر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں (آمین یا رب العالمین)

سیرت طیبہ ﷺ اور رواداری

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو رواداری کا سبق دیا جب تک ہماری صفوں میں رواداری نہیں ہوگی۔ دین قائم نہیں ہوگا۔ علامہ عقیل ترابی کے خطاب کا مکمل متن جو قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں پڑھا گیا۔

علم کی انتہا لاعلمی ہے۔ ارسطو سے جب کسی نے پوچھا حکیم! آپ کے علم کا کیا عالم ہے تو کہا کہ اب مجھے لگتا ہوں کہ کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

یہ ارسطو کی انتہا۔ یہ فلسفے کی انتہا۔ لیکن اللہ کے حبیب ﷺ جو کسی مکتب میں نہیں گئے۔ کتاب نہیں پڑھی۔ کسی سے پڑھنا نہیں سیکھا۔ علم لدنی لے کے آئے تو انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ نہیں سمجھ سکتا بلکہ یہ بتلایا کہ دیکھو میں اللہ کی جانب سے آیا ہوں۔ جو کچھ علم چاہئے مجھ سے لو۔ میں علم دوں گا۔ مرکز علم ختمی مرتبت ﷺ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے۔ میں سندھ کے کسی علاقے میں تبلیغ نہیں کرتا، میں پنجاب کے دیہاتوں کی گفتگو نہیں کرتا۔ چھوٹی چھوٹی مثال چھوڑیں۔ فروعی مسائل کو مت پیش کریں بلکہ کلیتاً گفتگو ہونی چاہئے۔ ایسی گفتگو ہو جو نیویارک میں ہو سکے۔ واشنگٹن میں کی جا سکے۔ آکسفورڈ اور ہارورڈ میں اسے پیش کیا جا سکے۔

دراصل ہمیں غیروں کو منوانا ہے کہ ہمارا ممدوح ﷺ کون ہے۔ محبوب ﷺ کون ہے۔ پہلا ریوولیوشن ' انقلابی میسج پولیٹیکل سائنس میں ہمارے رسول ﷺ نے پیش کیا۔ وہ میثاق مدینہ تھا، مدینہ معظمہ کا ایگریمنٹ ہونے کے بعد مدینے میں رسول ﷺ نے جو خطبہ دیا۔ مدینے میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی تھے۔ مہاجر بھی تھے۔ انصار بھی تھے۔ سب کو جمع کر کے اتحاد کے ایک مرکز پر قائم کیا۔ کہا ایک دوسرے کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ تو یہ میثاق مدینہ پولیٹیکل سائنس میں ایک بڑا (Message) ہے وہ دنیا جو یہ سمجھتی ہے کہ ہم دہشت گرد ہیں یا دہشت پسند ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ نے محبت کا پیغام بنیاد میں رکھ کر یہ بتلایا کہ یہ تفرقہ و دہشت پرستی اسلام میں نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ: ''کسی نے ایک انسان کو بلاوجہ قتل کیا تو ایسے ہے کہ جیسے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔ یہ ہے پیغام انسانیت کا۔

انسان ارتقاء کی کوشش میں ہے۔ ہر لحظہ ترقی ہے۔ ہر لحظہ تبدیلی ہے مگر ہر لحظے میں ترقی و تبدل کو ہم شریعت کے تابع بناتے ہیں۔ ہم دریا کے خلاف تیر نہیں سکتے۔ دریا کے خلاف تیرا نہیں جا سکتا۔ زمانے کو سمجھنا ضروری ہے۔ پاکستان کے اطراف بڑی دیوار کھڑی کر کے ہم دنیا سے جدا نہیں ہو سکتے۔ بے شک یہ لوگ بُرے ہیں۔ بے شک پردہ نہیں ہے۔ فحاشی ہے' عریانی ہے۔ مگر یہ آپ کے پاس یہ الیکٹرسٹی کسی پیر و بزرگ کے معجزے کی علامت ہے۔ کیا یہ ایڈیسن کی ایجاد نہیں ہے۔ کیا یہ نیوٹن نے کشش ثقل کے نظریے کو جنم نہیں دیا۔ کیا یہ ماڈرن تہذیب میں اعلیٰ ترقی ' یہ فضا کی تسخیر' پیر و مرشد کی کرامتیں اور مراقبہ ہے۔ کیا یہ یورپ کی تحقیق ہے۔ اس لئے یقیناً جو یورپ کے صحیح واقعات ہیں اس کو قبول کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ'' علم مومن گمشدہ میراث ہے۔'' جسے ہم کو حاصل کرنا ہے۔ فقط مبارزت اور جہاد کے معنی یہ نہیں کہ ہم اپنے پرانے اسلحہ سے یا پتھر سے یا سٹون ایج کے طریقے سے ہم یورپ کا مقابلہ کریں گے۔ اگر تسخیر فضا کا طریقہ کوئی بتاتا ہے تو اس کی پیروی کرو۔ ورنہ یہ کہ بھیک مانگے ہوئے اسلحہ سے ہم یورپ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انہی سے مانگ کر آلات حرب وضرب سے ان کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ یا خود کو سائنسی تحقیق میں اتنا بلند کرو کہ ہم ان کے مقابلے میں قیام کر سکیں۔ اور ان کے محتاج نہ رہیں۔ یا کہ فقط یہ کہہ دینا نامناسب ہے کہ وہ بُرے ہیں۔ بے شک بُرے ہیں لیکن خیر ذات نبی ﷺ کا نام ہے۔ علم نبی ﷺ کا نام ہے۔ محبت نبی ﷺ کا پیغام ہے۔ نبوت کے آخری مراحل میں بنی نجران کے نصاریٰ جب مدینے میں آئے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ مسیحی ہیں انہیں کہاں ٹھہرائیں۔ فرمایا انہیں مسجد نبوی ﷺ میں رہنے کا انتظام کیا جائے۔ مسجد نبوی ﷺ میں نصرانی رہے نجرانی رہے اور وہاں پر جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو وہ بگل بجانے لگے۔ جو ان کی موسیقی کی رسم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا مسجد میں یہ کام کر رہے ہیں۔ فرمایا نہیں وہ ان کی آزادی ہے' وہ ان کی عبادت ہے۔ وہ اپنی طرح سے عبادت کریں۔ ہم اپنی طرح سے عبادت کریں۔ ہم جب عبادت کرتے ہیں تو ہمارے ہمسائے پر کیا گزرتی ہے۔ ایسے ہی ہم راستوں سے گزرتے ہیں کیسی ہماری زندگی گزرتی ہے۔ جب تک یہ رواداری نہیں ہوگی دین قائم نہیں ہوگا۔ کتاب و سنت ایک حقیقت ہے۔ جہاں فخر رازی اور بوعلی سینا سب حیران رہ جائیں۔ سنت طیبہ ﷺ آپ کیا جانیں' ہزاروں روایتیں لاکھوں حدیثیں موجود ہیں۔ پہلے قرآن کو سمجھو' علم سے سنت کو سمجھو پھر کرو عمل' عمل ایک شے جامد نہیں۔ اجتہاد کا نام ہے۔ بین تحقیق کا نام ہے۔ وقت کے تقاضے کا نام ہے۔ طب میں سائنس میں ہر علم میں مغرب نے ترقی کی اور آپ بھی ترقی کریں اور آپ اجتہاد کریں۔

مومن کی گمشدہ میراث

رکھتا۔ یہ خزانہ اللہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

بعض علما نے حکمت اور علم میں فرق کو واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حکمت علم کی ایک شاخ ہے اور حکمت اور علم میں ماہیت کا نہیں بلکہ غایت و نوعیت کا فرق نظر آتا ہے۔ الجرجانی کہتے ہیں کہ لفظ حکمت سے مراد دانش وفکر

اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم علم الإنسان ما لم يعلم

دانش سے نوازا ہے۔ کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔" (سورۃ آل عمران: 81)

ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ملک عظیم بخش دیا۔ (النساء: 54)

قرآن وحدیث ہمارے لیے علم وحکمت کا خزانہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "حکمت کی بات دانا مرد کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں وہ اسے پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔" اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ علم وحکمت کے حصول میں تعصب کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ دانا کی وہ گم شدہ میراث ہے جہاں سے بھی اس کو ملے حاصل کرنی چاہئے۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمان ہر جگہ ہر حیثیت سے سربلند وسرفراز سمجھے جاتے تھے اس لئے کہ ان کے اندر انفرادی اجتماعی دونوں حیثیتوں سے سربلندی وسرفرازی کے اسباب موجود تھے۔ ان کے نزدیک دین ودنیا اور مذہب وسیاست کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کی غیر مہذب قوم نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام دنیا کی تہذیب وتمدن کو بدل ڈالا اور صدیوں تک تمام قومیں ان کی عظمت کا لوہا مانتی رہی۔ مسلمانوں نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں قابل فخر ترقی کی اور مغرب نے مسلمانوں کے علوم سے فائدہ اٹھایا اور موجودہ مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ آج مسلمان اگر روبہ زوال ہیں تو اس کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے علم وہنر سے منہ موڑا اور ترقی میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تعلیم ودانش ہی ترقی وکامرانی اور سرفرازی و سربلندی کا واحد ذریعہ ہے۔ علم وحکمت کے فقدان کی صورت میں کوئی بھی قوم ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ چل سکتی ہے' نہ زندگی کی دوڑ میں تادیر قائم رہ سکتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر کہیں سے علم وہنر حاصل کر کے حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی پیروی کی جائے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اس کے آئے دن کروٹ بدلتے حالات اور تقاضوں کی اہمیت وضرورت سے باخبر رہا جائے۔ عالمی حالات ومعاملات سے لاتعلقی کا رویہ نہ اپنایا جائے اور جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ علوم وفنون میں نت نئے ہونے والی ترقی سے آگاہ رہا جائے۔ ترقی کی دوڑ میں آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سائنسی انکشافات اور ایجادات سے فیض یاب ہوں' صنعت وحرفت کی ترقی میں حصہ دار بنیں اور عالمی سطح پر ہونے والے تہہ در تہہ واقعات اور ان کے مضمرات واثرات اور نتائج سے الگ تھلگ نہ رہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ ان باتوں سے وہی لوگ سبق حاصل کرتے ہیں جو دانش مند ہیں۔"
(سورۃ البقرہ: 269)

اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں' خواہ وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس دنیا کی لذتوں پر فریفتہ ہونے کی بجائے اللہ کی مغفرت اور اس کے فضل کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں' غریبوں' یتیموں' بیواؤں' لاچاروں اور بے کسوں کے کام آتے ہیں وہ اس کے بدلے میں اپنے دل کے خزانے حکمت کے لعل وگہر سے بھرتے ہیں۔ حکمت سے مراد یہ بصیرت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پوری تابعداری کی جائے۔ جن کاموں سے منع فرمایا گیا ہے اس سے باز رہا جائے اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اس کی دل وجان سے پیروی کی جائے۔ صاحب عقل اور بصیرت والا وہی ہے جو خود کو شریعت کے تابع رکھتا ہے۔ سرکش قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرتا ہے۔ گمراہی کا شکار نہیں ہوتا۔ یہی صاحب عقل لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ ہدایت کے دلائل وشواہد پر غور وفکر کرتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور غفلت کی زندگی گزارنے سے بچتے رہتے ہیں۔ یہ حکمت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے گویا یہ حکمت بھی اللہ ہی کی مشیت پر موقوف ہے۔ دراصل اسلامی فکر کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی مشیت پر وابستہ ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن ایک اور حقیقت بھی واضح کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص ہدایت حاصل کرنا چاہے اور اس کے لئے جدوجہد کرے تو اللہ اسے ہدایت سے محروم نہیں رکھتا بلکہ ہدایت کے حصول میں اس کی مدد فرماتا ہے۔

حکمت انسان میں سوجھ بوجھ پیدا کرتی ہے۔ اس کے ذہن کو کشادہ کرتی ہے اسے وسعت نظر بخشتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سوجھ بوجھ رکھنے والا عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زاہد وعابد شخص اپنی ذات کی حد تک انفرادی طور پر دین کے تھوڑے بہت مسائل پر عمل کرتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "حکمت کی بات دانا مرد کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں وہ اسے پائے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔" اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ علم وحکمت کے حصول میں تعصب کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ دانا کی وہ گم شدہ میراث ہے جہاں سے بھی اس کو ملے حاصل کرنی چاہئے۔

ہے لیکن وہ اس نیکی سے ماحول کو متاثر نہیں کرسکتا اور نہ شیطانی وسوسوں اور فتنوں کی روک تھام اس کے بس کی بات ہے۔ اس لئے دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا عالم ہی شیطان کے لئے وجہِ اضطراب بن سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دین میں سمجھ پانے والا ایسا شخص کیا ہی خوب ہے کہ اگر اس کی ضرورت محسوس کی جائے تو نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پروائی برتی جائے تو خود بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ (رواہ البخاری' مشکوٰۃ ص 25)

اسلام کے پیروکاروں کو بھی دین کی تبلیغ میں حکمت سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔

داعیِ حق کے لئے جو صفات سب سے ضروری ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے نرم خو متحمل مزاج اور عالی فطرت ہونا چاہئے۔ اس کو اپنے ساتھیوں کے لئے شفیق عامۃ الناس کے لئے رحیم اور اپنے مخالفین کے لئے حلیم ہونا چاہئے اور اس چیز کی ہدایت اُن لوگوں کو کرتے تھے۔ جنہیں آپ ﷺ دین کے کام پر اپنی طرف سے بھیجتے تھے اور تلقین فرماتے تھے کہ جہاں تم جاؤ وہاں تمہاری آمد لوگوں کے لئے مژدہ جانفزا ہو نہ کہ باعث زحمت۔ (تفہیم القرآن جلد دوم)

''قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ''بلاؤ لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف حکمت سے'' (سورۃ النحل: آیت 125)

آپ ﷺ کا طرز کلام نہایت پرتاثیر تھا کسی کی دل آزاری نہیں فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''بہت کم ایسا ہوتا رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو ایسی بات پر جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی منہ پر ٹوکتے۔ ایک وہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے لباس پر زردی کا نشان تھا جب وہ مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ اس زردی کو صاف کر دیتا تو بہتر ہوتا۔''

معاشرے کے بااثر اور ذمہ دار افراد اگر حکمت سے کام نہ لیں اور بات بات پر لوگوں کو ٹوکنے لگیں تو اس سے خوشگوار اثر پڑنے کی بجائے ہو سکتا ہے کہ ضد

ورفعنا لک ذکرک

اور سرکشی کی بیماری پیدا ہو جائے۔ اس لئے اصلاح کے بارے میں حکیمانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حکیم و دانا شخص کو اسلام نے بلند مقام عطا فرمایا ہے اور سوجھ بوجھ رکھنے والوں کو دوسروں سے بہتر قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے اسلام میں بہتر وہ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں جبکہ وہ دین میں سمجھ رکھتے ہوں۔ (الادب المفرد)

حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت صفیں سیدھی کرنے کے لئے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے ''برابر ہو جاؤ (صف بندی میں) انتشار و اختلاف نہ پیدا کرو ورنہ تمہارے دلوں میں بھی پھوٹ پڑ جائے گی۔ تم میں جو عقل و فہم والے ہیں وہ مجھ سے قریب رہیں' پھر جو ان سے قریب ہیں' پھر جو ان سے قریب ہیں۔'' (صحیح مسلم' مشکوٰۃ)

یعنی عقل و فہم اور دینی شعور کے لحاظ سے جو لوگ ممتاز ہوں ان کو نماز میں امام کے قریب ہونا چاہیے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ لوگوں کی صف بندی کی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز روزہ زکوٰۃ حج اور دوسری تمام نیکیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''انسان یہ سب کچھ کرتا ہے مگر قیامت کے دن عقل و فہم کے مطابق ہی اسے بدلہ ملے گا۔'' (مشکوٰۃ' باب الحذر)

انسان جس قدر شعور اور عقل و فہم کے ساتھ عبادت اور حکمت کے ساتھ دوسروں کے ساتھ معاملات کرے گا اس قدر وہ عبادت کے اصل مقصد سے باخبر رہے گا۔ اسے وہ لذت حاصل ہوگی جو اللہ کے نیک بندوں کو اسی موقع پر فی الواقع فرحت و مسرت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب ان کو رحمٰن کی آیتوں کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے یعنی عقل و فہم سے کام لیتے ہیں اور سوچے سمجھے بغیر محض تقلیدی خوش اعتقادی کی بنا پر کسی حکم کی پیروی نہیں کرتے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صاحب حلم (بردبار) وہی ہے جسے لغزشوں سے سابقہ بھی پڑتا ہے اور حکیم و دانا وہی ہے جو تجربہ بھی رکھتا ہے۔'' (رواہ احمد' مشکوٰۃ)

اسلام نے دنیاوی ترقی اور جدوجہد علوم کے حصول میں مسلمانوں کو کبھی نہیں روکا جبکہ بعض مقامات پر اس کی ترغیب دی ہے۔ اس لئے اچھی بات جہاں سے بھی ملے اس کے حصول میں جھجک محسوس نہیں کرنی چاہئے کیونکہ دانائی و حکمت کو مومن کی گمشدہ میراث کہا گیا ہے۔

حکمِ خدا فرمانِ محمد ﷺ

عائشہ عارف (اُم لاریب)

تمام اہل اسلام کا ایمان ہے کہ علم کا ماخذ اللہ ہے۔ اسلام میں پہلا اور اول و آخر عالم اللہ ہے۔ اسلام میں اللہ کے بعد سب سے بڑے عالم محمد ﷺ ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ وحی ہے جو کلام مقدس کا حصہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

انما بعثت معلماً

''بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

حضور پاک ﷺ نے کبھی کسی چیز پر تفاخر نہیں کیا۔ جتنا اس چیز پر کہ اللہ نے آپ ﷺ کو علم دینے والا پیدا کیا ہے۔ یہ وہ علم تھا جسے معرفت انسانی کو جان لینا ضروری تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کا آغاز ''اقراء'' سے فرمایا کہ ہر اصولی تحریک اور دعوت کا اصل مزاج تعلیمی ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ اس پر شاہد ہے کہ تعلیم کی بنیاد آپ ﷺ نے خدا پرستی پر رکھی اور اسی پر آپ ﷺ نے ایک نظام تہذیب و تمدن کی پوری عمارت قائم کی۔ گمراہی اور جاہلیت سے بھرے ہوئے ذہنوں میں اپنی پاکیزہ تعلیمات سے ایک روشنی کی کرن پیدا کی۔ آپ ﷺ کی وجہ سے جاہلیت اور گمراہی کا اندھیرا چھٹا جو لوگ صدیوں سے اپنے آبا پرستی اور ماضی پرستی کے سحر میں گرفتار تھے تعلیمات نبوی ﷺ نے اُن کے اس سحر کو باطل کر دیا۔ فضول رسوم و روایات کا خاتمہ کیا۔ ذہنی تقلید کے بندھنوں کو توڑ ڈالا اور اس پورے نظام کو آپ ﷺ نے نہایت حسن و خوبی سے چلا کر دکھایا۔ آپ ﷺ نے خدائے وحدہٗ لاشریک کو رب العالمین' خالق' مالک' رازق' حاکم' ہادی' عادل اور منصف کی حیثیت سے پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دلائل کے ذریعے یہ بات لوگوں تک پہنچا دی کہ کائنات کا وجود صرف اللہ بزرگ و برتر کی پاک ذات کی بدولت ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے آپ ﷺ کو پیغمبر آخرالزمان ﷺ بنا کر بھیجا ایک ایسے رہنما ﷺ جو زمانے کی جاہلیت کو ختم کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی بے پناہ قوت استدلال کے ذریعے اپنے مخاطبین کی زبان کو گنگ کر دیا۔ ان میں جو سعید روحیں تھیں انہوں نے قبول حق کے لئے اپنے دل کے دروازے وا کر دیئے۔ قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ اور جملے میں ہمارے لئے حقیقت' شعور اور نور کائنات کے بارے میں اور وحدہ لاشریک کی پاک ذات کے متعلق بہت زیادہ رہنمائی موجود ہے۔ اس کا ایک نمونہ ایک آیت کے مفہوم کے مطابق یہ ہے۔

''کہہ دو! (اللہ فرماتا ہے) کہ اے میرے بندو! جنہوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانوں پر مایوس نہ ہونا اللہ کی رحمت سے' بلاشبہ اللہ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور فرمانبردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ آ جائے تم پر عذاب پھر نہ مدد مل سکے تمہیں کہیں سے بھی اور پیروی اختیار کر لو اس بہترین کتاب کی جو نازل کی گئی ہے تمہاری طرف' تمہارے رب کی طرف سے اس سے پہلے کہ آ پڑے تم پر عذاب اچانک اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ یہ اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ نہ کہے کوئی متنفس' ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو کرتا رہا میں اللہ کی جناب میں اور واقعتاً یہ ہے کہ تھا میں بھی مذاق اڑانے والوں میں یا کہے کوئی کہ اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو ضرور ہوتا میں بھی متقیوں میں۔''

(سورۃ الزمر آیات 53 تا 58)

اس آیت ربانی میں وہ ساری باتیں موجود ہیں جس کی آئینہ دار حضور اکرم ﷺ کی دعوت تھی جو ایک سچے راستہ کی طرف لے جاتی ہیں اس میں عقلی استدلال بھی موجود ہے اور اس کے ساتھ دل ہلا دینے والی جذباتی اپیل بھی ہے۔ اس میں بشارت اور انتباہ بھی ہے۔ ایک جگہ رب کریم نے فرمایا کہ

''اے انسانو! یقیناً آ چکا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پس جو ہدایت حاصل کرتا ہے تو درحقیقت وہ ہدایت پاتا ہے اپنے ہی فائدہ کے لئے اور جو گمراہ ہوگا تو درحقیقت اس کی گمراہی کا نقصان اسی کو پہنچے گا اور نہیں ہوں میں تم پر کوئی داروغہ اور پیروی کئے جاؤ (اے رسول) اس کی جو وحی کیا گیا ہے۔ تمہاری طرف اور صبر کرو یہاں تک کہ فیصلہ کر دے اللہ اور وہی ہے بہترین فیصلہ کرنے والا۔

(سورۃ یونس: آیت 108)

اسی طرح ایک اور جگہ ہے۔

''کیا نہیں ہدایت کی تھی میں نے تمہیں اے اولاد آدم کہ نہ عبادت کرنا تم شیطان کی بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ عبادت کرنا میری' یہی ہے سیدھا راستہ۔''

یہ بات قابل غور ہے کہ حضور گرامی مرتبت ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ وحی ہے جو کلام مقدس کا حصہ ہے وہ متلو اور جو حصہ نہیں ہے وہ وحی غیر متلو ہے' اس لئے کہ پروردگار عالم نے قرآن میں محمد ﷺ کی پوری زندگی کی (لعمرک) فرما کر قسم اٹھائی۔ اللہ کو اپنے پیغمبر ﷺ سے اتنی محبت ہے کہ آپ ﷺ کی عمر کی قسم اٹھاتے ہیں کہ اے پیغمبر محمد ﷺ! ''تیری عمر مقدس کی قسم ہے یہاں عمر مقدس کی قسم اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار نے اس وقت سے جب رسول ﷺ کا نور پہلی مرتبہ تخلیق کیا اور پھر جب خدا نے اپنے محبوب کو جدا کر کے زمین پر رخصت کیا اور پھر وہ عمر جو زمان و مکان کے تصرف سے بالا ہے اور وہ عمر جو زمین پر ہے اور قیود زمان و مکان میں ہے غرضیکہ آپ ﷺ کی عمر کا ہر ہر لمحہ اللہ نے گنا ہوا ہے اور جب اس ایک ایک لمحے پر اللہ کا اتنا مکمل کنٹرول ہے تو پھر اس رسول ﷺ کی کوئی بات بھی بغیر حکم الٰہی کے نہیں ہو سکتی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی' اس کا ایک لفظ بھی خدا کے فرمان سے جدا نہیں ہو سکتا چاہے ہمیں اجتماعی طور پر غلط ہی کیوں نہ لگے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

داعیِ امنِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پوری دنیا کے لیے امن کے داعی

- امن کی ضمانت، حکمت عملی
- آفاقی امن اور عالمگیر بھلائی کا داعی
- شریعت محمدی ﷺ کی وسعت نظری
- حقوق انسانی
- شدت پسندی اور دہشت گردی
- عصر حاضر اور اُمت مسلمہ کا تشخص

طالب ہاشمی، ضیاء الرحمٰن فاروقی، محمد شریف سیالوی، مولانا اسد تھانوی، بریگیڈئر محمد شمس الرحمٰن، سید ابو عبداللہ، میمونہ فدا

امن کی ضامن...... حکمتِ عملی

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی مملکت کی داخلی و خارجی حکمت عملی کی تشکیل ایسے خطوط پر فرمائی جو قیام امن کی ضامن ہے۔ صاحب تحریر طالب ہاشمی ان خوش بخت انسانوں میں سے ہیں جنہیں خالقِ کائنات کی خصوصی مہربانی اور نظر کرم کی بدولت سیرت رسول ﷺ اور سیرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ہزار ہا صفحات سپرد قلم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ زیر نظر تحریر ان کی کتاب حسنت جمیع خصالہٖ میں شامل ہے۔

مدنی زندگی میں سرور کائنات ﷺ کو سربراہِ مملکت کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی تھی گویا آپ ﷺ بیک وقت اللہ کے آخری رسول ﷺ بھی تھے اور ایک وسیع و عریض مملکت کے ہمہ مقتدر اور محبوب خلائق سربراہ ﷺ بھی۔ لیکن یہ سربراہی دنیا کے دوسرے بادشاہوں جیسی نہیں تھی بلکہ تخت و تاج، خدم و حشم، کروفر، قصر و ایوان، مال و دولت، حاجب و دربان اور پولیس و دفتر سے یکسر بے نیاز تھی اور اس سربراہ کی حکومت "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" کے اصول کی آئینہ دار تھی۔ آنحضور ﷺ نے تبلیغ حق، تزکیۂ نفس، اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت و کردار کے ساتھ ساتھ اسلامی مملکت کی داخلی اور خارجی حکمتِ عملی کی تشکیل جن خطوط پر فرمائی وہ نہ صرف ایک مثالی حکومت کے عکاس تھے بلکہ قیامِ امن کے بھی ضامن تھے۔ ان کا ایک مختصر سا خاکہ یوں کھینچا جاسکتا ہے کہ:

1- آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے صلح و امن کے بکثرت معاہدے کئے اور ہمیشہ صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہودِ مدینہ کے ساتھ امن و صلح اور باہمی تعاون کا معاہدہ کیا جس نے میثاقِ مدینہ کے نام سے شہرت پائی۔ اس میں آپ ﷺ نے یہودیوں کو مکمل آزادی دی اور شہری و ثقافتی معاملات میں ان کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے۔ 7 ہجری میں خیبر، فدک، وادی القریٰ اور تیماء کے یہودیوں سے صلح و امن کے معاہدے ہوئے۔ 8 ہجری میں قریش مکہ کے ساتھ دس سال کے لئے صلح و امن کا معاہدہ ہوا جو تاریخ میں "صلح نامۂ حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ 9 ہجری میں نجران، دومتہ الجندل ایلہ، مقنہ، جرباء اذرح، تبالہ، جرش اور یمن کے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ امن و صلح کے معاہدے ہوئے۔ اسی سال بحرین کے مجوسیوں کو معمولی جزیہ کے عوض ہر قسم کے حقوق دیئے گئے۔ عرب کے متعدد قبائل سے بھی حضور ﷺ نے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ اگر کبھی اپنی مدافعت یا فتنہ و فساد کے استیصال کے لئے تلوار اٹھانا ناگزیر ہوگیا تو بھی آپ ﷺ نے کوشش کی کہ جانی نقصان کم از کم ہو۔ عہد رسالت کے تمام غزوات و سرایا کی تعداد 82 ہے۔ ان سب میں مجموعی طور پر 1018 آدمی کام آئے گویا مقتولین کا اوسط $12\frac{1}{3}$ فی لڑائی ہے جبکہ حضور ﷺ کی ہجرت سے وفات تک 276 مربع میل روزانہ کے اوسط سے عرب کا علاقہ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوا (رحمۃ للعالمین جلد دوئم قاضی سلمان منصور پوری) فی الحقیقت آپ ﷺ کی داخلی حکمتِ عملی سراسر امن و صلح پر مبنی تھی اور اس کا مقصد کسی علاقے پر طاقت کے بل پر قبضہ جمانا نہ تھا۔ اس حکمت عملی نے تمام اہل عرب کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص رشتۂ اتحاد میں پرو دیا اور ملک سے بدامنی کا خاتمہ ہوگیا۔

2- حضور ﷺ کی خارجہ حکمتِ عملی کے نمایاں پہلو یہ تھے:

(ا) آپ ﷺ نے عرب کی سرحدوں کو بیرونی

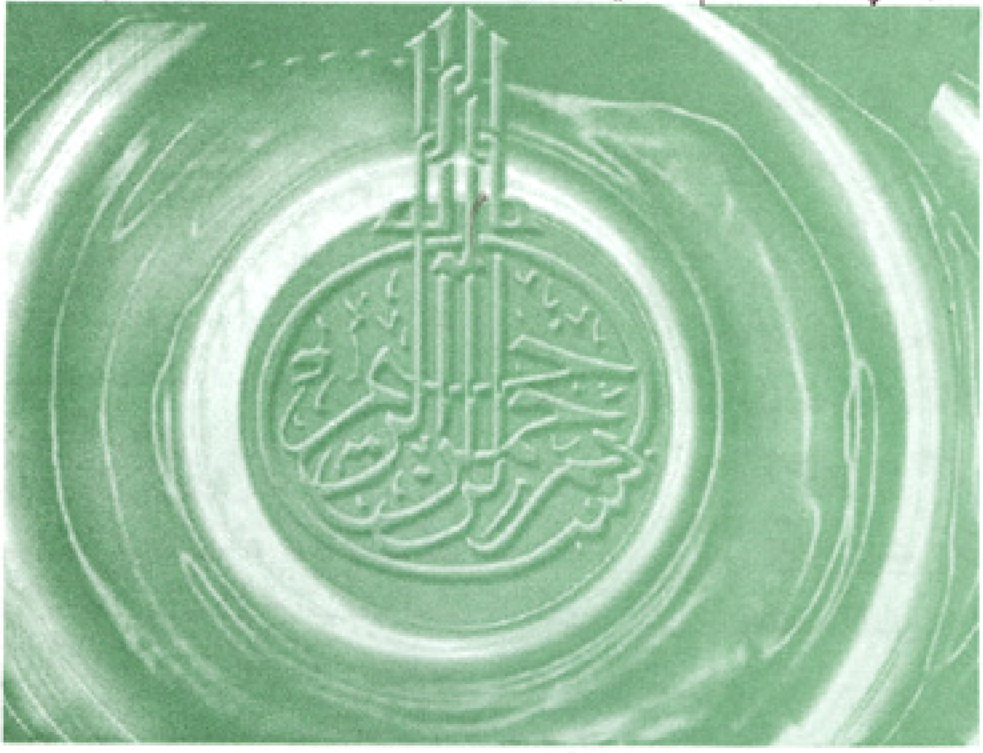

خطرات سے محفوظ کر دیا اور ایمن' عمان اور بحرین کو (جو فی الحقیقت عرب کا حصہ تھے) مجوسی ایران کے پنجے سے نجات دلائی۔

(ب) پڑوسی ممالک (حبشہ' ایران' روم اور مصر) کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور کسی قسم کی دھمکی دینے کی بجائے ان کو بتایا کہ اگر انہوں نے امن اور سلامتی کی یہ دعوت قبول نہ کی تو اپنی رعیت کا وبال انہی کی گردن پر ہوگا۔

(ج) بیرونی دشمن کو اپنے ملک میں گھسنے کا موقع دینے کے بجائے آگے بڑھ کر سرحدوں پر اس کا مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ تبوک کا پُر صعوبت سفر اسی سلسلے میں پیش آیا (9 ہجری)

(د) سفیروں کی جان کے تحفظ کو اپنی حکومت کا اصول قرار دیا۔ اسی طرح اسیرانِ جنگ سے بہترین سلوک اپنی حکومت کا شعار قرار دیا۔ لڑائیوں میں اپنی فوج کو باغ اور کھیت اُجاڑنے' لوٹ مار کرنے' بوڑھوں' بچوں' عورتوں' مذہبی پیشواؤں' راہبوں اور معذوروں کو قتل کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی۔

اوپر کی سطور سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سرورِ عالم ﷺ زندگی بخشنے والی کس چیز کی دعوت دیتے تھے۔ یہ دعوت تھی اسلام (سلامتی) کی' ایمان (امن) کی اور اخوت (بھائی چارے' ہمدردی اور پیار محبت) کی۔ جن مبارک ہستیوں نے اس پر لبیک کہا انہوں نے وہ انعامِ ربانی پا لیا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور جب ان کے اخلاف نے اس کو نظر انداز کر دیا تو زوال وادبار کے عفریت نے انہیں اپنے پنجوں میں جکڑ لیا۔ حق یہ ہے کہ جب تک رسولِ رحمت ﷺ کی دعوت اور پکار پر لبیک نہ کہا جائے گا دنیا کا یہ انتشار اور ہولناک اضطراب کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے درد کا مداوا اسی دعوت پر لبیک کہنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے (آمین ثم آمین) (طالب ہاشمی کی کتاب خُسنُ مَتِیع خصالہ سے اقتباس)

آپ ﷺ کے فیضان سے شمس و قمر ہیں ضوفشاں

اے پناہِ بے کساں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ
چارہ بے چار گاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

اے مددگارِ غریباں! اے نصیرِ عاجزاں
عز و فخر امتاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

آپ ﷺ کی نسبت سے قائم ہے جہان رنگ و بو
باعثِ کون و مکاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

آپ ﷺ ہیں ظلِ الٰہیٰ آپ ﷺ ہی کے نور سے
جگمگاتا ہے جہاں آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

آپ ﷺ کے فیضان سے شمس و قمر ہیں ضوفشاں
تابش سیارگاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

آپ ﷺ کی مدح و ثنا' تسکینِ دل' آرامِ جاں
اے شفیق و مہرباں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

پیارے مولا ﷺ ہو شب تاریکِ غم کی اب سحر
دُور ہوں جاں کاہیاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

آہ! میری زندگی کا نخل ہے بے برگ و بار
ہو بہار بے خزاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

بابِ رحمت پہ میں حاضر ہوں بصد عجز و نیاز
سن لیں فریاد و فغاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

قیصر و کسریٰ کا شاہی کا نہیں خواہاں سعید
بس تلاش آستاں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

"بدر" کامل ہوگیا ہے آپ ﷺ کے فیضان سے
نعت میں رطب اللساں! آقا ﷺ رسولِ ہاشمی ﷺ

سعید بدر

اسلام آفاقی امن اور عالمگیر بھلائی کا داعی ہے

سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک چلتا رہا' تا آنکہ اللہ رب العزت نے فیصلہ کیا کہ آخری رسول ﷺ بھیجے اور بیک قلم قیامت تک پوری کائنات کی سرداری کی خلعت انہیں ﷺ عطا فرما کر عالمگیر نبوت اور آفاقی ہدایت پر مشتمل قرآن عظیم کے ذریعے اپنے دین کو مکمل کرے۔ زیر نظر مضمون معروف عالم دین مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی کتاب ''پیغام اسلام اقوامِ عالم کے نام المعروف طلوعِ سحر'' کا اقتباس ہے۔ مولانا' ممتاز عالم دین' انتہائی محقق اور تاریخ پر دسترس رکھتے تھے۔انہوں نے کئی اسلامی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ان کی سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے کتاب ''رہبر و رہنما ﷺ'' انتہائی معلوماتی کتاب ہے۔

خدا برتر و بزرگ نے جب انسان کی تخلیق کا آغاز کیا' تو اس کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے اپنی قوموں میں پیغمبر اور رسول بھی مبعوث فرمائے' ہر بستی' ہر قوم' ہر ملک' ہر شہر' ہر علاقے کی طرف ایسی ایسی اولوالعزم ہستیاں بھیجی گئیں جنہوں نے بے پناہ مشکلات اور ناقابل بیان مصائب سے گزر کر انسانوں کو سچائی اور امن کی شاہراہ پر گامزن کیا اور ان کے اوپر اللہ رب العزت نے وحی اور آسمانی کتابیں بھیج کر تازہ ترین ہدایات کے انبار لگا دیئے تاکہ حجت پوری ہو جائے اور واشگاف طور پر انسان کے سامنے زندگی کی حقیقت واضح ہو جائے۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک چلتا رہا' تا آنکہ اللہ رب العزت نے فیصلہ کیا کہ آخری رسول بھیجے اور بیک قلم اسے قیامت تک آنے والی پوری کائنات کی سرداری کی خلعت سے آراستہ کرکے عالمگیر نبوت اور آفاقی ہدایت پر مشتمل قرآن عظیم کے ذریعے ایسی دستاویز عطا کرے جو ہر دور' ہر نسل اور ہر قوم کے ہر دکھ اور ہر مشکل موقع پر دستگیری کر سکے۔ اس کتاب (قرآن کریم) میں خدائے واحد نے ایسے قوانین اور اصول نقش کئے جو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی عالمگیر حیثیت کے شایانِ شان تھے۔ انسانوں کی ہدایت و فلاح کے لئے پیغمبروں کا سلسلہ آنحضرت ﷺ پر ختم کرکے پوری دنیا کو ایک ہی مرکز (خانہ کعبہ) پر سر جھکانے اور ایک ہی رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت اور ایک ہی جماعت (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو کسوٹی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔

آنحضرت ﷺ کی عالمگیر حیثیت ہی کے مطابق آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے جو (مجموعہ قوانین قرآن مجید) عطا کیا گیا اس میں بھی آنے والے انسانوں کی ہر دور' ہر ملک' ہر نسل' ہر قوم' ہر تمدن اور ہر تہذیب کو سامنے رکھ کر انسانوں کے عین مزاج اور عادات کی اصلاح کا اعلان کر دیا گیا' اسلام کی یہ عالمگیر حیثیت درج ذیل قرآنی شہ پاروں سے نمایاں ہے:

خدا

برب الناس تمام انسانوں کا رب (خدائے دوجہاں)

رسول

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (تمام انسانوں کا نبی ﷺ)

قرآن

ھدیً للناس تمام انسانوں کی ہدایت (قرآن)

رہبروں کی ضمانت

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (تمام انسانوں میں تمہیں (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو منتخب کیا گیا۔

خانہ کعبہ

ان اول بیت وضع للناس خدا کا گھر (خانہ کعبہ) تمام انسانوں کے لئے۔

اسلام کی یہی عالمگیر حیثیت دنیا کے تمام پہلے مذاہب سے اسے ممتاز کر دیتی ہے۔ اس کی ابدی تعلیمات صرف ایک قوم اور ملک کے لئے نہیں بلکہ یہ تمام دنیا کے مسائل و مشکلات میں ایک مسیحا اور ہادی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلام کی اس عالمی حیثیت کا تقاضا ہے کہ دنیا کی تمام قوتوں' تمام ملکوں' تمام ملتوں کو اس کی طرف بلا کر انہیں ان کے حقیقی مسیحا (اسلام) سے روشناس کرایا جائے۔ بھولی بسری انسانیت کو در در پر ٹھوکریں

کھانے کی بجائے آخری پیغمبر ﷺ کے عالمی دین اور بطور نمونہ اس ﷺ کے ہمنوا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کارگزاری کو سامنے رکھ کر امن عالم اور فلاح کائنات کا علم بلند کیا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے جس عالمی منشور کا اعلان اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔ اس کو سب سے پہلے آپ ﷺ کے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عملی جامہ پہنا کر آنے والے لوگوں کے لئے ایک معیار اور نمونہ پیش کر دیا تھا۔ اب یہ عذر نہیں کیا جاسکتا کہ اس مذہب اسلام کے اصول انسانوں پر لاگو نہیں ہوسکتے۔ اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا' آنحضرت ﷺ تو اللہ کے پیغمبر تھے۔ وہ برگزیدہ ہستی کے مالک تھے' لیکن ہم تو عام انسان ہیں ہم وہ اصول کیسے اپنا سکتے ہیں۔ اس سوال کا جواب آپ ﷺ کی مقدس جماعت کی طرف سے 50 سال تک ان قوانین کا خطہ عرب پر نفاذ ہے۔ قیصر و کسریٰ کی دو طاقتوں کے مقابلے میں اسلام کا غلبہ ہے۔

اس جامع اور مکمل دستور سے پورے عالم نے استفادہ کیا تھا۔ اس کے شہ پاروں سے ظلمت وجہل' جگ مگ کر اٹھی تھی۔ اس کے رعایا پرور اصولوں اور خدا ترسی اور انصاف پر مشتمل ضابطوں نے ظلم وستم کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت کو عافیت کے کنول سے آراستہ کر دیا۔

قرآن عظیم کے دستوری قوانین کو آنحضرت ﷺ نے لاکھوں فرامین (احادیث) کے ذریعے ایسے ایسے خوبصورت طریقوں سے امت کے سامنے پیش کیا کہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک نے ان آفاقی اصولوں کا خیر مقدم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے صرف دس سال کی مدت میں اسلام 9 لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔ جب آنحضرت ﷺ کے خلفاء نے اس عالمی مذہب کو زمین کے سینے پر آویزاں کیا تو نصف صدی میں 50 لاکھ مربع میل تک اس کے اصول روشن ہوگئے۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں ایسی ہمہ گیر کامیابی اور بہت تھوڑے عرصے میں اس بے پناہ مقبولیت کا اعزاز صرف اسلام کے حصے میں آیا ہے۔

بقول نپولین" نصف صدی میں مسلمانوں نے نصف دنیا کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ ساری دنیا نے اسلام کو صرف اس لئے خوش آمدید نہیں کہا کہ ہر قوم جنگ اور قتال سے خائف تھی' بلکہ اس کے نفاذ اور مقبولیت کی اصل روح اس کا عادلانہ اور منصفانہ نظام تھا جس کے نفاذ سے ظلم وتعدی کا شکار انسانیت طمانیت کے زیور سے آراستہ ہوگئی تھی"

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے کردار نے اسلام کی عالمگیر حیثیت پر مہر لگا دی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دور عدل و مساوات اور اسلامی فتوحات کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت حسن' حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ادوار میں بھی خطہ زمین کے بیشتر حصوں پر اسلام کی قندیلیں روشن رہیں۔.......... یہ سب کچھ آخری رسول ﷺ کی آفاقی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ ایک موقع پر قرآن کی زبان میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ترجمہ: "چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت (دنیا کو) بھلائی کی طرف بلاتی رہے" (سورۃ آل عمران)

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے امت پر دین کی گواہی دے کر بھلائی کے لئے مسلمانوں کو ان کی عالمی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے۔ اس آیت کے بعد امت محمدیہ کو ہمیشہ کے لئے اس بات کا امین بنایا گیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگوں کے سامنے اس دین کی گواہی دیتی رہے۔ اسی دین کی بنیاد پر پورے عالم کو نیکی' بھلائی' امن اور آشتی کا نور پہنچاتی رہے۔ اس آیت سے ایک طرف یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پوری امت امن عالم کی ذمہ دار ہے۔ دوسری طرف یہ بتایا گیا ہے کہ برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا ہی اس کا عظیم منصب ہے۔

"تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں

کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگوں کو نیک کام بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔'' (سورۃ آلِ عمران)

آنخضرت ﷺ کی عالمگیر رحمت کا تقاضا ہے کہ ان کے پیروکار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیامت تک پوری دنیا کو اللہ کی طرف بلائیں، آنخضرت ﷺ کا ہر امتی آپ ﷺ کے نمائندے کی حیثیت سے دنیا میں نیکیوں کے فروغ میں لگ جائے۔

ایک مسلمان کو جہاں محمدی ﷺ مبلغ کی حیثیت حاصل ہے۔ وہاں وہ زمین پر اللہ کا خلیفہ بھی بنایا گیا ہے قرآن کے حکم کے مطابق ہر مسلمان اللہ کا خلیفہ ہے اسے دنیا میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خدائی خلافت (جو آپ کی عبودیت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور احکامات کے ابلاغ سے عبارت ہے) کا حامل ہر کلمہ گو پوری انسانیت کی فلاح اور کامیابی کی طرف راغب کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ اصلاحِ عالم کے لئے اللہ کا نمائندہ اور خلیفہ ہے۔ اجتماعی خلافت تو آنخضرت ﷺ کے اقتداء کی صورت میں پہلے دور کے خلفائے رسول کو ملی' لیکن انفرادی خلافت ہر شخص کو حاصل ہے جو ہر ہر سوسائٹی میں خدائی احکامات اور محمدی ﷺ ارشادات پہنچانے کا ذمہ دار ہے اس پر لازم ہے کہ یہ اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے سارے انسانوں کو ایک مرکزِ وحدت پر جمع کرے اور ان کو عافیت وامن اور مساوات وعدل کا درس دے جیسا کہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا ''بیشک اللہ نے مجھے سارے انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے تم میری طرف سے یہ رحمت لوگوں تک پہنچا دو''

بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا اسلام کا فریضہ ہے جس کے باعث امتِ محمدیہ ﷺ کو ایک منتخب اور مثالی امت قرار دیا گیا ہے' یعنی امت بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت اور اصلاح کا پھریرا لہرائے' دنیا کی وسعت اور عالمی پھیلاؤ سے بے نیاز ہو کر ہر ہر خطہ میں اصلاح اور نیکی کا کام کرے' اب جبکہ دنیا کی ساری وسعت سمٹ کر چند گھنٹوں اور چند ہفتوں میں بند ہوگئی ہے۔ ایسے وقت میں عالمی اصلاح کی ذمہ داری اسی حساب سے ہر مسلمان پر لازم ہوگئی ہے۔ اس فریضہ سے کوتاہی کی وجہ سے آج پوری امت بے شمار مصائب کے گرداب میں تڑپ رہی ہے۔ سارے عالم کی بھلائی کی فکر ساری دنیا کو گہوارۂ امن وراحت بنانے کی سوچ طاقت کے ذریعے ظلم کے خاتمے بدی کے تمام سوتے جڑ سے اکھاڑنے کی تاکید آنخضرت ﷺ کے اس فرمان میں واضح ہے۔

ترجمہ: ''اللہ کی قسم تم ضرور اچھی باتوں کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے' تم پر لازم ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لو اور اسے صحیح طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور کرو اور اسے حق کی متعینہ حدود کا پابند بناؤ'' (ابوداؤد)

حُبِ نبی ﷺ نہ ہو تو عبادت فضول ہے

مانو نہ مانو دیں کا مسلّم اصول ہے
حُبِ نبی ﷺ نہ ہو تو عبادت فضول ہے

ہر نقشِ پا نبی ﷺ کا ہے معراج بالیقیں
عرشِ عُلا تو آپ ﷺ کے قدموں کی دھول ہے

یہ ظرفِ کُن فِکاں ہیں مشیّت خدا کی ہیں
جو ان ﷺ کو ہے قبول خدا کو قبول ہے

عالم میں ایک پیکرِ خُلقِ عظیم ﷺ وہ
سنت قرآن جس کی ہے یہ وہ رسول ﷺ ہے

نظرِ کرم سحابؔ پہ ہو رحمتِ ﷺ جہاں
تشریف دل میں لایئے ہر دم ملول ہے

سکواڈرن لیڈر محبوب حیدر سحابؔ

شدت پسندی اور دہشت گردی

تشدد کی روش اختیار کرنا نہ تو اسلام کا تصور ہے اور نہ ہی دینی نقطہ نگاہ سے ایک مسلمان کی مجبوری ہے، بلکہ اس کے برعکس رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کرنا اہلِ اسلام کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اس تحریر کے مصنف بریگیڈیر محمد شمس الرحمٰن آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔

اسلام شدت پسند دین نہیں ہے یہ تو انسانیت کی خیرخواہی کا دین ہے۔ یہ اندھا دھند جوش و جذبے کا دین نہیں ہے بلکہ عقل و حواس اور سمجھ بوجھ کا دین ہے۔ اس لیے تشدد پسندی اور اپنے نقطۂ نظر کو بزور منوانا اور زبردستی دوسروں کو قائل کرنا نیز اس کے لئے تشدد کی روش اختیار کرنا نہ تو اسلام کا تصور ہے اور نہ ہی دینی نقطہ نگاہ سے ایک مسلمان کو زیب دیتا ہے، بلکہ اس کے برعکس رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کرنا اہلِ اسلام کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ قرآنی اصطلاح ''زمین میں فساد'' اور ''ناحق سرکشی'' سے مراد معاشرتی بگاڑ اور تخریب ہے چنانچہ تشدد کے ذریعے زمین میں فساد برپا کرنے کی کارروائی تخریب کاری ہے جس کا نتیجہ معاشرے میں لوگوں کے اندر خوف و ہراس اور وحشت و سراسیمگی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے، ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہے؟'' (سورۃ ص:28)

گو کہ اسلامی شریعت میں انسان کی جان اور اس کے خون کا بہت احترام ہے لیکن انسان اپنا یہ حق اس وقت کھو بیٹھتا ہے جب وہ فساد پھیلائے اور سرکشی پر اتر آئے۔ تب اس کا قتل باقی انسانیت کی زندگی بن جاتا ہے۔ قتل بری چیز ہے مگر فتنہ و فساد اس سے زیادہ بری چیز ہے۔

کچھ عرصے سے ہمارے معاشرے میں یہ تشویشناک رجحان پروان چڑھا ہے کہ دین کے نام پر مختلف گروہ منظم کئے جاتے ہیں۔ ان میں نوجوانوں کے جذبات کو کسی دوسرے گروہ کے خلاف برانگیختہ کیا جاتا ہے اور ان کی دینی غیرت و حمیت کو چیلنج کرتے ہوئے انہیں آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ دوسروں کی جان لے لیں اور انہیں واصل جہنم کر کے خود کو ابدی جنت کا مستحق بنا لیں۔ ایسے واقعات معاشرے کو جس کرب میں مبتلا کر رہے ہیں اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں۔ لوگوں کے گھر، پبلک مقامات، سڑکیں، راستے اور عبادت گاہیں تک محفوظ نہیں۔ ایک عدم تحفظ کا احساس ہے جو آہستہ آہستہ سارے معاشرے کو اپنی گرفت میں لے رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان واقعات میں وہ لوگ بھی ملوث ہو سکتے ہیں جو ملک دشمن قوتوں کے وفادار ہیں لیکن اس سے بھی انکار ہرگز نہیں کہ اس صورتحال کے ذمہ دار اپنے ہی چند مفاد پرست گروہ ہوں۔

ایمان اور کفر کا معیار از روئے شریعت

جہاں تک کسی شخص کے مومن ہونے کا تعلق ہے تو اس کا فیصلہ کرنا کسی انسان کے سپرد نہیں کیا گیا۔ یہ معاملہ تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور وہی روز قیامت اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ بندوں کے لئے اگر فیصلہ کرنے کی کوئی چیز ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ملت اسلام کے جو امتیازی نشانات بتائے ہیں، ان کے لحاظ سے کون شخص سرحد اسلام کے اندر ہے اور کون اس سے باہر نکل گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے جو چیزیں بنائے اسلام کی حیثیت سے بتائی گئی ہیں وہ حدیث رسول ﷺ کی رو سے اس طرح ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔''

(صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی)

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول

ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب وہ ایسا کر لیں گے تو مجھ سے اپنی جانیں اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے بجز اس کے کہ اسلام کو کوئی حق ان کے خلاف قائم ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔"
(صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارے طریقے پر نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ اس کے لئے ایک مسلمان کے تمام حقوق ہوں گے اور اس پر ایک مسلمان کے تمام فرائض عائد ہوں گے۔" (صحیح بخاری)

"پیغمبر اسلام رسول العربی ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے ہمارے قبلے کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس رسول (ﷺ) کی حفاظت اس کو حاصل ہے پس تم (اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر) اللہ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔" (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ایک شخص دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے تو اگر وہ دوسرا شخص درحقیقت ویسا نہ ہو تو وہ تہمت اس شخص پر پلٹ آئے گی۔" (صحیح بخاری)

"نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کو کافر یا دشمن خدا کہہ دیا جب کہ وہ ایسا نہ تھا تو ایسا کہنا خود اس کہنے والے شخص پر پلٹ آئے گا۔" (صحیح بخاری)

"حضور اکرم ﷺ نے (حجۃ الوداع کے خطبے میں) فرمایا "لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمہارے اس دن (یوم عرفہ) کی حرمت تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اور کفار کے زمرے میں شامل ہو جاؤ۔" (صحیح بخاری و سنن ابی داؤد و نسائی و مسند احمد)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں اصل ایمان ہیں۔

ایک یہ کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے تو تم اس کے ساتھ لڑائی نہ کرو۔ دوسری یہ کہ اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اور تیسری یہ کہ کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج مت قرار دو۔ (سنن ابی داؤد)

ملا علی قاری اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو کسی گناہ کی بناء پر خواہ وہ کیسا ہی بڑا گناہ ہو' کافر نہیں قرار دیتے تھے جب تک کہ وہ اس کے حلال ہونے کا قائل نہ ہو۔ ہم اس سے ایمان کا نام سلب نہیں کرتے

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا انتہا درجے کی شقاوت اور سنگ دلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اور اکابر و فقہاء اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ شامیؒ اپنی کتاب ردّ المحتار میں لکھتے ہیں: "ایک مسلمان کے کسی قول اور عقیدے کی سو تاویلیں ممکن ہوں جن میں سے ننانویں کفر کی ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔"

بلکہ اسے حقیقتاً مومن قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص فاسق ہو اور کافر نہ ہو۔
(شرح فقہ اکبر)

عقیدہ طحاویہ میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ بندہ خارج از ایمان نہیں ہوتا مگر صرف اس چیز کے انکار سے جس کے اقرار نے اسے داخل ایمان کیا۔ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کے نہ جنتی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں نہ دوزخی ہونے کا اور نہ ہم ان پر کفر یا شرک یا منافقت کا حکم لگاتے ہیں جب تک کہ ان سے ایسی کسی بات کا عملاً ظہور نہ ہو اور ہم ان کی نیتوں کا معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہیں۔

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا انتہا درجے کی شقاوت اور سنگ دلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اور اکابر و فقہاء اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے۔ مشہور حنفی فقیہ علامہ شامیؒ اپنی کتاب ردّ المحتار میں لکھتے ہیں۔

"ایک مسلمان کے کسی قول اور عقیدے کی سو تاویلیں ممکن ہوں جن میں سے ننانویں کفر کی ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔"

مشہور عالم بزرگ حضرت گنگوہیؒ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے اس سے بھی آگے بڑھ کر فرمایا ہے کہ

فقہاء کا ننانوے احتمالات کا یہ قول تحدیدی نہیں بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں جن میں نوسو ننانوے احتمالات کفریہ ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی بھی تکفیر جائز نہیں۔

(انوار القلوب' مکتوب حضرت گنگوہیؒ)

یہ کتنی زیادتی کی بات ہے کہ جو مسلمان اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ایمانیات پر اعتقاد کا اقرار کرتا ہو اور مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق اسلام کی سرحدوں کے اندر ہو' اسے کوئی شخص خارج از ملت قرار دے بیٹھے۔ یہ جسارت اصل میں بندوں کے مقابلے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابلے میں ہے۔ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کا کون سا گروہ ایسا ہے جو ان بنیادی عقیدوں پر یقین نہیں رکھتا۔ سبھی کو ان اصولوں پر دل سے اتفاق ہے۔ صرف بعض تشریحات یا فروعات میں جھگڑا ہے جو اختلافات عقل وفہم کی وجہ سے بالکل فطری ہیں۔ بنیادی اصولوں کو چھوڑ کر محض نزاعات کو اچھالنا نہ دین ہے نہ ملت۔

مفتی اعظم پاکستان جناب محمد شفیعؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

''ہم نے علمی ودینی خدمات کو انہی فروعی مباحث میں منحصر سمجھ رکھا ہے اور سعی وعمل کی پوری توانائی اسی پر لگا رکھی ہے۔ اسلام کے اصولی اور بنیادی مسائل اور ایمان کی سرحدوں کو دشمن کی یلغار کے لئے خالی چھوڑ دیا ہے۔ لڑنا کسی محاذ پر چاہئے تھا اور ہم نے طاقت کسی محاذ پر لگا دی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ تو تخریب وتعصب کے غلو کا نتیجہ ہے۔ اسی کے ساتھ دوسری بھاری غلطی ان اجتہادی مسائل میں اختلافات کی حدود کو توڑ کر تفریق وتشتت اور جنگ وجدال اور ایک دوسرے کے ساتھ تمسخر واستہزاء تک پہنچ جاتا ہے تو اس لڑائی کو جہاد قرار دے کر لڑتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کا جہاد خود اپنے ہی دست وبازو سے ہونے لگے اس کو کسی غنیم (دشمن) کی مداخلت اور کفر والحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں''؟

(وحدت امت'''' مجموعہ تقاریر مفتی محمد شفیعؒ)

شریعت محمدی ﷺ کی وسعتِ نظری

اگر اسلام میں ''اعتدال پسندی روشن خیالی نہ ہوتی تو اسلام چار دانگ عالم میں نہ پھیلتا۔

مولانا اسد تھانوی کے 29 ویں سیرت کانفرنس میں پڑھے جانے والے ایک مقالے سے اقتباس

سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں ''روشن خیالی اور اعتدال پسندی'' پر غور وفکر ایک اہم کاوش ہے۔ اگر آپ تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ' احمد مجتبیٰ ﷺ' سرکار دوعالم ﷺ سے پہلے دنیا میں سوا لاکھ کے قریب نبی اور رسول اور بھیجے گئے لیکن یہ تمام انبیاء اور تمام رسول ان کی بعثت کسی مخصوص زمانے اور کسی مخصوص علاقے کے لئے تھی لیکن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ' احمد مجتبیٰ ﷺ' سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت ''کافۃ للناس'' کے لئے پوری انسانیت کے لئے ہے۔ فرمایا قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ترجمہ: کہ اے نبی ﷺ بیانگِ دہل اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ میں پوری انسانیت کے لئے اور ہر زمانے کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ' احمد مجتبیٰ ﷺ' سرکار دوعالم ﷺ جو

نبیوں کے سردار اور خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ وہ کائنات میں واحد نبی ﷺ ہیں جن کی نبوت کُل انسانیت کے لئے ہے اور آپ سب جانتے ہیں کہ ہر 300 میل کے بعد زبان بھی بدل جاتی ہے' معاشرہ بھی بدل جاتا ہے۔ ثقافت بھی بدل جاتی ہے۔ رہائش بھی بدل جاتی ہے۔ تو یہ جو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیجا گیا۔ اگر اس دین کے اندر اعتدال پسندی ورواداری نہ ہوتی۔ اگر اس دین کے اندر یہ حقیقت نہ پائی جاتی اور یہ خاصیت نہ پائی جاتی کہ ہر علاقے اور ہر زمانے کے اندر جا کر یہ وہاں کے حالات کے اندر جا کر جذب ہو جائے۔ تو مشرق سے لے کر مغرب جنوب سے لے کر شمال تک دین نہ پھیلتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سرکار دوعالم ﷺ نے ان کی بعثت ہوئی تو تقریباً پچاس' پچپن اور ساٹھ برسوں کے اندر مشرق سے مغرب اور جنوب سے لے کر شمال تک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو سربلندی عطا فرمائی۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کے اندر افغانستان تک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پہنچایا اور خاقانِ چین مسلمانوں کا باجگذار تھا۔ تو یہ جو اسلام مدینہ منورہ سے نکلا' مکہ مکرمہ سے نکلا' سرزمین حجاز سے نکلا' مشرق اور مغرب اور جنوب اور شمال کے اندر پھیل گیا۔ اگر اس میں اعتدال پسندی اور روشن خیالی نہ ہوتی تو اسلام چہار دانگ عالم میں نہ پھیلتا۔ خود سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں ہمیں ایسی روشن خیالی چاہئے اور ہمیں ایسی اعتدال پسندی چاہئے جو جناب محمد مصطفیٰ ﷺ' احمد مجتبیٰ ﷺ' سرور دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ کی حدود کے اندر ہو۔

حقوق انسانی کے عظیم مصلح ﷺ

ہادی برحق ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع رہتی دنیا تک امن عالم کے لئے روشنی کا مینارہ رہے گا۔ آج بھی اقوام عالم کا منشور اسی خطبے سے ماخوذ ہے جس میں کسی رنگ و نسل یا قبیلے کو دوسرے رنگ و نسل سے یا قبیلہ پر فوقیت نہیں دی گئی جس میں تمام انسانوں کے حقوق برابر گردانے گئے۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر فضیلت صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر دی گئی۔

سید ابو عبداللہ

آقائے نامدار حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کی سیرت مبارکہ پر لکھنے کی جسارت پر بندہ عاجز کو اپنی کوتاہ عقلی، کوتاہ بینی اور کم مائیگی کا پورا احساس ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ایک ایسے ہیرے کی مانند ہے جس کے ہر پہلو سے بھرپور رہنمائی اور روشنی منعکس ہوتی ہے۔ یہ وہی رہنمائی اور حکمت کا نور ہے جو خالق کائنات نے رسول ﷺ امی پر قرآن حکیم کی صورت میں نازل فرمایا۔ رسول مقبول ﷺ کی سیرت مبارکہ کتاب ہدیٰ کی تفسیر تھی۔ آپ ﷺ میں تمام انسانی اوصاف انتہا کی آخری حدود تک موجود تھے۔ انہی اعلیٰ ترین اوصاف کی بنا پر زندگی کے ہر کردار خواہ بحیثیت حاکم ہو یا بحیثیت تاجر، بحیثیت معلم ہو یا بحیثیت سپہ سالار، بحیثیت باپ ہو یا بحیثیت ساتھی غرضیکہ کسی بھی حیثیت میں آپ ﷺ بے مثل تھے۔

حضرت محمد ﷺ انسانی حقوق کے اتنے عظیم علمبردار تھے کہ نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نے ایسے انسانی حقوق مرتب کیے اور نہ اسلام کی اشاعت کے بعد کسی مذہب، گروہ یا قبیلے نے انسانیت کے ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر رشتے کے لئے اتنے واضح اور منصفانہ حقوق مقرر کیے۔ انسانی زندگی کے ہر فرد و طبقے کے علاوہ جانوروں تک کے حقوق مقرر کیے۔

ہادی برحق ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع رہتی انسانیت کے لئے امن عالم کے لئے روشنی کا مینارہ رہے گا۔ آج بھی اقوام عالم کا منشور اسی خطبہ سے ماخوذ ہے جس میں کسی رنگ و نسل اور قبیلے کو دوسرے رنگ و نسل اور قبیلے پر فوقیت نہیں دی گئی جس میں تمام انسانوں کے حقوق برابر گردانے گئے۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر فضیلت صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر دی گئی۔ اعلیٰ اخلاق و اعلیٰ کردار کو عزت و تکریم کا سبب قرار دیا گیا۔ ہر انسان کا خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، آقا ہو یا محکوم، مرد ہو یا عورت، خاوند ہو یا بیوی، والدین ہوں یا اولاد غرضیکہ پڑوسی، مسافر، یتیم، رشتہ دار قیدی اور محتاج ہر انسان کا حق مقرر ہے۔ جتنا حق اسلام نے دیا ہے اتنا کسی مذہب میں نہیں دیا گیا۔ اتنا خوبصورت و حسین توازن کسی گروہ، قبیلے یا قوم میں نہیں پایا جاتا۔

انسانوں کے حقوق کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جہاں بھی ہو حقوق اللہ کا خیال رکھو۔ برائی کے پیچھے

بھلائی کرو تو اس کو مٹا دو گے اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔" (جامع ترمذی)

ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے پانچ باتیں گنوائیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ "یعنی تم لوگوں کے لئے وہی چاہو جو تم اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلمان بن جاؤ گے۔ الناس کا لفظ عام ہے جس میں بلاتمیز رنگ و نسل و مذہب و قوم تمام انسان داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک تمام انسانوں کی بھلائی کا جذبہ دل میں نہ ہو انسان مکمل انسان نہیں ہو سکتا۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا۔ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن مکمل نہیں ہوگا جب تک وہ اور لوگوں کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے اور جب تک وہ آدمی کو صرف اللہ کی خاطر پیار نہ کرے۔ اس حدیث مبارکہ میں محبت انسانی کی وسعت ساری انسانی برادری تک وسیع کر دی گئی ہے۔ ایک انسان کے دوسرے انسان پر انسانی برادری کی حیثیت سے بھی کچھ فرائض ہیں۔ جن سے عہد برآء ہونا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کا جو حکم ہے اس کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ جس چیز کو ایک مسلمان سچائی سمجھتا ہے اس کا انسانی فریضہ ہے کہ وہ دوسرے انسان کو بھی اس سچائی سے باخبر کرے۔

اگر ہم اسلام کے تمام اخلاقی فرائض اور تعلیمات کو مختصراً پیش کرنا چاہیں تو مندرجہ بالا احادیث میں ہر امر واضح ہے کہ دیگر انسانوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے

لئے کرتے ہو۔ ان احکامات سے معاشرہ ہر قسم کی ایذا رسانی اور ظلم سے پاک ہوگا۔ خواہ اس معاشرے میں غیر مسلم بھی کیوں نہ بستے ہوں۔ ایک مثالی معاشرے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مشعلِ راہ نہیں۔

ان تمام حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ اس ترتیب کا فلسفہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ تعلقات کی وابستگی دوہری ہوتی ہے اس کا درجہ بڑھ کر ہے۔ مثلاً ایک شخص جو ایک وقت میں ایک ہی کی مدد کرسکتا ہے اس کی ایک بیمار ماں ہے۔ بیمار باپ' بیمار بھائی' بیمار پڑوسی اور اسی طرح بیمار محلہ دار اور بیمار ہم وطن ہے تو اس کو کس کی مدد کرنی چاہیے۔ یہی وہ موقع ہے جس میں تدریجی تعلقات کی ترتیب کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تعلقات کے دوہرے تہرے حقوق پہلے

> ''اسلام ایک آفاقی سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ اس میں تمام مخلوق خدا کی سلامتی پنہاں ہے۔ دنیا میں کوئی دوسرا مذہب یا قانون علاقائی' رنگ ونسل قوم کے تعصب سے بالاتر نہیں یہ شرف یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے۔ جو ہر قسم کے تعصبات سے مبرا ہے۔''

ماں' پھر بھائی' پھر پڑوسی' اہل محلہ اور ہم وطن کے ہیں۔ یہ نیکی نہ ہوگی اپنی بیمار ماں کو چھوڑ کر پڑوسی کی خدمت میں لگ جائے یا پڑوسی کو چھوڑ کر ہم وطن کی خدمت کرے۔ یہ ظلم ہے نیکی نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو تو دونوں کے حقوق ادا کرے۔ خالق کائنات نے اسی فطری ترتیب کو سورۃ النساء کی آیت نمبر 36 میں بیان کیا ہے۔

فرمان الٰہی ہے ''اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسی کے ساتھ اور بیگانہ پڑوسی کے ساتھ اور ساتھی کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور لونڈی غلام کے ساتھ۔''

غرضیکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق نہ صرف حقوق انسانی کی تشریح کی بلکہ عملاً اس کو کرکے دکھایا۔ آپ ﷺ کی سیرت ہم سب کے لئے عملی نمونہ ہے جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔

رحمتِ عالم ﷺ کا بچوں سے پیار

انتخاب: ماریہ جمیل

رب العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمۃ للعالمین یعنی دنیا و آخرت کے لئے رحمت فرمایا۔ آپ ﷺ زندگی بھر انسانوں' حیوانوں' چرندوں' پرندوں اور بے جانوں کو رحم کی نظر سے دیکھتے رہے اور جب دنیا سے رخصت ہوکر رفیقِ اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے پاس جانے لگے تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت فرماگئے۔ رحمت للعالمین ﷺ کی بچوں کے ساتھ شفقت اور تعلیم و تربیت کے چند واقعات بطور نمونہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

بچوں کو سواری پر بٹھانا

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر پر جاتے تو راستے میں جو بچے ملتے ان سے الفت بھرا سلوک فرماتے۔ اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے۔ مسکراتے ہوئے نہایت محبت سے سلام کرتے اور پیار بھری باتیں کرتے ایک ایک کو گود میں اٹھاتے' کھانے کی چیزیں دیتے اور لاڈ پیار کرنا ان کا حق سمجھتے تھے۔

دستِ شفقت پھیرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ظہر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ ﷺ دولت خانہ پر تشریف لے جانے لگے تو میں ساتھ ہولیا۔ راستے میں اور بچے ملے۔ آپ ﷺ نے سب کے رخساروں پر دستِ شفقت پھیرا اور میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی گویا آپ ﷺ کا ہاتھ جیسے عطر بیچنے والے عطار کے صندوقچے سے نکلا ہو۔

پدرانہ شفقت

ایک دفعہ عید کے روز آپ ﷺ نے اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے جارہے تھے راستے میں کچھ بچے کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ مگر ایک بچہ اداس سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لے گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ رنجیدہ کیوں ہو؟ بچے نے جواب دیا' میرا باپ مرچکا ہے ماں نے دوسرا عقد کرلیا ہے کوئی نہیں جو مجھے دیکھے بھالے۔'' آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم پسند کروگے محمد (ﷺ) تمہارا باپ ہو' عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہاری ماں ہو اور فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہاری بہن'' اس کے بعد آپ ﷺ اس بچے کو اپنے ساتھ لے کر گھر آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''تمہیں بیٹے کی آرزو تھی یہ تمہارا بیٹا ہے۔'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تمہیں بھائی کی آرزو تھی۔ یہ تمہارا بھائی ہے اور فرمایا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کپڑے لاؤ۔'' ان کپڑوں میں سے اچھا سا جوڑا اس بچے کو پہنایا اور اسے ساتھ لے کر عید کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اس عمل نے امت کو یہ سبق دیا بچے قابلِ شفقت ہوتے ہیں انہیں شفقت سے محروم نہ کرو۔ ان سے پیار کرو' انہیں خوش رکھو اور ان کی دلجوئی کرو۔

مصطفوی ﷺ انقلاب اور مشن قیام امن

یہ آنحضور ﷺ کی تعلیمات کا معجزہ تھا کہ مختلف رنگ ونسل اور زبان و علاقہ سے تعلق رکھنے والے انسان' اخوت کے رشتوں سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوگئے اور ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو امن وسلامتی کی بہار اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا۔ یوں عظمتِ انسانیت کی خوشبو سے اعلیٰ انسانی قدروں کا گلستان مہک اٹھا۔

محمد شریف سیالوی

نبوی نظم ریاست کی اساس ''امن و اخوت'' ہے۔ قرآن و سنت اس کا آئین اور ماخذ قانون ہیں۔ قرآن و سنت کی تعلیمات و احکام اپنی وسعت کے اعتبار سے فکر وعقیدہ' اخلاق و قانون' معیشت و معاشرت' ریاست و سیاست اور تعلقات بین الاقوام پر محیط ہیں۔ ان کی بدولت تمام انسانی اداروں کو حیات تازہ اور نعمت امن میسر آتی ہے۔ زندگی بدون امن اپنی ساری جاذبیت اور کشش کھو بیٹھتی ہے۔ انسانی زندگی میں تازگی و رعنائی تو آتی ہی اسی وقت ہے جب امن کی باد بہاری کے جھونکے فکر و عمل کو معطر کرتے ہیں۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اتباع کے لئے ہمہ وقت تیار رہنے میں ہی حیات ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول (ﷺ) کا جس وقت بلائیں تمہیں اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے (الانفال)

''امن و اخوت'' کی دوسری تعبیر ایمان و اسلام بھی ہے۔ امن و اخوت اور ایمان و اسلام کا باہمی تعلق ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ ''ایمان'' امن کی ضمانت ہے تو ''اسلام'' دنیوی سلامتی ہے۔ ''ایمان اور اسلام'' ایک اعتبار سے دونوں مل کر ''امن عالم'' کے لئے قابلِ عمل' مربوط اور یقینی حل مہیا کرتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے ''داخلی امن'' کیلئے اخوت کی اساس پر مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

''ایمان و امن'' اور ''اسلام و سلامتی'' کے باہمی تعلق اور لغوی تحقیق کے نتیجہ میں اسلام کی خصوصیت امن وسلامتی پر عربی لغت کے امام ابن منظور الافریقی کے افکار کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے: ''امن دراصل طمانیت نفس کے حصول اور خوف کے دور ہوجانے کا نام ہے۔ اس لحاظ سے امن اور امان دو مصادر ہیں۔ (مفردات للامام الراغب بذیل مادہ ''ایمان'') امن کی ضد خوف ہے۔ امن ہی سے ایمان' امان اور امانت ماخوذ ہیں۔ یہ کلمات حقیقت ایمان کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں' یوں جوہر ایمان بصورتِ امن ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔

یہ آنحضور ﷺ کی تعلیمات کا معجزہ تھا کہ مختلف رنگ ونسل اور زبان و علاقہ سے تعلق رکھنے والے انسان' اخوت کے رشتوں سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوگئے اور ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو امن وسلامتی کی بہار اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا۔ یوں عظمتِ انسانیت کی خوشبو سے اعلیٰ انسانی قدروں کا گلستان مہک اٹھا۔

ایمان لغت کی رو سے تصدیق کے معنی میں آتا ہے لیکن اصطلاح میں ایمان سے مراد اس صدق امانت میں داخل ہونا ہے جس پر اللہ نے انسان کو امین بنایا۔ اس لئے جب وہ دل کی تصدیق (اعتقاد) کے ساتھ اپنی زبان سے بھی تصدیق کرلے تو گویا اس نے امانت ادا کردی۔ پس وہ مومن ہوگیا اور اگر وہ تصدیق قلبی کے ساتھ اعتقاد نہیں رکھتا تو گویا اس نے اللہ کی طرف سے دی گئی امانت کو ادا نہیں کیا' اس لئے وہ منافق ہوا۔

حضور رسول اکرم ﷺ نے جس ریاست کی تشکیل فرمائی اس کے بنیادی اہداف میں سے ایک قیامِ امن ہے۔ امن اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ قریش کو اس نعمت کی یاد دلائی اور فرمایا: قریش کے مانوس کرنے کے سبب یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب' لوگوں کو چاہئے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا (سورۃ القریش)

امن کی ضد فساد ہے اللہ رب العزت فساد اور

فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: ''اور جب پھرے تیرے پاس سے تو کوشش کرتا ہے زمین میں تاکہ فساد پیدا کرے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو'' (البقرہ:205)

بدامنی بالعموم عذاب باری تعالیٰ بن کر کسی قوم پر نازل ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''اور بیان کرتا ہے اللہ مثال ایک بستی کی جو چین امن سے چلی آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ملتی۔ پھر ناشکری کی اس نے اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اس کو اللہ نے بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر اور یہ اس کا بدلہ تھا جو وہ کرتے تھے (النحل:112)

کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور رسول پاک ﷺ کا اسوۂ حسنہ اس قدر جامع ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے لئے ہماری راہنمائی نہ کی گئی ہو۔

بالعموم داخلی امن کے لئے خطرہ بننے والے اسباب وعلل میں:

اولاً: فکری انتشار، اخلاقی انحطاط، رنگ ونسل، زبان اور علاقہ کے تعصبات ہیں جو معاشرتی فساد پر منتج ہوتے ہیں۔

ثانیاً: بنیادی حقوق سے محرومی، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور امیر وغریب کے مابین منافرت معاشی فساد کا براہ راست سبب بنتی ہے۔

ثالثاً: باہمی تنازعات اور جھگڑوں میں عدل و انصاف کی عدم دستیابی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانبداری سے سوسائٹی کے اندر بدامنی اور بداعتمادی کا روگ پیدا ہوجاتا ہے۔

رابعاً: شہریوں کے سیاسی حقوق جب ارباب اقتدار کے ہاتھوں پامال ہوجائیں اور ان کی آزادیاں سلب کر لی جائیں تو ردعمل میں بے امنی کی فضا پیدا ہوجاتی ہے۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے مذکورہ ارکان ریاست کی اصلاح فرمائی اور بدامنی وفساد کی ممکنہ

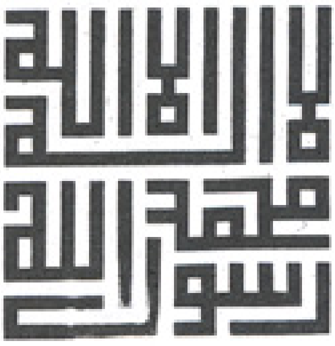

وجوہ کا مؤثر سدباب فرمایا۔ معاشرت کی بنیاد اخوت پر رکھی، معیشت کے لئے توازن، عدل، احسان اور اجتماعی کفالت کے اصول مہیا فرمائے، قانون کی حکمرانی کو عدل کے ساتھ مربوط کیا اور ریاست کے اعلیٰ مقاصد کے تعین کے ساتھ ساتھ راعی اور رعیت کے حقوق وفرائض کو واضح طور پر بیان کیا۔

حقیقی امن ممکن نہیں جب تک کہ یہ سب ارکان ریاست بیک وقت بھرپور کردار ادا نہ کریں۔ امن و طمانیت کی اس کیفیت کا مظہر حضور رسول پاک ﷺ کی پیشگوئی ہے جو حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

داخلی امن جس کی اساس اخوت ہے، نبوی ﷺ نظام معاشرت کی روح ہے۔ سوسائٹی کی اکائیاں مثلاً خاندان یا محلہ، مکتب ومسجد، دفتر وکارخانہ، شہر اور ملک، عالم اسلام اور تمام دنیا کے ممالک کے حوالے سے اسے

> اقتصاد کے لغوی معنی تو میانہ روی کے ہیں لیکن اگر اس ضمن میں حضور پاک ﷺ کی تعلیمات کا بغور جائزہ لیا جائے تو نبوی ﷺ نظم معیشت میں توازن اور اعتدال کی خصوصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ امیر وغریب، زمیندار وکسان اور آجر واجیر کے درمیان منافرت کا اصل سبب معیشت کا عدم توازن، دولت کے لئے ظالمانہ مسابقت اور غیر اخلاقی ہتھکنڈے ہیں۔ اسی کے نتیجہ میں داخلی امن کی صورتحال بگڑ جاتی ہے۔

ہر حال اور ہر مقام پر طرز زیست اور معقول رویوں کی بابت مکمل راہنمائی مہیا کرتی ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے ایسی سوسائٹی کی تشکیل کا صرف تصوراتی اور خیالی نقشہ پیش نہیں کیا بلکہ اس زمین کے باسیوں پر عملی شکل میں نافذ کر کے دکھایا۔ مہاجرین وانصار کے مابین معاہدۂ اخوت اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ''اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم اللہ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اس سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو۔'' (آل عمران:103)

اخوت اسلامی کا یہ جذبہ یوں ہی پیدا نہیں ہوگیا بلکہ اس کے پس منظر میں ایک زبردست فکری تربیت اور اصلاح عقائد کا مسلسل عمل کارفرما رہا۔ یعنی توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد انسانی فکر وعمل اور سیرت وکردار پر اثرانداز ہوئے اور ایسے انسان نے جنم لیا جس کا موقف حیات کے بارے قرآن مجید کے مطابق: ''تو کہہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔'' (الانعام: 162) قرار پایا۔ بارگاہ رب العزت میں کامل سپردگی کا یہ احساس ہی تو اسلام کا معنی و مقصود ہے۔ یہ عقیدہ ہی تو تقویٰ وطہارت، صبر ورضا، توبہ واستغفار، استغناء وتوکل اور استقامت وغیرہ جیسی روحانی اور اخلاقی قدروں کا سرچشمہ ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ سماجی اقدار جو اخوت کے اجزائے ترکیبی ہیں، وہ بھی انہی عقائد صحیحہ کی پیداوار ہیں۔ ان میں سے اہم اقدار احترام باہمی، تعاون علی البر، اخلاص و وفا، ایثار وقربانی، احسان ومروت، باہمی حقوق کی پاسداری، نرم روی اور دلجوئی وغیرہ ہیں۔ عبادات اگرچہ بنیادی طور پر تعلق باللہ کے لئے

مشروع ہیں لیکن نتائج کے اعتبار سے وہ اسلامی بھائی چارہ' مساوات اور برابری کے احساس کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' صدقات اور قربانی وغیرہ اس کی واضح مثالیں ہیں۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔ نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی ظالم کے حوالے کرتا ہے جو کسی مسلمان بھائی کی حاجت میں لگ جائے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت میں لگ جاتے ہیں جو کسی مسلمان کے ایک غم کو دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے غموں میں سے ایک غم دور کر دے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مومن آپس میں رحمدلی' محبت اور شفقت میں ایک جسم کی طرح ہے جب ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بے قراری اور بخار محسوس کرتا ہے (بخاری شریف)

ملت اسلامیہ کی قوت کا راز بھی اسی اخوت' خیر خواہی' غمگساری' تعاون اور یکجہتی میں پوشیدہ ہے۔

محبت باہمی جو اخوت کا اہم رکن ہے' اس کے فروغ میں حضور پاک ﷺ نے سلام و مصافحہ' تبادلہ ہدایہ و تحائف اور کار خیر میں خوب ترغیب دی۔ فرمایا

ترجمہ: تم جنت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم کامل مومن نہیں بن سکتے یہاں تک کہ آپس میں محبت نہ کرو تم آپس میں محبت نہیں کر سکو گے جب تک آپس میں سلام نہ پھیلاؤ۔

والدین' اقارب اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک پر بہت تاکید کی گئی:

ترجمہ: اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ اور غریبوں کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسیوں اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں

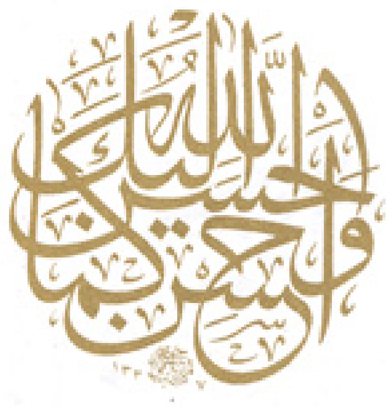

ہیں۔(سورۃ النساء)

صلہ رحمی پر قرآن و سنت میں بہت تاکید ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت اور اپنے شر سے انہیں محفوظ رکھنا ایمان کا حصہ بتایا گیا: احادیث میں ہے۔

ترجمہ: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں' وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ جبرائیل علیہ السلام بار بار پڑوسی کے بارے میں مجھے وصیت فرماتے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوگیا کہ پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار نہ بن جائے۔"

باہمی احترام' چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ' بڑوں کی عزت اور مخلوق خدا پر رحم بھی اخوت ہی کا حصہ ہیں۔

انسانی مساوات اور برابری کے تصور کو اجاگر کرنے اور نسلی فخر و مباہات کی مذمت پر خطبہ حجۃ الوداع اسلامی اخوت کا عظیم الشان چارٹر ہے:

ترجمہ: تم تمام آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ کوئی فضیلت نہیں عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سفید کو کالے پر اور نہ کالے کو سفید پر مگر تقویٰ کے ساتھ۔ (ابن القیم۔ زاد المعاد)

ترجمہ: "نہیں ہے ہم میں سے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا" (صحاح ستہ)

رواداری اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کس قدر ضروری ہے' اس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "جب تم تین آدمی ہو تو دو آدمی تیسرے کے سامنے سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ لوگ زیادہ ہو جائیں اس لئے کہ تیسرا اس سرگوشی سے غمزدہ ہو جائے گا" (صحاح ستہ)

اب تک تو اخوت کے اہم عناصر ترکیبی ارشادات رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں بیان کیے گئے۔ نبوی ﷺ نظم معاشرت کا یہ ثباتی پہلو ہے۔ سلبی پہلو وہ رذائل اور عوامل ہیں جو معاشرہ کے خرمن امن کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ ان میں بغض و عناد' کینہ و حسد' زبان و مکان اور رنگ و نسل کی جاہلی عصبیتیں ہیں۔ انہی کے سبب اخوت اسلامی کی محکم عمارت میں شگاف پڑ جاتے ہیں' بدامنی اور فساد در آتا ہے اور یوں ملتِ اسلامیہ کا داخلی استحکام اور تشخص خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ آج مسلم ممالک انفرادی سطح پر تو رذائل اخلاق کے سبب اخوت کی قوت اور امن کی نعمت سے محروم ہو چکے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر وہ اپنے منصب رفیع اور مقام عظیم سے بہت نیچے گر چکے ہیں۔ اس کی وجہ وہ جاہلی عصبیتیں ہیں جنہیں مسلمانوں نے اپنی سیاسی زندگی میں پہلی ترجیح دے رکھی ہے۔ قرآن مجید کے مطابق ان کی حالت **ظھر الفساد فی البر والبحر** کا نقشہ پیش کر رہی ہے:

نبی کریم ﷺ نے ان محرکات اور عوامل پر کاری ضرب لگائی اور واضح کر دیا کہ ان عوامل کی بیخ کنی کئے بغیر قیام امن و اخوت کا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ زمانہ قبل از اسلام کا انسان انہی خرابیوں کی وجہ سے آگ اور خون میں غلطاں تھا۔ اسی نعمت اخوت

نے اسے امن وسلامتی کی آغوش مہیا کی:

ترجمہ: اور تم تھے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر بس ہم نے تم کو نجات دی اسی طرح اللہ تمہارے لئے نشانیاں بیان کرتے ہیں تاکہ تم ہدایت پر آجاؤ (آل عمران:103)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔

ترجمہ:''وہ شخص ہم سے نہیں ہے جو تعصب کی طرف بلائے اور نہیں ہے وہ ہم سے جو تعصب کی وجہ سے جھگڑا کرے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب کی وجہ سے مرجائے''(مشکوٰۃ المصابیح)

انسانی مساوات اور برابری کے تصور کو اجاگر کرنے اور نسلی فخر ومباہات کی مذمت پر خطبہ حجۃ الوداع اسلامی اخوت کا عظیم الشان چارٹر ہے:

ترجمہ: تم تمام آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔ کوئی فضیلت نہیں عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سفید کو کالے پر اور نہ کالے کو سفید پر مگر تقوٰی کے ساتھ۔ (ابن القیم۔ زادالمعاد)

رنگ ونسل اور خاندان میں اختلاف کی حکمت باہمی جان پہچان ہے' ورنہ انسان ہونے میں تو سب لوگ برابر ہیں۔

ترجمہ:''اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور بنائیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے تاکہ آپس کی پہچان ہو تحقیق اللہ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقوٰی والا ہو' اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے (سورۃ الحجرات:13)

سورۃ الحجرات میں ان سماجی برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو باہمی منافرتوں اور رنجشوں کو جنم دیتی ہیں اور امن وامان کی صورتحال کو غارت کردیتی ہیں۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم ہے کہ کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے یہ ان کے لئے بہتر ہے اور کوئی عورت پر الزام نہ لگائے اور نہ کوئی کسی کو بُرے القاب سے پکارے' فرمایا یہ بھی ان کے لئے بہتر ہے۔

اس ضمن میں نبوی ﷺ نظامِ اخلاق ہی معاشرتی

امن کا ضامن ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے بے شک گمان میں جھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو اور نہ حسد کرو اور نہ بغض رکھو اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہوجاؤ'' (صحیح بخاری)

نبوی ﷺ ریاست میں دوسرا اہم رکن جو امن کے قیام میں اہم رول ادا کرتا ہے' وہ نظم معیشت ہے۔ بنیادی معاشی حقوق کا مسئلہ ہمیشہ سے ریاستی صورتحال کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ ایک فلاحی ریاست کے تصوّر کے لئے ضروری ہے کہ تمام افراد معاشرہ بنیادی حقوق معاش سے متمتع ہوں۔ روزی کی تلاش کے جائز مواقع سب کے لئے یکساں ہوں' لوٹ کھسوٹ کے جملہ ذرائع پر قدغن ہو اور دولت کی عادلانہ تقسیم کا اہتمام ہو۔

احادیث رسول اکرم ﷺ میں معاشی سرگرمیوں کو اقتصاد سے تعبیر کیا گیا۔ اقتصاد کے لغوی معنی تو میانہ روی کے ہیں لیکن اگر اس ضمن میں حضور پاک ﷺ کی تعلیمات کا بغور جائزہ لیا جائے تو نبوی ﷺ نظم معیشت میں توازن اور اعتدال کی خصوصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ امیر وغریب' زمیندار وکسان اور آجر واجیر کے درمیان منافرت کا اصل سبب معیشت کا عدم توازن' دولت کے لئے ظالمانہ مسابقت اور غیر اخلاقی ہتھکنڈے ہیں۔ اسی کے نتیجہ میں داخلی امن کی صورتحال بگڑ جاتی ہے۔ پرامن اقتصادی اور صنعتی ماحول کے قیام میں اگرچہ اسلامی عقائد اور اخلاقی نظریات بھی بہت حد تک ممد ثابت ہوتے ہیں' تاہم متوازن نظم معیشت کے لئے ضروری ہے کہ کسبِ زر' صَرفِ زر اور جمع زر میں انسانی کردار افراط وتفریط سے مبّرا ہو' معاشی سرگرمیوں کی یہ تینوں صورتیں احکام حلال وحرام کے ساتھ مقید ہیں' مثلاً کسب مال میں ضروری ہے کہ وہ مال حلال اور طیب ہو اور یہ کہ اسے حاصل کرنے کے ذرائع بھی جائز اور مشروع ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ مال جسے شریعت نے نجس بتایا اور وہ ذرائع جنہیں شریعت نے حرام قرار دیا' وہ انجام کے اعتبار سے روحانی قدروں کے انحطاط اور معاشی عدمِ توازن کا سبب بنتے ہیں اور یوں معاشرہ اخلاقی اور معاشی اعتبار سے فساد اور بگاڑ سے دوچار ہوجاتا ہے۔ یہی حال کسب مال کے مختلف طریقوں کا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے تجارت' مزارعت اور صنعت وحرفت کے مفصل احکام دیئے اور اس ضمن میں حلال وحرام کے مابین فرق وامتیاز کے لئے تنبیہہ فرمائی۔ کسب مال کے وہ ذرائع جنہیں حرام بتایا گیا ان میں سودی معاملات' جوا' چوری' غصب' ملاوٹ اور دھوکہ دہی ہیں۔ بالخصوص حرمتِ سود پر تو قرآن وسنت میں سخت وعید ہے۔

ہر انسان کی جان اور خون محترم ہے۔ اِلاّ یہ کہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کر بیٹھے جس سے اس کی عصمت زائل ہوجاتی ہو۔ الغرض قرآن وسنت میں انسانی خون کی حفاظت کے ضمن میں قصاص ودیت کے مفصل احکام موجود ہیں۔ ان کا نفاذ معاشرتی امن کے لئے ناگزیر ہے اور حق یہ ہے کہ ان احکام کے نفاذ کے بغیر کسی بھی معاشرہ کو اسلامی معاشرہ نہیں کہا جاسکتا۔

''عصرِ حاضر اور اُمّتِ مسلمہ کا تشخص''

ایک معتدل، روشن خیال اسلامی معاشرے میں ہر فرد کا اسلام کے احکامات کو درست طور پر سمجھ کر انفرادی اور اجتماعی سطح پر لاگو کرنا فرض ہے۔ اگر ہمیں بحیثیت امت مسلمہ اپنا تشخص برقرار رکھنا ہے۔ کفار کی چالوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہر مرحلہ حیات میں خود کو باوقار اور متحد ثابت کرنا ہے تو صرف اور صرف ایک قرآن اور ایک نبی ﷺ کی تعلیمات کو سامنے رکھنا ہوگا۔ میمونہ فدا کے مقالے سے اقتباس، اس مقالے کو 29ویں قومی سیرت کانفرنس میں اوّل انعام سے نوازا گیا۔

امت مسلمہ قرآن حکیم کو دستور حیات مانتی ہے مگر صدیوں سے اسی دستور کی خلاف ورزی بھی کرتی چلی آ رہی ہے۔ اگرچہ منتخب ہستیوں نے اس دوران رشد و ہدایت کی شمعیں جلائے رکھیں اور بندگان خدا کی رہنمائی کی مسند پر فائز رہے لیکن عمومی حالت رُو بہ زوال رہی۔ کیونکہ دستور کو زبانی طور پر مان لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ قوم کے مزاج کے ہر رنگ کو اس میں ڈوبا ہوا ہونا چاہئے۔

ایک معتدل اور روشن خیال اسلامی معاشرے میں ہر فرد کا اسلام کے احکامات کو درست طور پر سمجھ کر انفرادی اور اجتماعی سطح پر لاگو کرنا فرض ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرنا۔'' (آل عمران: 103)

آباؤ اجداد کے نظریات اگر اس حکم سے ٹکراتے ہوں جو قرآن وسنت میں ہے تو ان نظریات کو جھٹلا دینا ہی دانشمندی ہے۔ حضور ﷺ کی مخالفت اسی لئے کی جاتی تھی کہ اہل عرب کے لئے نیا دین بزرگوں کی روایات کو مسمار کردینے کے مترادف تھا ورنہ آپ ﷺ کی صدق و دیانت کے وہ معترف تھے۔

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ہم تو اس راستے پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں'' (سورۃ البقرہ: 17)

رسم و رواج کی اندھی تقلید، حسب و نسب کا گھمنڈ، تنگ نظری، اللہ اور رسول ﷺ کی نسبت باطل نظریات اور فرسودہ خیالات کی محبت نے ہر دور کے انسان کو اس قدر گمراہ کیا ہے کہ اسی گمراہی کو کور چشم انسان بڑے فخر سے قبول کرتا اور اسکی پرورش کرتا رہا ہے جبکہ دین مبین تو آیا ہی اس پیغام کے ساتھ ہے کہ قدامت پرستی کے بت اعلائے کلمۃ الحق سے پاش پاش ہوجائیں۔

ترجمہ: ''حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔'' (بنی اسرائیل۔ 81)

ہمارے معاشرے میں عبادت کے معمولی سے فرق پر ایک فرقہ دوسرے کو کافر قرار دینے میں ذرا بھی نہیں جھجکتا۔ اندھوں، گونگوں اور بہروں کی طرح مسلک پر قائم رہنے اور جائز و ناجائز ہر حربہ استعمال کرکے اس کا دفاع کرنے کو دین کی خدمت سمجھا جارہا ہے۔ آئے روز برپا ہونے والی دہشت گردی میں مساجد میں عبادت میں مصروف نمازی تک اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ نتیجتاً اللہ کے گھر ویران ہوتے جارہے ہیں۔

حضور ﷺ نے آغاز نبوت میں قریش مکہ کو جو چیلنج دیا تھا وہ تاقیامت قائم ہے۔ آپ ﷺ کی سنت قرآن کی تشریح ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی غلط نظریات اور رسوم کے خلاف جنگ کی۔ آپ ﷺ کے کردار کا کوئی بھی پہلو فرقہ پرستی کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کی عظمت پر یوں مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔

ترجمہ: ''میں نے ایک عمر اس سے پہلے تمہارے درمیان گزاری ہے۔ کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے۔'' (یونس۔ 16)

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا۔

''مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ محترم ہے۔ خبردار میرے بعد گمراہ مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔''

الختصر یہ کہ اگر ہمیں بحیثیت امت مسلمہ اپنا تشخص برقرار رکھنا ہے۔ کفار کی چالوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہر مرحلہ حیات میں خود کو باوقار اور متحد ثابت کرنا ہے تو صرف اور صرف ایک قرآن، ایک نبی ﷺ کو سامنے رکھنا ہوگا تاکہ تباہی سے بچ سکیں۔

ابتدائی وحی میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ ''کو پڑھنے'' کا حکم دیا جو علم کی اہمیت کی بین دلیل ہے۔ بدقسمتی سے ہم دینی اور دنیاوی علوم کی تقسیم کے چکر میں اس طرح الجھ کر رہ گئے ہیں کہ قرآن وسنت کے احکامات پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ اسلام صرف عبادات کا مجموعہ ہی تو نہیں بلکہ ہر شعبہ زندگی میں اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو اس کے احکام کے مطابق استعمال کرنا ہی کمال ہے۔ دور جدید سائنس وٹیکنالوجی کا ہے۔ کوئی بھی قوم ان علوم میں مہارت حاصل کئے بغیر اپنی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کا دفاع نہیں کرسکتی۔ ہمارا ایک طبقہ انگریزی تعلیم کو ایک عرصے تک خلاف شرع سمجھتا

رہا ہے مگر قرآن فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور تیار کرو ان کو لڑائی کے لئے جو بھی تمہاری استطاعت ہو۔ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے تمہارے دشمنوں اور اللہ کے دشمنوں پر ہیبت طاری ہو اور ان کے سوا دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔'' (انفال۔60)

اس آیت مبارکہ میں قوت سے مراد وہ جنگی سازوسامان ہے جو آج کے جدید دفاعی تقاضوں کے مطابق ہمارے پاس موجود ہونا چاہئے' جس میں ٹینک' توپ اور میزائل سے لے کر ایٹم بم تک شامل ہے تاکہ دشمن کو جارحیت کا حوصلہ نہ ہو اور مسلمان بے فکر ہو کر اسلامی نظام کے قیام کے لئے کوشش کر سکیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے پاکستان ایٹمی طاقت بن چکا ہے اور اسلحہ کے حصول میں خود کفالت کی منزل پر گامزن ہے۔ یہ دفاعی سازوسامان اس لئے ضروری ہے کہ کیا آج کے دور میں جبکہ یہود و نصاریٰ پوری طاقت صرف کر کے مسلمانوں کو نیست ونابود کر دینے پر تلے بیٹھے ہیں' کیا ہم صرف فضول مباحث اور گروہوں میں بٹے رہیں اور اپنی قوت زائل کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ترجمہ: ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔'' (محمد:7)

گویا اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا اور جہد مسلسل کو شعار بنائے گا' اپنی تمام تر خداداد صلاحیتیں استعمال کرتے ہوئے کسی پہلو پر کوئی کمزوری نہیں دکھائے گا' وہی فرد اور وہی قوم دنیا میں عزت اور سربلندی سے ہمکنار ہوگی۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ مسلمان جس قدر اپنی صلاحیتوں کو بڑھائیں گے دین کے پیغام کو سمجھ کر دنیا میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ دنیا کی سروری اور سلطنت اسی قدر انہیں حاصل ہوگی اور جب اور جہاں انہوں نے اپنے فرائض سے غفلت برتی کفار ان کو نگل جائیں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

ترجمہ: ''اور چاہیے کہ اپنا بچاؤ اور ہتھیار ساتھ لے جائیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں

اور اسباب سے بے خبر ہو جاؤ اور وہ یکبارگی تم پر حملہ کر دیں۔'' (النساء:120)

غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھود کر لڑائی لڑنے کا حکم دیا تو اس وقت کے حساب سے بہترین جنگی تدبیر تھی۔ اور اس بات کا اجازت نامہ کہ ہر دور کا مسلمان اپنے حالات' ضرورت' دشمن کی عددی قوت اور فوجی طاقت کے حساب سے جنگی حکمت عملی اختیار کر سکتا ہے۔ کیا آج ہم تلوار سے دشمن کو ہیبت زدہ کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں اور اسلام اپنے ماننے والوں کو کمزور اور بے بس نہیں دیکھنا چاہتا۔ جو دشمنان اسلام کے لئے تر نوالہ بن جائیں۔

آج پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ پر یہود و نصاریٰ کا کنٹرول ہے۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اسی میڈیا کے ذریعے اسلام کا اصل پیغام دنیا تک پہنچائیں۔

ترجمہ: ''ان کی دشمنی ان کی زبان سے نکلی پڑتی ہے اور جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ بہت زیادہ ہے اس سے۔'' (آل عمران:117)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاعری میں کمال حاصل تھا۔ لہٰذا نبی ﷺ کی اجازت بلکہ حکم سے یہ صحابی رسول کفار کی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کا جواب انہی کے طریقے پر یعنی شاعری سے دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی مدد فرما۔''

امت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے اپنی خداداد صلاحیتوں کو کفار کے مقابلے کے لئے استعمال کرے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو قیامت کے روز اس سے بازپرس ہوگی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

المقتصد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میانہ رو

- ہادیٔ اعظم ﷺ کے انسانیت پر احسانات
- اعتدال، میانہ روی اور توازن
- محسنِ انسانیت ﷺ
- مثالی شوہر، مثالی باپ ﷺ
- آنحضور ﷺ کی حکمت ابلاغ اور اصلاح معاشرہ
- سیرت النبی ﷺ کی عملیت و کاملیت
- حکمت و تدبیر اور بردباری
- آدمیت۔ احترامِ آدمی
- آنحضور ﷺ اور خدمت خلق
- رسولِ رحمت ﷺ اور رفاہ عامہ

ڈاکٹر محمد الغزالی، محمد اعجاز الحق وفاقی وزیر مذہبی امور اور عشر و زکوٰۃ، بریگیڈیر شمس الرحمٰن، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، محمد مسعود خان، شگفتہ ہاشمی، سید محمد نوید الحسن مشہدی، غزالہ یاسمین، سید حیدر شاہ، میجر عاطف مصطفیٰ قریشی

ہادئ اعظم ﷺ کے انسانیت پر احسانات

ظہور قدسی ﷺ کا ایک نمایاں اور عظیم احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو درجہ معراج پر فائز کر دیا جو عقیدہ توحید کا منطقی اور صریح نتیجہ ہے۔ پیغمبر ﷺ کی حیاتِ طیبہ بطور انسان تاریخ انسانیت کی عظمت کا بلند ترین نقطہ ہے۔ جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

یہ تحریر ڈاکٹر محمد الغزالی نے خصوصی طور پر ہلال کیلئے پیش کی ہے۔ مصنف موصوف اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ سے وابستہ ہیں۔

حضور ﷺ کی بعثت کے بعد کی تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات نے انسانیت اور بنی نوع انسان پر انتہائی گہرے نقوش مرتب کیے۔ ان میں سے صرف دو پہلوؤں کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد انسانیت کی تاریخ میں مذہب اور ثقافت کو ایک نیا اور دائمی رخ ملا۔ قرآن پاک نے دوٹوک اعلان کر دیا کہ آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد انبیاء و رسل کی آمد کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے اور آخری نبی ﷺ کی دائمی نبوت کو بعد کے واقعات عالم نے سچ ثابت کر دکھایا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن کریم کے بعد کوئی نبی اور الہامی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوگا۔ قرآن کریم اور سیرت طیبہ ﷺ ہی سچائی کا معیار اور نمونہ عمل ہے جو انسانیت کو احکامات الٰہیہ سے روشناس کرا سکتے ہیں۔

آنحضور ﷺ کی تعلیمات کا کاملترین اور انقلابی پہلو یہ تھا کہ اس سے مروجہ گمراہ کن مذہبی عقائد میں تبدیلی آ گئی اور انسانیت کو اس فرسودہ نظام سے نجات مل گئی۔ کیونکہ قدیم مذاہب میں بالخصوص آنحضور ﷺ کی آمد سے قبل کائنات سے متعلق یہ تصور پایا جاتا تھا کہ مظاہر فطرت اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں میں کسی مخفی طاقت کی قوت کارفرما ہے اور کائنات میں وقوع پذیر ہونے والی مفید و مضر تبدیلیاں بھی اسی طاقت کی مرہون منت ہیں اور مظاہر فطرت میں رونما ہونے والے تغیرات کے پس پشت معبودان باطلہ کی قوت کارفرما ہے۔

ان غلط عقائد کی بنا پر انسان کبھی چاند، سورج، ستاروں اور کہکشاؤں کی پوجا کرتا یا پھر زمین، آسمان، دریاؤں اور سمندروں کو دیوتا کا درجہ دیا جاتا بلکہ درندوں اور جانوروں کو بھی اسی حد تک قابل پرستش سمجھا جاتا۔ ہمہ اوست کا یہی نظریہ انسان کو بہت سے مختلف خداؤں کے تابع کر کے اسے لاتعداد معبود اور خداؤں کا پیروکار بناتا تھا۔ ایک اور باطل نظریہ جو ان قدیم تصورات باطلہ سے نسبتاً کم گمراہ کن ہے، یہ کہ دنیا شر سے عبارت ہے۔ لہٰذا اسے شیطان کی قوتوں کے تابع سمجھا جاتا تھا۔ یہ تصور حقیقی خدائی احکامات کی ضد تھا اور انسان کی روحانیت کی بھی اس سے نفی ہوتی تھی۔ ان خیالات و معتقدات کی بنا پر انسان دنیا میں موجود شیطانی اور ابلیسی اثرات کے سامنے مضمحل ہو چکا تھا اور تمام تر مادی لذائذ و آسائش کا حصول مکروہ ٹھہرا۔ انسان اور مادی دنیا میں اس کی حیثیت سے متعلق گمراہ عقائد کی راہ کھل گئی۔ ان معتقدات اور فاسد عقائد کی رو سے دنیا کو عقوبت خانہ سے تشبیہ دی گئی اور یہ کہ دنیا میں انسان کو اٹل تقدیر دے کر بھیجا گیا اور اس قید ناحق سے چھٹکارے کے لئے ترک دُنیا یا رہبانیت اختیار کرنا اور سماجی، خانگی اور مادی آسائشیں ترک کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ چنانچہ ایک نظریہ تو انسان کو براہ راست دنیا میں مظاہر فطرت کا غلام بناتا تھا تو دوسرے عقیدے کی رو سے دنیا کو سرچشمہ شر اور انسان کے لئے قید خانہ قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ ان دونوں نظریات کی رو سے انسان کو نیابت فی الارض کے منصب سے گرا دیا گیا اور اس کا وجود بیکار محض رہ گیا۔

> آپ ﷺ نے خواتین کی اہمیت اور ان کی خداداد صلاحیتوں اور جوہر کی ترجمانی اور حمایت فرمائی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے انسانی تمدن کی ترقی کا جو راستہ روشن ہوا وہ نبی ﷺ کی دور رس سماجی اصلاحات کا آئینہ دار ہے اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور روحانی میدان میں اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھا دیا۔

رسول ﷺ کی حکیمانہ اور فطری تعلیمات نے ان تمام باطل عقائد اور بعید از عقل نظریات کی نفی فرمائی۔ آپ ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں یہ تعلیم دی کہ دنیا کی تمام آسائشیں اور مادی وسائل انسانیت کی خدمت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات ذہن نشین کروائی کہ دنیا کی تخلیق اور قیام انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تمام انسان دار فانی سے دار بقاء میں دائمی ٹھکانہ کی طرف

جا پہنچیں گے تو کائنات کا نظام سمیٹ لیا جائے گا۔

حضور ﷺ نے بارہا یہ تلقین فرمائی کہ ''یہ دنیا انسان کے لئے وجود میں آئی اور تخلیق انسان کا مقصد اخروی زندگی کی تیاری ہے' جو دائمی ہے۔'' کیونکہ ابدالآباد دنیا کی نعمتیں مستقل ہیں اور یہی انسان کا حقیقی ٹھکانہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تعلیمات نے جس کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے' فطری علوم کی ترقی کا راستہ کھولا کیونکہ نیچرل سائنس کو اس وقت تک فروغ نہیں مل سکتا جب تک یہ یقین پختہ نہ ہو جائے کہ دنیاوی وسائل انسان کی ترقی کی ضد نہیں ہیں بلکہ انسانی ترقی میں مددگار ہیں۔ سائنسی علوم میں پیش رفت کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ کائنات ایک معین و بامقصد نظام کے تحت چل رہی ہے۔ کائنات کے تمام مظاہر میں کارفرما مقصد کی تلاش ہی سائنسی تحقیق کی غرض وغایت ہے۔ تخلیق انسانی کے مقصد کا تعین پیغمبر اسلام ﷺ کا مقدس مشن تھا۔ سائنسی تخلیقات اور طریقہ تحقیق اسلام کے نظریہ توحید کا ہی مرہون منت ہے۔ جس کی تعلیم قرآن کریم اور رسول خدا ﷺ نے دی ہے۔ تمام قرآنی احکامات جن کی شرح نبی ﷺ کی تعلیمات سے ہوتی ہے۔ اس اصول کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کوئی چیز بلا مقصد تخلیق نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس یہ صراحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو بھی تخلیق ہے اس کا واضح مقصد ہے۔ بطور خلیفۂ ارضی انسان کو مقدس ترین مقصد سونپا گیا ہے۔ اس حقیقت کی رو سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ورنہ انسان اب تک لاتعداد خداؤں اور ہمہ اوست جیسے عقائد کی وادیوں میں سرگرداں ہوتا۔ سائنسی طریق کار خود ہی وجود باری تعالیٰ پر دلالت کر رہا ہے جس کی بنیاد تخلیق کائنات میں اکائی اور وحدت پر رکھی گئی ہے۔ جلد یا بدیر انسانیت اس مقام پر پہنچنے والی ہے جب خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کے سوا کوئی راہ باقی نہ رہے گی جو نظام کائنات کا اکیلا خالق ونگہبان اور غالب ہے۔

النجاۃ فی الصدق

روز افزوں سائنسی شہادتوں اور تحقیقات سے بالآخر یہ سحر ٹوٹے گا کہ عقل اور وحی یا مذہب اور سائنس باہم متصادم ہیں۔ یورپی زمانہ وسطیٰ کے بعد سائنس کے نام نہاد ترجمان ماہرین فکر نے نیوٹن کی طبیعات' ڈارون کی حیاتیات اور فرائڈ کی نفسیات کے زیر اثر نظام کائنات کی مذہبی اساس کی تردید کی کوشش کی اور اس غلط خیال کی ترویج کی کہ سائنس خدا کے وجود کی نفی کرتی ہے لیکن ان کھوکھلے نظریات کو خود آج ماہرین سائنس سخت نکتہ چینی کا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ ماحولیاتی سائنس کی تحقیقات سے یہ ناقابل تردید اور مسلمہ شہادت سامنے آئی ہے کہ تمام کائنات وجود انسانی کی خدمت پر مامور ہے اور یہ سائنسی شہادت رسول اکرم ﷺ (اوپر مذکورہ) کے قول کی تائید کرتی ہے کہ یہ منظم کائنات بجائے خود مکمل ہے۔ جس میں انسانی کوشش کا کوئی ہاتھ نہیں۔ انسان صرف یہ حیثیت رکھتا ہے کہ ان وسائل سے فائدہ اٹھائے جو بکثرت کائنات میں موجود ہیں۔ جب یہ وسائل حیات ناپید ہو جائیں گے تو دنیا سے انسان کا وجود مٹ جائے گا لیکن اس دنیا کے وسائل پر انسان کے عدم وجود سے کوئی کمی نہیں آسکتی۔ ظہور قدسی ﷺ کا ایک نمایاں اور عظیم احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو درجہ معراج پر فائز کر دیا جو عقیدہ توحید کا منطقی اور صریح نتیجہ ہے۔ پیغمبر ﷺ کی حیاتِ طیبہ بطور انسان تاریخ انسانیت کی عظمت کا بلند ترین نقطہ ہے۔ جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ فی الحقیقت حضور ﷺ نے انسانی عظمت ہی کا درس دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسانی کو عزت وتکریم اور عظمت وبزرگی کے مسند پر فائز کرنے کے لئے عدیم المثال مساعی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات یاد دلائی کہ انسان کی تقدیر خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جدوجہد اور اس کے اعمال کو نفع بخش اور سود مند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جوہر' صلاحیتوں اور کمالات کی تحسین فرمائی ہے اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے رنگ' نسل' نسب اور ذات پات کے امتیازات کی نفی فرمادی۔

فی الحقیقت حضور ﷺ نے انسانی عظمت ہی کا درس دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو عزت وتکریم اور عظمت و بزرگی کے مسند پر فائز کرنے کے لئے عدیم المثال مساعی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات یاد دلائی کہ انسان کی تقدیر خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جدوجہد اور اس کے اعمال کو نفع بخش اور سود مند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جوہر' صلاحیتوں اور کمالات کی تحسین فرمائی ہے اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے رنگ' نسل' نسب اور ذات پات کے امتیازات کی نفی فرمادی۔

آپ ﷺ نے انسانیت کے معصوم چہرے سے پیدائشی

النجاۃ فی الصدق

جا پہنچیں گے تو کائنات کا نظام سمیٹ لیا جائے گا۔

حضور ﷺ نے بارہا یہ تلقین فرمائی کہ "یہ دنیا انسان کے لئے وجود میں آئی اور تخلیق انسان کا مقصد اخروی زندگی کی تیاری ہے' جو دائمی ہے۔" کیونکہ ابدالآباد دنیا کی نعمتیں مستقل ہیں اور یہی انسان کا حقیقی ٹھکانہ ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تعلیمات نے جس کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے' فطری علوم کی ترقی کا راستہ کھولا کیونکہ نیچرل سائنس کو اس وقت تک فروغ نہیں مل سکتا جب تک یہ یقین پختہ نہ ہو جائے کہ دنیاوی وسائل انسان کی ترقی کی ضد نہیں ہیں بلکہ انسانی ترقی میں مددگار ہیں۔ سائنسی علوم میں پیش رفت کے لئے یہ ماننا ضروری ہے کہ کائنات ایک معین و بامقصد نظام کے تحت چل رہی ہے۔ کائنات کے تمام مظاہر میں کارفرما مقصد کی تلاش ہی سائنسی تحقیق کی غرض و غایت ہے۔

تخلیق انسانی کے مقصد کا تعین پیغمبر اسلام ﷺ کا مقدس مشن تھا۔ سائنسی تخلیقات اور طریقہ تحقیق اسلام کے نظریہ توحید کا ہی مرہون منت ہے۔ جس کی تعلیم قرآن کریم اور رسول خدا ﷺ نے دی ہے۔ تمام قرآنی احکامات جن کی شرح نبی ﷺ کی تعلیمات سے ہوتی ہے۔ اس اصول کو ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں کوئی چیز بلا مقصد تخلیق نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس یہ صراحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو بھی تخلیق ہے اس کا واضح مقصد ہے۔ بطور خلیفۂ ارضی انسان کو مقدس ترین مقصد سونپا گیا ہے۔ اس حقیقت کی رو سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ ورنہ انسان اب تک لاتعداد خداؤں اور ہمہ اوست جیسے عقائد کی وادیوں میں سرگرداں ہوتا۔ سائنسی طریق کار خود ہی وجود باری تعالیٰ پر دلالت کر رہا ہے جس کی بنیاد تخلیق کائنات میں اکائی اور وحدت پر رکھی گئی ہے۔

جلد یا بدیر انسانیت اس مقام پر پہنچنے والی ہے جب خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کے سوا کوئی راہ باقی نہ رہے گی جو نظام کائنات کا اکیلا خالق و نگہبان اور غالب ہے۔

روز افزوں سائنسی شہادتوں اور تحقیقات سے بالآخر یہ سحر ٹوٹے گا کہ عقل اور وحی یا مذہب اور سائنس باہم متصادم ہیں۔ یورپی زمانہ وسطیٰ کے بعد سائنس کے نام نہاد ترجمان ماہرین فکر نے نیوٹن کی طبیعات' ڈارون کی حیاتیات اور فرائڈ کی نفسیات کے زیر اثر نظام کائنات کی مذہبی اساس کی تردید کی کوشش کی اور اس غلط خیال کی ترویج کی کہ سائنس خدا کے وجود کی نفی کرتی ہے لیکن ان کھوکھلے نظریات کو خود آج ماہرین سائنس سخت نکتہ چینی کا ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ ماحولیاتی سائنس کی تحقیقات سے یہ ناقابل تردید اور مسلمہ شہادت سامنے آئی ہے کہ تمام کائنات وجود انسانی کی خدمت پر مامور ہے اور یہ سائنسی شہادت رسول اکرم ﷺ (اوپر مذکورہ) کے قول کی تائید کرتی ہے کہ یہ منظم کائنات بجائے خود مکمل ہے جس میں انسانی کوشش کا کوئی ہاتھ نہیں۔ انسان صرف یہ حیثیت رکھتا ہے کہ ان وسائل سے فائدہ اٹھائے جو بکثرت کائنات میں موجود ہیں۔ جب یہ وسائل حیات ناپید ہو جائیں گے تو دنیا سے انسان کا وجود مٹ جائے گا لیکن اس دنیا کے وسائل پر انسان کے عدم وجود سے کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ ظہور قدسی ﷺ کا ایک نمایاں اور عظیم احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو درجہ معراج پر فائز کر دیا جو عقیدہ توحید کا منطقی اور صریح نتیجہ ہے۔ پیغمبر ﷺ کی حیاتِ طیبہ بطور انسان تاریخ انسانیت کی عظمت کا بلند ترین نقطہ ہے۔ جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ فی الحقیقت حضور ﷺ نے انسانی عظمت ہی کا درس دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسانی کو عزت و تکریم اور عظمت و بزرگی کے مسند پر فائز کرنے کے لئے عدیم المثال مساعی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات یاد دلائی کہ انسان کی تقدیر خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جدوجہد اور اس کے اعمال کو نفع بخش اور سود مند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جوہر' صلاحیتوں اور کمالات کی تحسین فرمائی ہے اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے رنگ' نسل' نسب اور ذات پات کے امتیازات کی نفی فرما دی۔

آپ ﷺ نے انسانیت کے معصوم چہرے سے پیدائشی

فی الحقیقت حضور ﷺ نے انسانی عظمت ہی کا درس دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بنی نوع انسان کو عزت و تکریم اور عظمت و بزرگی کے مسند پر فائز کرنے کے لئے عدیم المثال مساعی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات یاد دلائی کہ انسان کی تقدیر خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جدوجہد اور اس کے اعمال کو نفع بخش اور سود مند قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی جوہر' صلاحیتوں اور کمالات کی تحسین فرمائی ہے اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے رنگ' نسل' نسب اور ذات پات کے امتیازات کی نفی فرما دی۔

گنہگار کے داغ کو صاف فرما دیا۔ مزید برآں آپ ﷺ نے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ انسانوں کے مابین تفاخر کے تمام دعوے جھوٹے ہیں اور فرمایا گیا کہ انسان احسن تخلیق ہے اور کمال سیرت کے نکتہ عروج تک پہنچنے کے تمام جوہر اسے ودیعت کیے گئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی تقدیر خود سنوارنے کا پورا حق و اختیار رکھتا ہے۔ وہ اچھے اور برے اعمال سے کامیابی اور ناکامی کی منزل پا سکتا ہے۔ اس سے ایک درجہ بڑھتے ہوئے آپ ﷺ نے صنفی مساوات قائم فرما دی۔ آپ ﷺ

آپ ﷺ نے انسانیت کے معصوم چہرے سے پیدائشی گنہگار کے داغ کو صاف فرما دیا۔ مزید برآں آپ ﷺ نے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ انسانوں کے مابین تفاخر کے تمام دعوے جھوٹے ہیں اور فرمایا گیا کہ انسان احسن تخلیق ہے اور کمال سیرت کے نکتہ عروج تک پہنچنے کے تمام جوہر اسے ودیعت کیے گئے ہیں۔

نے خواتین کی اہمیت اور ان کی خداد صلاحیتوں اور جوہر کی ترجمانی اور حمایت فرمائی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات سے انسانی تمدن کی ترقی کا جو راستہ روشن ہوا وہ نبی ﷺ کی دور رس سماجی اصلاحات کا آئینہ دار ہے اور آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور روحانی میدان میں اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھا دیا۔ آنحضور ﷺ کی تعلیمات سے انسانی زندگی میں جو تغیرات رونما ہوئے اور سوچ و فکر اور انسانی رویے کو جو نئی راہیں ملیں اس کی چند مثالیں پیش خدمت کی گئی ہیں۔ عظمت انسانیت کے اس سفر میں صرف آپ ﷺ کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ مجموعی طور پر تمام انسانیت حضور ﷺ کی احسان مند و شکر گزار ہے۔

(ترجمہ: شاہد محمود)

ختم الرسل ﷺ کے مرغوب کھانے

آپ ﷺ کھانے پینے میں اعتدال کا خیال رکھتے تھے

انتخاب: اظہر حسین

حضور اکرم ﷺ کو تر میووں میں خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھے۔ آپ ﷺ خربوزہ روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے۔ کھانے میں نے دونوں ہاتھوں سے مدد لیتے۔ آپ ﷺ دودھ اور خرما کو اطمینان فرماتے۔ سب سے محبوب کھانا آپ ﷺ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے یہ شنوائی کی قوت کو بڑھاتا ہے اور دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ کدو آپ ﷺ کو بہت پسند تھا۔ اور ارشاد فرماتے یہ پیڑ میرے بھائی یونس علیہ السلام کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے کہ جو تم ہنڈیا پکاؤ تو کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہے۔ جب گوشت کھاتے تو سر مبارک کو اس لئے نہ جھکاتے۔ بلکہ اس کو منہ کے پاس لا کر دانتوں سے کاٹتے اور بکری میں آپ ﷺ کو دست اور شانہ پسند تھا۔ ساگ کی قسم میں آپ ﷺ کاسنی اور خرما پسند فرماتے تھے۔ گردوں کو برا جانتے تھے۔ اس وجہ سے کہ پیشاب کے قریب رہتے ہیں۔ فوطے اور کچا لہسن، پیاز نہ کھاتے تھے۔ اپنی انگلیوں سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے میں برکت بہت ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں اس قدر چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتیں۔ اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جب تک کہ ایک ایک انگلی چاٹ نہ لیتے۔ فرماتے معلوم نہیں کون سے کھانے میں برکت ہے۔ آپ ﷺ تین دفعہ میں پانی پیتے اور ان میں ہر بار کی ابتداء میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ ہوتی۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں۔ جو شخص اس نیت سے کھائے کہ مجھے علم و عمل کی قوت اور آخرت کی راہ پر چلنے کی قدرت نصیب ہو تو اس کا کھانا بھی عبادت ہوگا۔ کھانا راہ دین میں جو شمار ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی حرص کی وجہ سے نہ کھائے بلکہ حلال کمائی سے بقدر ضرورت و حاجت کھائے۔ ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آخر میں الحمد للہ رب العالمین کہے۔ یہ کلمات زور سے کہنے چاہئیں تاکہ دوسروں کو بھی یاد آ جائے۔ دائیں ہاتھ سے کھانا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نوالہ چھوٹا لے اور چبا کر کھائے، کسی کھانے میں عیب نہ نکالے جو لقمہ گر جائے اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہئے۔ انگلی پہلے منہ سے چاٹے پھر اپنے کسی کپڑے سے پونچھ لے تاکہ کھانے کا نشان ہو جائے۔ گرم کھانے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونک مارنا درست نہیں۔ کھانے میں زیادہ پانی کا استعمال مناسب نہیں پانی کا برتن دائیں ہاتھ میں لیں۔ ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔ آہستہ آہستہ پئیں۔ کھڑے کھڑے یا لیٹے لیٹے پانی نہ پینا چاہئے۔ ہر بار ابتدا میں بسم اللہ...... اور آخر میں الحمد للہ...... برتن پر نظر رکھیں تاکہ پانی نہ ٹپکے۔ پیٹ بھرنے سے پہلے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے۔ دستر خوان سے روٹی کے ٹکڑے چن چن کر کھا لیں۔ یہ اس واسطے ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کی روزی میں وسعت ہوگی۔ وہ ٹکڑے حور عین کا مہر ثابت ہوں گے۔ پھر خلال کرے جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر آئے اسے نگل لینا چاہئے جو کچھ خلال سے باہر آئے اسے پھینک دینا چاہیے۔ کھانے کے برتن کو انگلی سے صاف کر لینا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص برتن پونچھ لیتا ہے۔ وہ برتن اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ اس نے مجھے صاف کر کے جس طرح شیطان سے محفوظ رکھا اسی طرح تو بھی اسے دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روٹی کی تعظیم کرو روٹی سے ہاتھ نہ پونچھو یہ بے ادبی ہے۔ یہ نہیں کہ روٹی کا بیچ کھا لے اور کنارہ چھوڑ دے۔ روٹی اور گوشت کو چھری سے نہ کاٹا جائے۔ اور حکم ہے کہ دانت سے کاٹے۔ روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے۔ اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہیں۔ خرما طاق کھائے اور طباق میں خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور نہ ہاتھ میں جمع کرے۔ (جن چیزوں میں گٹھلی ہو سب کا یہی حال ہے) ہاتھوں کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہے۔ (الحدیث)

اعتدال، میانہ روی اور توازن

زیرِ نظر تحریر میں اسسٹنٹ پروفیسر سید حیدر شاہ (بلوچستان یونیورسٹی) نے معاشرے سے تنگ نظری، انتہا پسندی اور عدم برداشت کے عوارض کا علاج شافی سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں تجویز کیا ہے

حضور اقدس ﷺ نے جس اسلامی معاشرے کی تشکیل فرمائی اس کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک اہم وصف اعتدال تھا۔ قرآن مجید میں امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول ﷺ تم پر گواہی دینے والا" (سورۃ البقرہ آیت: 143) وسط سے مراد ایسی امت ہے جو ہر اعتبار اور ہر معیار سے عنایت اعتدال پر ہو۔ ہر کجی اور ہر افراط و تفریط سے پاک ہو (تفسیر ماجدی) مسلم امہ کو زندگی کے ہر پہلو میں اعتدال پر رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی راہ اعتدال اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ" (بنی اسرائیل: 110) یعنی نماز میں بھی افراتفری چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اس سے اپنا قلب متاثر ہوتا ہے اور لوگوں کو تشویش نہیں ہوتی۔

مسلم امہ کو عدالتی معاملات میں بھی راہ اعتدال یعنی جادہ عدل و انصاف پر قائم رہنے کا حکم ہے ارشاد ربانی ہے۔ "اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے۔ اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا (سورۃ النساء: 58) یعنی کافر، مسلم کسی کا معاملہ ہو تمہارا قدم راہ اعتدال سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ ایک اور مقام پر مزید وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا: "اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑ دو۔ عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ کے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو" (المائدہ:8) یعنی کسی کی دشمنی و عداوت تمہیں راہ اعتدال سے نہ ہٹانے پائے اور نہ ہی کسی کی محبت و ہمدردی تمہارے قدموں کو ڈگمگا سکے۔ اس کے متعلق ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے: "اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے۔ سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں۔ اور اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے (النساء:132) یعنی ہر حال میں جب اللہ تعالیٰ کا حکم پیش نظر رہے گا اور اپنے جذبات و مفادات کی رعایت نہیں کی جائے گی تو تب راہ اعتدال پر قائم رہنا ممکن ہوگا۔

انسانی اعضاء میں زبان کی بڑی اہمیت ہے کہا جاتا ہے کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے۔ انسان کے اخلاق و کردار میں اس کا

حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت میں اسے قابو میں رکھنے کا حکم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا قریبی ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تم کو یہ حکم کردیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو'' (الانعام:152) یعنی جب کسی معاملے یا مقدمہ میں زبان چلاؤ تو حق و انصاف کا پہلو تمہارے پیش نظر رہے اور عدل و انصاف پر قائم رہنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد ہے جسے پورا کرنا تمہاری اسلامی ذمہ داری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ظلم وتعدی اس قدر ناپسند ہے کہ مسلمانوں کو دشمن سے انتقام لینے میں اس پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ جبکہ ہر حال میں جادہ اعتدال پر قائم رہنا ہی مسلم امہ کی شان بتلایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: ''اور باعث نہ ہو تم کو اس قوم کی دشمنی جو تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے'' (المائدہ:2) دشمن سے انتقام لینے کی اجازت بھی صرف اسی قدر ہے جتنی اس کی طرف سے زیادتی ہوئی ہے۔ اور کفار کے ساتھ جنگ میں صرف ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت ہے جو تم سے برسرپیکار ہیں کفار کے بچوں' عورتوں' بوڑھوں اور معذورین وغیرہ کو قتل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو'' (البقرہ:190)

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں اعتدال ہی کا درس ملتا ہے۔ جب معاشرے میں اعتدال نہ رہے تو افراط وتفریط کی وجہ سے فساد اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔ دنیاوی معاملات ہوں یا عبادات کسی صورت میں انسان کو مقام اعتدال سے انحراف نہیں

ہو نہ یہ پھول' تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسّم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو' خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو' تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی ﷺ نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی ﷺ نام سے ہے

علامہ اقبالؒ

کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ عبداللہ کیا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم روزانہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات بھر اللہ کی عبادت اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہو۔ میں نے عرض کیا! ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ بھی رہو۔ رات میں اللہ کی عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا اپنے بدن کو زیادہ مشقت اور ریاضت میں نہ ڈالو تاکہ بیماری یا ہلاکت میں نہ پڑجاؤ) تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے رات میں سویا بھی کرو تاکہ تمہاری آنکھیں آرام وسکون پائیں) تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔'' اس حدیث میں مسلمانوں کو اعتدال میانہ روی اور توازن کا درس دیا گیا ہے۔

اعتدال و توازن حضور اقدس ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت کا شیوہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور انہیں کامیاب قرار دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے (ان کے اعلیٰ اوصاف و کردار کے انعام میں) ان کے لئے ایسے باغ تیار کررکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے'' (البقرہ:100)

حضور اقدس ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرت قیامت تک کے لئے رشد و ہدایت کا بہترین معیار ہے۔ عصر حاضر میں مسلم امہ کی نشاط ثانیہ ان ہی پاک نفوس کی اتباع میں مضمر ہے۔ یہ مقدس جماعت خدا شناسی' حق پرستی' تقویٰ وایثار اور اعتدال وتوازن جیسی اعلیٰ اقدار سے مزین تھی وطن عزیز میں تعلیمی اداروں' تربیت گاہوں اور ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع سے اگر عوام کو آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشناس کرایا جائے تو انشاء اللہ قوی امید ہے کہ قوم سے تنگ نظری' پست خیالی' انتہائی پسندی اور عدم برداشت جیسے عوارض کا ازالہ ہوگا اور وہ عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اپنے اسلامی تشخص کے اظہار کے قابل ہوسکے گی۔

محسنِ انسانیت ﷺ

زندگی کا وہ کونسا پہلو ہے جہاں پیغمبر انسانیت ﷺ کی نظر نہ رہی ہو۔ عدل و انصاف، عہد کی پاسداری، احسان، عفو و درگزر، حلم و بردباری، تواضع و خاکساری، خوش کلامی، ایثار و قربانی کے مفہوم سے دنیا کو آپ ﷺ ہی نے روشناس کرایا۔ صاحب مضمون میجر عاطف مصطفیٰ قریشی ہلال کے قلمی معاونین میں سے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ ہمارے لئے ہدایت و روشنی ہے۔ ذرا محسن انسانیت ﷺ کے بچپن پر نظر ڈالئے ایک ایسا بچہ کہ اپنے وقت کا بڑے سے بڑا سردار بھی اسے صادق و امین ﷺ کہنے پر مجبور ہے۔ یہ مجبوری کسی زبردستی کی مرہون منت نہیں بلکہ سرور دو عالم ﷺ کا وہ طرز عمل ہے جس نے سرداران وقت کو بھی آپ ﷺ کی عزت کرنے پر مجبور کیا۔

نوجوانی کی طرف آ جایئے۔ عرب کے ریگزاروں کا ایک ایسا نوجوان ﷺ جو صادق و امین ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین و فطین بھی ہے، جو ﷺ قبیلے کی آنکھ کا وہ تارا ہے، جس ﷺ کے ہر لحاظ سے مکمل ہونے میں کوئی شک نہیں، جو تاجر اعلیٰ ﷺ بھی اور تجارت کے ہر گر سے واقفیت رکھتا ہے۔ جو ﷺ اس قدر نرم شفیق اور دل موہ لینے والی شخصیت کا حامل ہے کہ جو دیکھے وہ رشک کرے جو ﷺ شرافت کی ان حدوں کو چھوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی اس صفت کا اقرار، پیغام عقد بھجوا کر کرتی ہیں اور وہ ختم رسل ﷺ اس عقد کی دعوت کو قبول کر کے ایک نئے نظام کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔

جی ہاں! اک نئے نظام کی، بیواؤں سے دوبارہ شادی کرنے کا نظام، ایک ایسا نظام جس نے انسانیت کو درس دیا کہ انسان کو اگر اس کے فطری تقاضوں سے دور کر دیا جائے تو پھر گناہ اور گمراہی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس دور میں بیواؤں کا کوئی مقام نہ تھا۔ شوہر کے مرنے کے بعد حق نہ ہونے والی عورت ان لوگوں کی نظر میں گنہگار تھی اور یہ صرف یہیں تک محدود نہ تھا بلکہ عورتوں پر لامتناہی رویہ چل نکلا تھا۔ جب فخر موجودات ﷺ کی دختران پیدا ہوئیں تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ معاشرہ جس میں پیدا ہونے والی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، اب پیدا ہونے والی لڑکیوں کو اپنے لئے روز محشر میں وجہ بخشش سمجھتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف سیرت النبی ﷺ جلد ششم میں صفحہ 262 پر بنو تمیم کے رئیس قیس بن عاصم کا قصہ اس

طرح بیان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ دس لڑکیوں کو زندہ دفن کیا۔ قصے کو سننے کے دوران خاتم النبیین ﷺ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی مگر بعد میں نبی شفاعت ﷺ نے قیس بن عاصم کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ اے قیس جاؤ کہ جاہلیت کے زمانے کے سارے گناہ اسلام لانے کے بعد معاف ہو گئے۔ مگر انہوں نے ہر لڑکی کے بدلے اللہ کی راہ میں ایک اونٹ قربان کیا۔ عموماً لوگ لڑکیوں کے وجود کو بلا اور مصیبت سمجھتے تھے مگر قاصد دین آخرت ﷺ نے اس بلا اور مصیبت کو ایسی رحمت بنا دیا کہ وہ نجات اخروی کا ذریعہ بن گئیں اور یہاں تک فرمایا کہ جو دو لڑکیوں کی پرورش احسن طریقے سے کرے گا، قیامت کے دن میرا اور اس کا رتبہ، دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا، یوں ہوگا۔ ذرا غور کیجئے وہی غیرت جو شرم اور عار کا سبب تھی عہد نبوی ﷺ میں آ کر عزت اور سعادت کا وسیلہ بن گئی۔ ادھیڑ عمری کی طرف آتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نزول وحی کا موجب بن کر آپ ﷺ کو اللہ کے آخری نبی اور پیغمبر ہونے کی نوید دیتے ہیں اور پھر تعلیمات کا وہ لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے صدق، زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی، سخاوت، عفت و پاکبازی، دیانتداری اور امانت، شرم و حیا، رحم، عدل و انصاف، عہد کی پابندی، احسان و عفو و درگزر، حلم و بردباری، تواضع و خاکساری، خوش کلامی، ایثار، غرض کہ زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جہاں پیغمبر انسانیت کی نظر نہ رہی ہو اور جس کے بارے میں آپ ﷺ نے انسانوں کو روشناس نہ کرایا ہو۔

بات اخلاقیات کی ہو تو فرزند بنو قریش ﷺ کہیں اخلاق حسنہ کی عملی تصویر بنے نظر آتے ہیں تو کہیں اہل ایمان کے اخلاق اور اوصاف کو اس طرح نکھارتے ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ ایک ایسا محسن انسانیت ﷺ جو سالار اعظم بن کر جب میدان میں اترتا ہے تو فتوحات کا وہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جو بزور شمشیر نہیں بلکہ حسن اخلاق، محبت اور عفو و درگزر کا وہ شاخسانہ ہے جو انسان کے دل کی کایا پلٹ دیتا ہے اور دوسری جانب یہی

سالارِ اعظم ﷺ دشمن کے دانت کھٹے کرنے پر آتا ہے تو عرب کے ریگزار دنگ نظر آتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ ایسے جنہوں نے اللہ کا ٹھیک ٹھیک منشا پورا کرنے کے لئے انسانی افراد اور معاشرے کا تزکیہ کیا اور انسانی زندگی کے بگڑے ہوئے نظام کو سنوار کر اس کی تعمیرِ صالح کر دکھائی جس کے لئے نبی آخر الزمان ﷺ کتاب آخری کی عملی تصویر بن کر نظر آئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کتاب اور نبی ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم رہے ہیں ہر آسمانی کتاب اللہ نے اپنے پیامبر کے ذریعے بھیجی مگر نبی آخر الزمان ﷺ وہ واحد نبی ﷺ ہیں جو اپنی کتاب کی عملی تصویر رہے۔ کتاب کو نبی سے الگ کر دیں تو کتاب ایک ایسی کشتی ہے جس کا کوئی ناخدا نہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ کر کے کبھی انسان فہم حاصل نہیں کر سکتا اور نبی آخر الزمان ﷺ نے انسانیت کو اس فہم و فراست سے روشناس کرایا جس کی مثال قیامت تک نہیں ملے گی۔

پرانے ادوار کی طرح اب بھی اور آنے والے دور میں بھی انسان کو نعمت اسلام میسر آنے کی وہی دو صورتیں ہیں۔ ایک خدا کا کلام جو قرآن پاک ہے اور دوسرے اسوہ نبوت جو اب محمد عربی ﷺ کی سیرت پاک میں محفوظ ہے۔ محسن انسانیت ﷺ نہ تو فلسفی تھے کہ محض چند گہرے خیالات دے دیتے اور واقعاتی احوال سے تعرض نہ کرتے اور نہ ایک ایسے واعظ تھے جو اجتماعی مسائل سے آنکھیں بند کر کے محض فرد کو مخاطب بناتے اور ٹھنڈے اور میٹھے وعظ سنایا کرتے اور نتائج پر سرے سے سوچا ہی نہ کرتے بلکہ انسانیت کے ایک ایسے محسن ﷺ تھے جنہوں نے پورے تمدنی شعور کے ساتھ حیاتِ انسانی کی کامل تبدیلی پیش نظر رکھی۔ آپ ﷺ کی ذات ہر پہلو اور ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ آپ ﷺ کا بیان وعظ تھا' لفاظی نہیں تھی۔ زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ جب بولتے تو الفاظ سننے والے کے دل میں اتر جاتے۔

حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں اس وقت تشریف لائے جب انسانی زندگی نفرتوں سے مزیّن تھی۔ ظلمت کدے میں اس تاریک شب کا راج تھا جس نے انسان کو انسانیت کی بلندیوں سے اٹھا کر ذلت کی گہرائیوں میں اس حد تک دھکیل دیا تھا جہاں انسان' انسان نہیں بلکہ حیوان نظر آتا تھا۔

ذرا سی بات پر قتل و غارت گری کا وہ بازار گرم ہوتا تھا جہالت کے اندھیرے اس دنیا کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ ہر طرف نفسا نفسی' خود غرضی' جہالت اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ زندگی سسکتی اور بلکتی نظر آتی تھی۔ آوارہ زغوں میں پھنسی بے بس عصمتیں کسی رحمت کی منتظر تھیں۔ باطل کے سنگھاسن پر براجمان بُت پر غرور اپنی نحوست کا سایہ اس دنیا پر مسلط کر چکا تھا۔ پھر رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ ظلمتوں کے اندھیرے چھٹنے لگے۔ صحرائے عرب میں روشنی اور نور کا سرچشمہ بلند ہوا۔ جس نے مشرق و مغرب میں اپنی رحمت کو اس طرح پھیلایا کہ نہ صرف اس ذات پاک کا نام بلند کیا بلکہ ہر پھیلے ہوئے اندھیرے کو اپنے نور سے دور کر دیا۔

آنحضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو نفرتوں کی آندھیاں محبتوں میں ڈھل گئیں۔ ربیع الاول کے بابرکت مہینے میں محبِ آمنہ اک نور سے منور ہوئی۔ چاند زمین پر طلوع ہوا جس نے فلک کے چاند کو شرما دیا۔ اک سورج زمیں پر نکلا جس نے آسماں کے سورج کو گہنا دیا' جس ﷺ کی روشنی پورے عالم میں نور بن کر پھیلی۔

انسانیت کے اس محسن ﷺ کی باتیں اگر لکھنے بیٹھیں تو شاید قیامت تک کا وقت کم اور دنیا کی زبانوں کے الفاظ ختم ہو جائیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک ایسے نبی ﷺ کے امتی ہیں جو رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں جنہوں نے کامیابی کی وہ راہیں ہمارے لئے کھولیں جن کی نظیر بھی نہیں مل سکتی۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کریں۔

ہر لحظہ گنگنائے فضاء نعت مصطفیٰ ﷺ

ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لئے
ہر لحظہ گنگنائے فضاء نعتِ مصطفیٰ ﷺ

راہِ طلب میں اشک رواں ہیں زباں خموش
ہر سانس کی مگر ہے صدا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

عشقِ رسول ﷺ' قصدِ مدینہ' وفورِ شوق
اس کارواں کو بانگِ درا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

سوز و تپ فراق کی تلخی کا ذکر کیا
لائی لبوں پہ تازہ ہوا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

دل کو ملا سکون ہوئی روح مطمئن
ہر غم سے لے گئی ہے ورا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

بخشش کو اپنی لایا ہوں اک نسخہ وفا
پڑھتا اٹھوں گا روزِ جزا نعتِ مصطفیٰ ﷺ

قیوم نظر

صدق' زبان کی سچائی' دل کی سچائی' عمل کی سچائی' سخاوت' عفت و پاکبازی' دیانتداری اور امانت' شرم و حیا' رحم' عدل و انصاف' عہد کی پابندی' احسان و عفو و درگزر' حلم و بردباری' تواضع و خاکساری' خوش کلامی' ایثار' غرض کہ زندگی کا وہ کون سا پہلو ہے جہاں پیغمبر انسانیت ﷺ کی نظر نہ رہی ہو اور جس کے بارے میں آپ ﷺ نے انسانوں کو روشناس نہ کرایا ہو۔

مثالی شوہر، مثالی باپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زندگی کو امت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے، آپ ﷺ تمام انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ حضور پاک ﷺ ایک شفیق باپ کی حیثیت سے اپنی اولاد اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے کس قدر محبت اور شفقت فرماتے تھے، اس کی ایک جھلک زیرِ نظر مضمون میں ملاحظہ فرمایئے۔

تحریر: غزالہ یاسمین

دینِ اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ اسلامی تعلیمات اور ہدایت سے خالی نہیں ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے، حضور ﷺ سے یہ اجازت چاہی کہ وہ احکاماتِ اسلام کے ساتھ اپنے سابق مذہب کی کچھ روایات پر بھی عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کھلے الفاظ میں بتادیا گیا "اے ایمان والو! اسلام کے اندر پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اسلام ایسا مذہب ہے، جس میں اطاعت و عمل کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم نے اس حکم کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔" کیونکہ اطاعت اور بندگی میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لئے روحانی معراج رکھی ہے۔

بندگی کی معراج یہ ہے کہ انسان اپنے اللہ کا سچا محب بن جائے اور رسول اکرم ﷺ کا مطیع ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ عالیہ میں اللہ رب العزت نے وہ خوبیاں اور خصائل بھر دیئے جو کائنات میں کسی اور کے حصے میں نہیں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زندگی کو امت کے لئے بہترین نمونہ قرار دے دیا۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے جس پہلو کا بھی مطالعہ کیا جائے تو آپ ﷺ کی شخصیت ہر لحاظ سے کامل و اکمل اور جامع نظر آتی ہے۔ آج چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی زندگی کے ایمان افروز واقعات اہلِ ایمان تو کیا پوری انسانیت کو ہر شعبے میں راہنمائی اور زندگی کے ہر پہلو پر روشنی فراہم کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کے چند واقعات سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بحیثیت شوہر یا باپ کے امت کو کیسی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کا رہنا سہنا، آپ ﷺ کا حُسنِ سلوک، آپ ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کی شفقت کیسی تھی۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دنیا سے رخصت ہوچکی تھیں۔ ان کی بہن ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بار آقائے دو جہاں ﷺ سے ملنے آئیں۔ سلام کہہ کر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت ہالہ رضی اللہ تعالیٰ کی آواز اپنی بہن خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتی جلتی تھی۔ حضرت ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز کانوں میں پڑی تو حضور ﷺ کے دل و دماغ پر ماضی کی یادیں گھومنے لگیں اور آپ ﷺ اداس ہو گئے، لمبی سانس لی اور پھر مسکرا کر فرمایا "ہالہ ہوں گی۔" کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ایک بوڑھی عورت کو یاد کر کے اداس ہو رہے ہیں جو فوت بھی ہوچکی ہیں، حالانکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہیں زیادہ اچھی بیویاں عطا فرمادیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "نہیں! خدیجہ کے بعد مجھے اس جیسی کوئی بیوی نہیں ملی۔"

حضور اکرم ﷺ ایک شفیق باپ کی حیثیت سے اولاد سے کس قدر محبت اور شفقت فرماتے، آپ ﷺ کا طرزِ عمل ہمیں آج بھی روشنی دے رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ انہوں نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زیرِ سایہ پرورش پائی تھی۔ حضور اکرم ﷺ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت فرماتے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ بیٹی جس قدر ناز و نعم سے پلی تھیں، اسی قدر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ بھی بنیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا "زینب میری بیٹیوں میں سب سے پیاری بیٹی ہے جو میری محبت میں کافروں کے ہاتھوں بہت زیادہ ستائی گئی۔"

اللہ کے نبی ﷺ نے جب اعلانِ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دعوتِ توحید دینا شروع کی تو مکہ کی سرزمین سراپا احتجاج بن گئی۔ اپنے پرائے مخالف ہوگئے۔ ہر بوڑھے، جوان کے ماتھے پر شکنیں پڑنے لگیں۔ پورا مکہ آپ ﷺ کی جان کا دشمن بن گیا۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو ایذا رسانی کے تمام حربے استعمال کئے۔ آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے گئے، آوازے کسے گئے، آپ ﷺ کے وجودِ اطہر پر کوڑا پھینکا گیا، آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کردیا گیا مگر رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان مبارک سے کبھی بددعا نہیں نکلی، ان جاں گداز مراحل میں سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر اپنے بابا کے ہمراہ ہوتیں۔

مقامِ منیٰ پر نبی کریم ﷺ لوگوں کو دین کی دعوت دے رہے تھے کہ کچھ شرپسندوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑانا شروع کردیا۔ ان میں سے بعض شقی القلب بدبختوں نے آپ ﷺ کو پتھر مارنا شروع کردیئے۔ آقا ﷺ زخموں سے چور ہوگئے' تو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بابا کی حالت دیکھ کر پانی کا پیالہ اور رومال لئے دوڑتی آئیں اور اپنے بابا کا خون صاف کیا' پانی پلایا اور مارے غم کے رونے لگیں۔ شفیق باپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کا اضطراب دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے' فرمایا: بیٹی اللہ کے راستے میں اپنے باپ کی ہلاکت کا خوف نہ کر' اللہ رب العزت تیرے باپ کا ضرور حامی و ناصر ہوگا۔

ان نامساعد حالات میں اللہ کے دین کی خاطر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہاں اپنے بابا کی تکالیف کو دیکھ کر صبر کیا وہاں انہوں نے خود اپنی جان پر بھی ظلم سہے۔ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مخالفینِ اسلام کے ہاتھوں زخمی ہوئیں' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ زخم مندمل ہونے کے بعد پھر تازہ ہوگیا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر حضور ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔ مسلمان خواتین سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر جمع ہوئیں تو ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے' بے اختیار رونے لگیں' یہاں تک کہ چیخ و پکار ہونے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح چیخ و پکار سنی تو سختی سے روکا' لیکن رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا یہ موقع سختی کا نہیں۔ پھر عورتوں سے مخاطب ہوئے فرمایا' تمہیں چاہئے کہ شیطانی آوازیں نکالنے سے پرہیز کرو' اور پھر فرمایا جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو ایسا اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت سے ہے اور جو ہاتھ یا زبان سے صادر ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

امتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لئے یہ حکمت سے معمور یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کی وفات پر بطور تعلیم فرمادیا کہ اپنے پیاروں کی وفات پر بے صبری کی حالت میں چیخنا' چلانا' منہ نوچنا' اور سر میں خاک ڈالنا یہ سب شیطانی اعمال ہیں اور زمانۂ جاہلیت کی رسومات ہیں۔ اسلام کہتا ہے دکھ اور مصیبت آئے تو صبر کرو اور خوشی آئے تو شکر کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین کے وقت آپ ﷺ غم سے نڈھال تھے اور جو لوگ اس وقت حاضر تھے ان میں سے کوئی ہمت نہیں پا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات کرتا۔ اسی اثناء میں اطلاع دی گئی کہ قبر تیار ہوچکی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ خود قبر میں اترے اس وقت آپ ﷺ بے حد رنجیدہ تھے۔ مگر قبر سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت نظر آئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دریافت کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ کیا بات تھی جب آپ ﷺ قبر میں اترے تو چہرہ مبارک پر رنج والم کے آثار نمایاں تھے مگر جب آپ ﷺ قبر سے باہر آئے تو مطمئن نظر آنے لگے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' پہلے قبر کی تنگی اور خوفناکی میرے سامنے تھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی "اے اللہ میری بیٹی زینب بڑی کمزور اور ناتواں ہے۔ تو اپنی رحمت سے اس کی قبر کو کشادہ فرما دے' اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔"

آقائے دو جہاں ﷺ اپنی پیاری بیٹی کے ساتھ زندگی بھر مشفقانہ معاملہ فرماتے رہے پھر سیدہ کی وفات کے بعد تدفین تک پیار و محبت کا بھرپور اظہار فرماتے رہے اور اپنی لختِ جگر کو سفرِ آخرت پر دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا۔

آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پانچ سال تھی جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی لختِ جگر کی خود تربیت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چال ڈھال' گفتگو میں اپنے پیارے بابا ﷺ کا عکسِ کامل تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فصاحت و بلاغت اور حکمت و دانائی اپنے والد ﷺ سے ورثے میں پائی تھی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خدمت گزاری کا بہت زیادہ شوق تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے والد ﷺ کی خوب خدمت کی اور اشاعتِ دین میں جو مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھی بٹانے کی کوشش کی اور اپنے والد ﷺ کی خاطر اپنا

سکون و آرام قربان کیا۔

آپ ﷺ کو اپنی اس بیٹی سے اس قدر پیار تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی اس بیٹی کے متعلق فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ناراضگی میں میرے اللہ کی ناراضگی ہے اور اس کی رضا میں میرے مالک کی رضا ہے۔ اور فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اس کی خوشی میری خوشی ہے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے خود اپنی بیٹی سے پوچھا: "علی (کرم اللہ وجہہ) آپ کی خواہش لے آئے ہوئے ہیں" تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سن کر سر جھکا لیا اور حضور ﷺ نے اس خاموشی کو رضامندی سمجھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے لئے حضور ﷺ نے جو جہیز خریدا اس میں ایک چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی ایک مٹی کا پیالہ، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔

غور کریں کہ یہ کس کی بیٹی کا جہیز تھا۔ یہ سرکار دو عالم ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی کا جہیز تھا۔ ہر قسم کے تکلفات و تصرفات سے ہٹ کر صرف چند ضرورت کی چیزیں بیٹی کو جہیز میں دی گئیں۔ پھر شادی بھی انتہائی سادگی سے ہوئی۔ آج کے دور میں پروان چڑھنے والے رسم و رواج کو دیکھا جائے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کی پیروی سے متعلق نام کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی بیٹیوں کی خوشی اور غمی کے مواقع پر جو طریقے اختیار کیے وہ امت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنی لختِ جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، جو کچھ فاصلے پر رہتی تھیں۔ دورانِ گفتگو آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری لختِ جگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے پڑوس میں لے جاؤں، باپ کے پیار

بھرے الفاظ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دریائے محبت بھی موجزن ہو گیا، کہنے لگیں ابا جان! حارث بن نعمان کے کئی مکان ہیں، ایک تو آپ ﷺ کے بہت قریب ہے اگر آپ ﷺ ان سے فرما دیں تو وہ ہرگز انکار نہیں کریں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حارث سے یہ بات کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح اس بات کی خبر ہو گئی کہ آقا ﷺ اپنی بیٹی کو اپنے قریب کے مکان میں رکھنا چاہتے ہیں تو حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ ﷺ میرا جان و مال سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میرے پاس کئی مکان ہیں۔ ایک مکان آپ ﷺ کے مکان کے بالکل قریب ہے اور اللہ گواہ ہے کہ میری جو چیز آپ ﷺ قبول فرمالیں گے اس کا آپ ﷺ کے پاس رہنا مجھے اپنے پاس رکھنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرا جو مکان آپ کو پسند ہو حاضر ہے۔ میری خوشی بھی یہی ہے کہ آپ اپنی بیٹی کو اپنے قریب لے آئیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعائیں دیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے قریب کے مکان میں منتقل ہونے کا حکم دے دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صرف بیٹی سے محبت کر کے دکھائی بلکہ بیٹی کی اچھی پرورش پر جنت کی بشارت بھی دے دی۔

جس طرح حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو امت کی مائیں قرار دے کر ان کے ہاتھوں امت کی کی تربیت کا فریضہ انجام دلوایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے خانگی امور میں ازواج مطہرات کے ساتھ معاونت اور پھر آپ ﷺ کے خلوت کے حالات سے آگاہی ازواج مطہرات کے وساطت سے ہی امت کو نصیب ہوئی۔ اللہ رب العزت نے جس طرح اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو کائنات میں منفرد مقام و مرتبہ دیا ہے اسی طرح آپ ﷺ کی ازواج کو بھی بہت اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمایا۔

- حضور ﷺ اپنی بیویوں کی جائز حدود میں دلداری فرماتے تھے۔
- حضور ﷺ ان کے مذاق اور شوق کا بھی خیال رکھتے۔
- حضور ﷺ خوش طبعی اور ہنسی و مزاح بھی فرماتے۔
- حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو اپنے راز کا امین بناتے اور ان کے رنج و راحت میں شریک ہوتے۔
- حضور ﷺ کی گھریلو زندگی میں بہت سے نشیب و فراز تھے۔ صبر و غنا بھی تھا اور احترام و عقیدت اور محبت بھی خوب تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت محبت اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس انصار کی لڑکیاں جمع ہو جاتیں تو آپ ﷺ ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے چھوڑ دیتے۔ اگر وہ کسی ایسی بات کی خواہش کرتیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہوتی تو آپ ﷺ ان کی وہ خواہش پوری کرتے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تم میں سب سے اچھا ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو۔ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے کاشانہ اقدس میں بیک وقت مختلف المزاج، مختلف قبائل اور مختلف عمر کی

بیویاں تھیں۔ ان میں روسائے عرب کی چشم و چراغ بھی تھیں اور غریب و نادار گھرانوں سے تعلق رکھنے والی بھی تھیں۔ صاحب جمال بھی اور صاحب فضل و کمال بھی۔ طبعاً نرم مزاج اور تیز مزاج بھی تھیں مگر سب پاک سیرت اور منزہ و ممتاز کردار کی مالکہ تھیں۔ اللہ کریم نے قرآن میں ان کی عفت و پاکیزگی کی گواہی دی ہے۔

کاشانۂ نبوت ﷺ میں فقر و فاقہ کا دور دورہ تھا۔ وہ دو ماہ تک چولہے نہیں سلگتے تھے لیکن پھر بھی یہ نیک بیویاں صبر اور تحمل سے کام لیتی تھیں۔ کبھی لب پر شکوہ نہیں لائیں اور محبت میں سر مو فرق نہ آنے دیتیں۔ گھر کی فضا کو تند و خشک یا کبھی بوجھل نہ ہونے دیا۔ انسانی فطرت کے مطابق ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان جہاں تبسم کے پھول کھلے رہتے وہاں کبھی کبھار رشکِ الفت کے کھچاؤ سے آنسوؤں کے موتی بھی چمکتے نظر آتے۔

ازواج مطہرات کے نان و نفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام آپ ﷺ کرتے اور ان کی تعلیم و تربیت بھی آپ ﷺ خود ہی فرماتے پھر انہی کے ذریعے دوسری خواتین کی اصلاح کا کام بھی جاری رہتا۔ خواتین مسائل لے کر آتیں تو ازواج مطہرات سے دریافت کرتیں اور اگر حضور ﷺ سے پوچھنا ہوتا تو جن کے پوچھتے ہوئے شرم و حیا مانع ہوتی تو وہ ازواج مطہرات کی معرفت آپ ﷺ سے دریافت کرواتیں۔

کثرتِ ازواج میں حکمت بھی یہی تھی انہی کے ذریعے ترویج دین اور اصلاح و تربیت کا پہلو اجاگر کرنا تھا۔ چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست اور فروغ دین کی خوب صلاحیت بخشی تھی۔ صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ نے جو حضور ﷺ سے جو روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے۔

حکمت و تدبیر اور بردباری

حکمت و تدبیر اور بردباری اسلامی تعلیمات کا وہ زریں اور سنہری اصول ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہمارا معاشرہ ہی نہیں بلکہ عالمی معاشرہ بھی امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ درج ذیل اقتباس وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اور عشر و زکوٰۃ اعجاز الحق کے قومی سیرت کانفرنس سے خطاب سے لیا گیا ہے۔

سیرۃ کانفرنس میں اظہار خیال کے لئے اس سال جو موضوع دیا گیا وہ ہے ''عصر حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال اعتدال پسند، اسلامی معاشرے کی تشکیل و ضرورت سیرت طیبہ کی روشنی میں'' اس ضمن میں یہ بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہئے کیونکہ باہمی اتحاد و اتفاق اخوت و مساوات اور عدل و احسان کی بنیادی اقدار اور تابندہ روایات کے قیام اور اسلام کی حقیقی معتدل اور روشن خیال روایت کو زندہ کرنے کی ضرورت سے انکار خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ یہی روایت وہ سرمایہ تھا جس سے آپ ﷺ نے معاشرے کی فکری بنیادیں قائم کیں اور مشکل حالات میں ناساز گار فضا میں یک وتنہا اٹھے اور ایک سوچے سمجھے منصوبے، فکر و عمل، ایک معتدل روشن اور ایک ہمہ گیر اصلاح کے روشن و تابندہ پروگرام کو لے کر آگے بڑھے اور دنیا کو ایک نئے نظام، نئے معاشرے، نئے فہم و دستور اور نئے فکر و عمل سے آشنا کیا اور اس کا نام اسلام رکھا جو ایک ایسا دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام مساعی اور فکر و عمل کے تمام شعبوں کو ایک ایسی وحدت بنا دیتا ہے جس کے افراد میں ایک مقصد اور ہم آہنگی اور ایک ارادی ربط پایا جاتا ہے جو اعتدال پسندی کا خوشہ چیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ماننے والوں کو امت وسط کے لقب سے نوازا ہے۔ جو وقت کے دھاروں میں سمٹ کر نہیں رہ جاتا بلکہ اپنی روشن تعلیمات سے انسانی، معاشرتی مسائل کا خوب سے خوب تر حل پیش کرتا ہے۔ اسی لئے تو اسے دین فطرت کہا گیا ہے۔ یہ انسانی طبع کے قریب ترین پر استوار ہے اس میں آسانی کی تعلیم دی گئی ہے اور تنگی اور دشواری سے منع کیا گیا ہے۔

اسلام ایک روشن خیال اور معتدل مذہب ہے اس ضمن میں نبی ﷺ کا عمل بھی گواہ ہے۔ تنگی اور بے جا سختی اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں نبی ﷺ کا طریق کار ملاحظہ فرمایا جائے تو ایک نہایت دلچسپ نکتہ سامنے آتا ہے۔ سیرۃ کی کتابوں میں منقول ہے کہ ایک دفعہ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے طائف کا سفر فرمایا۔ راستے میں ایک تنگ مقام آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس راستے کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام زغیر یعنی تنگ راستہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تنگ نہیں ہے بلکہ یہ آسان ہے۔ مذکورہ راستہ حقیقتاً تنگ تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اسے آسان قرار دیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ زندگی ایک امتحان ہے۔ یہاں تنگی اور دشواری ضرور پیش آئے گی۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ دشواری کو دشواری کہہ کر خود کو بے حوصلہ کر لو بلکہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم تنگی کو کشادگی میں تبدیل یعنی Convert کر لو۔ تم جنگ کے میدان میں نکل کر امن کے میدان میں پڑاؤ ڈالو۔ فریق آخری کی طرف سے ہر تخریب پر مشتعل ہونے کی بجائے صبر، حوصلہ، درگزر اور برداشت سے کام لے کر حتی الامکان ہر مشکل کو آسان بناؤ۔ یعنی حکمت و تدبیر اور بردباری سے بڑی سے بڑی مشکل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا یہ وہ زریں اور سنہری اصول ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہمارا معاشرہ ہی نہیں بلکہ عالمی معاشرہ بھی امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

آنحضور ﷺ کی حکمتِ ابلاغ اور اصلاحِ معاشرہ

محسنِ انسانیت، سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پوری انسانیت کے لئے ایک عظیم اور مثالی معلم بن کر تشریف لائے، ایسے معلم ﷺ جن کی تعلیم و تربیت نے صرف تیس سال کی مختصر مدت میں نہ صرف پورے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ کر رکھ دی، بلکہ پوری دنیا کے لئے رشد و ہدایت کی وہ ابدی قندیلیں روشن کر دیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل و انصاف، امن و سکون اور عافیت و اطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی۔ صاحبِ مضمون مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اسلامی شرعی عدالت کے سابق جج رہ چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے تیس سال کی مختصر سی مدت میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا، اس برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے ان لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کر دیا جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے مشن کے سخت مخالف رہے۔ یہ آپ ﷺ کی حکمتِ ابلاغ کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تیس سال کی مختصر مدت میں صحرائے عرب کے وحشی جو علم و معرفت اور تہذیب و تمدن سے بالکل کورے تھے، وہ پوری دنیا میں علم و حکمت اور تہذیب و شائستگی کے چراغ روشن کرتے رہے۔ جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے، جہاں ہر طرف قتل و غارت گری کی آگ بھڑک رہی تھی، وہاں امن و آشتی کے گلاب کھل اُٹھے۔ جہاں ظلم و ستم کا دور دورہ تھا وہاں عدل و انصاف کی شمعیں روشن ہو گئیں، جہاں پتھر کے بتوں کو سجدے کئے جا رہے تھے، وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر عرب کے صحرانشین جو اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل و خوار تھے، ایران و روم کی عظیم سلطنتوں کے وارث بن گئے اور ساری دنیا ان کے عدل و انصاف، ان کی رحمدلی اور ان کی شرافتِ نفس کے گن گانے پر مجبور ہو گئی۔

اس طرح نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا جو نتیجہ دنیا نے دیکھا۔ تاریخ انسانیت کے کسی اور معلم کے یہاں اس کی نظیر نہیں ملتی، آج ہم اسی بات کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ابلاغ کی وہ کیا بنیادی خصوصیات تھیں جنہوں نے دنیا بھر میں یہ حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کے اندازِ ابلاغ کی تمام خصوصیات کا احاطہ کسی بھی انسان کے لئے ممکن نہیں ہے، لیکن آپ ﷺ کی دو اہم خصوصیات کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ ﷺ کی پہلی خصوصیت شفقت و رحمدلی، دلسوزی و خیرخواہی اور نرم خوئی ہے چنانچہ خود قرآن کریم نے آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا ذکر فرما کر اسے آپ ﷺ کی کامیابی کا بہت بڑا سبب قرار دیا ہے ارشاد فرمایا: ”پس یہ اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر آپ ﷺ لوگوں کے لئے نرم خو ہو گئے اور اگر آپ ﷺ درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

جس شخص نے بھی سیرت طیبہ ﷺ کا کچھ مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مخالفین نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے، آپ ﷺ کو طرح طرح سے اذیت پہنچائی اور آپ ﷺ پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ ﷺ کی پوری سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا، آپ ﷺ ان پر غضب ناک ہونے کے بجائے ان پر ترس کھاتے تھے کہ یہ لوگ کیسی سنگین گمراہی میں مبتلا ہیں اور ہر وقت آپ ﷺ کو یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے حق بات ان کے دل میں اُتر جائے اور یہ ہدایت کے راستے پر آ جائیں۔

آپ ﷺ اس قسم کے معلم نہ تھے کہ محض کوئی کتاب پڑھا کر یا درس دے کر فارغ ہو بیٹھتے ہوں اور یہ سمجھتے ہوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔ اس کے بجائے آپ ﷺ اپنے زیرِ تربیت افراد کی نگرانی کے ایک ایک شعبے میں دخیل تھے، آپ ﷺ ان کے ہر دکھ درد میں شریک اور ہر لمحے ان کی فلاح و بہبود کے لئے فکرمند رہتے ہیں، آپ ﷺ کے اسی وصف

کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''بلاشبہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسا رسول (ﷺ) آیا ہے جس پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کا بے حد حریص ہے اور مسلمانوں پر بے حد شفیق و مہربان ہے۔''

علامہ نورالدین ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند احمدؒ اور معجم طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آکر عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے بدکاری کی اجازت دیجئے۔ ذرا تصور تو کیجئے کہ کیا فرمائش کی جا رہی ہے۔ ایک ایسے گھناؤنے گناہ کو حلال قرار دینے کی فرمائش جس کی قباحت و شناعت پر دنیا بھر کے مذاہب وادیان متفق ہیں اور یہ فرمائش کس سے کی جارہی ہے؟ اس برگزیدہ ہستی ﷺ سے جس کی عصمت و عفت کے سامنے فرشتوں کا بھی سر جھک جاتا ہے' کوئی اور ہوتا تو اس نوجوان کو مار پیٹ کر یا کم از کم ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکلوا دیتا' لیکن یہ رحمۃ للعالمین ﷺ تھے جن کا کام برائی پر خفگی کا اظہار کر کے پورا نہیں ہوجاتا تھا' بلکہ جو اس برائی کے علاج کو بھی اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس پر ناراض ہونے کے بجائے اسے پیار کے ساتھ اپنے پاس بلایا' اپنے قریب بٹھایا' اس کے کندھے پر مشفقانہ ہاتھ رکھا اور محبت بھرے لہجے میں فرمایا:

''اچھا یہ بتاؤ کہ جو عمل تم کسی اجنبی خاتون کے ساتھ کرنا چاہتے ہو' اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری ماں کے ساتھ کرنا چاہے تو کیا تم اس کو گوارا کرلوگے؟ نوجوان کے ذہن و فکر کے بند دریچے کھلنے لگے' اس نے کہا ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تو پھر دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے یہ بات پسند نہیں کرتے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کیا تم اس کو گوارا کرلو گے؟ نوجوان نے عرض کیا: ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بات

تمہیں تمہاری بہن کے لئے گوارا نہیں' دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے ساتھ اسے پسند نہیں کرتے''۔ آنحضرت ﷺ مسلسل اس نوجوان کو مثالیں دے دے کر سمجھاتے رہے اور آخر میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا بھی فرمائی: اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ' یا اللہ! اس کے گناہ کو معاف فرما دیجئے اور اس کے قلب کو پاک کردیجئے اور اس کی شرمگاہ کو عفت عطا فرمائیے (مجمع الزوائد ج1 ص129)

آپ ﷺ اس نوجوان پر غیظ و غضب کا اظہار کر کے اپنے مشتعل جذبات کی تسکین کر سکتے تھے لیکن اس صورت میں آپ ﷺ کو اس نوجوان کی زندگی تباہ ہوتی نظر آرہی تھی' یہ آپ ﷺ کی نرم خوئی' حکمت اور تدبر و تحمل ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ نوجوان ہلاکت کے گڑھے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا' کاش کہ آج کے مصلحین' اساتذہ اور واعظین سرکار دوعالم ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہوسکیں تو آج انہیں اپنے نوجوانوں کی بے راہ روی کی شکایت نہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کے انداز تبلیغ کی دوسری اہم خصوصیت جو انداز تربیت کی سب سے زیادہ مؤثر خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو جس بات کی تعلیم دی اس کا بذات خود عملی نمونہ بن کر دکھایا' آپ ﷺ کے وعظ و نصائح اور آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت دوسروں کے لئے نہ تھی۔ بلکہ سب سے پہلے اپنی ذات کے لئے تھی' اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاملات میں آپ ﷺ کو رخصت و سہولت عطا فرمائی' لیکن آپ ﷺ نے اس رخصت و سہولت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو دوسرے تمام مسلمانوں کی صف میں رکھنا پسند فرمایا۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز کی تلقین فرمائی تو خود اپنا یہ عالم تھا کہ دوسرے اگر پانچ وقت نماز پڑھتے تھے تو آپ ﷺ آٹھ وقت نماز ادا فرماتے تھے' جس میں چاشت' اشراق اور تہجد کی نمازیں شامل ہیں' تہجد عام مسلمانوں کے لئے واجب نہ تھی لیکن آپ ﷺ پر واجب تھی اور تہجد بھی ایسی کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف نہیں فرمادیں' پھر آپ ﷺ کو اتنی محنت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''بیشک اللہ

یہ آپ ﷺ کی حکمت ابلاغ کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تیئس سال کی مختصر مدت میں صحرائے عرب کے وحشی جو علم و معرفت اور تہذیب و تمدن سے بالکل کورے تھے' وہ پوری دنیا میں علم و حکمت اور تہذیب و شائستگی کے چراغ روشن کرتے رہے۔ جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن گئے' جہاں ہر طرف قتل و غارت گری کی آگ بھڑک رہی تھی' وہاں امن و آشتی کے گلاب کھل اُٹھے۔ جہاں ظلم و ستم کا دور دورہ تھا وہاں عدل و انصاف کی شمعیں روشن ہوگئیں' جہاں پتھر کے بتوں کو سجدے کئے جا رہے تھے' وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر عرب کے صحرانشین جو اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا بھر میں ذلیل و خوار تھے' ایران و روم کی عظیم سلطنتوں کے وارث بن گئے اور ساری دنیا ان کے عدل و انصاف' ان کی رحم دلی اور ان کی شرافتِ نفس کے گن گانے پر مجبور ہوگئی۔

تعالیٰ نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے لیکن کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟"

آپ ﷺ نے دوسروں کو نماز باجماعت کی تعلیم دی تو خود یہ عمل کر کے دکھایا کہ ساری زندگی نماز باجماعت کی جو پابندی فرمائی وہ تو اپنی جگہ ہے' عین مرضِ وفات میں بھی آپ ﷺ نے مسجد کی جماعت کو نہیں چھوڑا' بلکہ دو آدمیوں کے کندھے کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

آپ ﷺ نے دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو خود آپ ﷺ کا عمل یہ تھا کہ عام مسلمان اگر رمضان کے روزے رکھتے تھے تو آپ ﷺ کا کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہ تھا۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تاکید فرمائی تو سب سے پہلے خود اپنی عملی زندگی میں ایک بے مثال نمونہ پیش کیا' عام مسلمانوں کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ فریضے کے طور پر دینے کا حکم تھا اور اس سے زیادہ حسبِ توفیق خرچ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ لیکن خود آنحضرت ﷺ کا عمل یہ تھا کہ اپنی فوری ضرورت کو نہایت سادہ طریقے سے پورا کرنے کے بعد اپنی ساری آمدنی ضرورت مند افراد میں تقسیم فرما دیتے تھے' آپ ﷺ کو یہ تک گوارا نہ تھا کہ آپ ﷺ کی وقتی ضرورت سے زائد ایک دینار بھی گھر میں باقی رہے' ایک مرتبہ عصر کی نماز کے بعد خلافِ معمول فوراً گھر تشریف لے گئے اور جلد ہی باہر واپس آ گئے' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا: "مجھے نماز میں یاد آیا کہ سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے' مجھے خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات آ جائے اور وہ محمد ﷺ کے گھر میں پڑا رہ جائے"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ رنجیدہ گھر میں تشریف لائے' میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: "اِم سلمہ! کل جو سات دینار آئے تھے شام ہو گئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔"

حد یہ ہے کہ مرضِ وفات کی حالت میں جب کہ بیماری کی تکلیف نے سخت بے چین کیا ہوا ہے' آپ ﷺ کو یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں' فوراً حکم دیتے ہیں کہ انہیں خیرات کر دو' کیا محمد (ﷺ) اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔"

عام مسلمانوں کے لئے آپ ﷺ کی تعلیم یہ تھی جوش میں آ کر اپنی ساری پونجی خیرات کر دینا مناسب نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق مال اپنے پاس رکھ کر باقی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو' لیکن مسلمانوں کو اس کی تعلیم کا عادی بنانے کے لئے خود آپ ﷺ نے اپنے عمل کا یہ نمونہ پیش فرمایا کہ گھر میں کوئی نقدی باقی نہ چھوڑی' تاکہ لوگ اس مثالی طرزِ عمل کو دیکھ کر کم از کم اس حد تک آ سکیں جو اسلام کو عام مسلمانوں سے مطلوب ہے۔ چنانچہ انسانیت کے اس معلمِ اعظم ﷺ کی اسی عملی تربیت کا نتیجہ تھا کہ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: "تم نیکی کا مقام ہرگز اس وقت تک حاصل نہ کر سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔" (سورۃ آلِ عمران) تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مسابقت کا جو غیر معمولی مظاہرہ فرمایا وہ تاریخِ انسانیت میں اپنی مثال آپ ہے' اس آیت کے نازل ہونے پر تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنی پسندیدہ ترین اشیاء خیرات کر دیں

اور ایسی ایسی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جنہیں وہ سال ہا سال سے حرزِ جان بنائے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو زہد وقناعت کی تعلیم دی تو خود اپنی زندگی میں اس کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھایا' غزوۂ احزاب کے موقع پر جب بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ ﷺ سے بھوک کی شدت کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ اس پر پتھر باندھا ہوا ہے تو سرورِ دو عالم ﷺ نے جواب میں اپنا بطن مبارک کھول کر دکھایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے لوگوں کو مساوات اور بھائی چارے کی تعلیم دی تو سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا کہ اگر دوسرے مسلمان عام سپاہی کی حیثیت میں مدینہ طیبہ کے دفاع میں خندق کھودنے کی مشقت برداشت کر رہے تھے تو ان کا آقا اور امیر (ﷺ) صرف قیادت ونگرانی کا فریضہ انجام نہیں دے رہا تھا' بلکہ بہ نفسِ نفیس کدال ہاتھ میں لے کر خندق کھودنے میں شریک تھا اور زمین کا جتنا ٹکڑا ایک عام سپاہی کو کھودنے کے لئے دیا گیا تھا اتنا ہی ٹکڑا انہوں نے اپنے ذمے لے لیا۔

ایثار کی تعلیم ہر معلّم اخلاق نے دی ہے لیکن عموماً یہ تعلیم معلّم کے الفاظ اور فلسفے سے آگے نہیں بڑھتی' اس کے برخلاف انسانیت کے معلّمِ اعظم ﷺ نے اپنی زبان سے ایثار کے الفاظ کم استعمال کئے اور عمل سے اس کی تعلیم زیادہ دی' حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی چہیتی صاحبزادی ہیں اور مرتبے کے لحاظ سے صرف عرب کی نہیں' دونوں جہانوں کی قابلِ احترام شہزادی ہیں' لیکن چکی پیستے پیستے ان کی ہتھیلیاں گھس گئی ہیں۔ وہ آ کر درخواست کرتی ہیں کہ مجھے کوئی خادمہ دلوادی جائے' لیکن مشفق باپ ﷺ کی زبان سے جواب یہ ملتا ہے ''فاطمہ ابھی بدر کے یتیموں کا انتظام نہیں ہوا' اس لئے تمہاری خواہش پر عمل ممکن نہیں۔''

آپ ﷺ نے لوگوں کو صبر وتحمل اور عفو و درگزر کا درس دیا تو خود اس پر عمل پیرا ہو کر دکھلایا' ایک مرتبہ کسی شخص کا کچھ قرضہ آنحضرت ﷺ پر واجب تھا' اس شخص نے آپ ﷺ سے قرض کا مطالبہ کیا اور اس غرض کے لئے کچھ گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حقوق العباد کی ادائیگی کا کس قدر اہتمام تھا اور آپ ﷺ اس شخص کے تقاضے کے بغیر ہی اس کا قرض ضرور چکاتے۔ اس لئے اس شخص کے پاس اس تلخ کلامی کا کوئی جواز نہ تھا' چنانچہ جب آپ ﷺ کے جانثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کا یہ گستاخانہ انداز دیکھا تو اسے اس گستاخی کا مزہ چکھانا چاہا' لیکن رحمۃ للعالمین ﷺ اس کے تمام تر اشتعال انگیز اور تکلیف دہ رویے کو دیکھنے کے باوجود صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتے ہیں: ''اسے رہنے دو' وہ صاحب حق ہے اور صاحب حق کو بات کہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔''

عفو و درگزر کا جو معاملہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا' وہ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لئے ظلم وستم کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا تھا' انہی لوگوں پر فتح پانے کے بعد یہ اعلان فرمادیا: ''آج کے دن تم پر کچھ ملامت نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

خلاصہ یہ کہ آپ ﷺ کی وہ تعلیم و تربیت جس نے دشمنوں کے دل جیتے اور جس نے ایک وحشی کو تہذیب وشائستگی کے بامِ عروج تک پہنچایا' اس کی سب سے بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تعلیم محض ایک فکر اور فلسفہ نہیں تھی جسے خوبصورت الفاظ کا خول چڑھا کر آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کردیا' بلکہ وہ ایک متواتر اور پیہم عمل سے عبارت تھی' آپ ﷺ کی مبارک زندگی کی ہر ہر ادا مجسم تعلیم تھی' چنانچہ اگر احادیثِ نبوی ﷺ کا استقراء کر کے دیکھا جائے تو اس میں قولی احادیث کی تعداد کم ہے اور عملی احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔ علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کنزالعمال'' اب تک احادیثِ نبوی ﷺ کا سب سے جامع ذخیرہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے ہر عنوان کے تحت قولی احادیث اور فعلی احادیث کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ اگر اس کتاب ہی کا جائزہ لے لیا جائے تو بیشتر عنوانات کے تحت قولی احادیث کا حصہ مختصر اور فعلی احادیث کا حصہ زیادہ طویل نظر آتا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات نے روئے زمین پر جو حسین و دلکش انقلاب برپا فرمایا' اس میں زبانی تعلیم کا حصہ کم اور عملی تعلیم کا حصہ زیادہ ہے۔

آج اگر ہم میں اساتذہ کی تعلیم' واعظوں کے وعظ اور خطیبوں کی تقریریں نتائج کے اعتبار سے بے جان اور اصلاح معاشرہ کے عظیم کام کے لئے بے اثر نظر آتی ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ آج ہمارے معلّموں' واعظوں اور خطیبوں کے پاس صرف دلکش الفاظ اور خوشنما فلسفے تو ضرور ہیں لیکن ہماری عملی زندگی ان دلکش الفاظ اور خوشنما فلسفوں سے یکسر متضاد ہے اور ایسی تعلیم و تربیت نہ صرف یہ کہ کوئی مفید اثر نہیں چھوڑتی بلکہ بسا اوقات اس کا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب ایک شدید ذہنی کشمکش اور فکری انتشار کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ استاد کا بیان کیا ہوا زبانی فلسفہ اور مقرر کی شعلہ بیان تقریریں ایک محدود وقت کے لئے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ ضرور کر لیتی ہیں' لیکن جب تک اس کے ساتھ عملی نمونہ نہ ہو تو ان تقریروں سے صرف کان متاثر ہوتے ہیں اور بہت زیادہ ہوا تو عقل ان کی صحت کو تسلیم کر لیتی ہے لیکن دلوں کو متاثر کرنے اور زندگیوں کی کایا پلٹنے کا عظیم کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک معلّم کی تعلیم اور واعظ خود اس کی اپنی زندگی میں عملی طور پر رچا بسا ہوا نہ ہو۔

سیرت النبی ﷺ کی عملیت و کاملیت

رسول اکرم ﷺ کی مبارک اور مقدس زندگی میں ہمیں بیک وقت اس قدر متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی باتوں کو صرف باتوں کی حد تک نہیں رکھا بلکہ عمل کی دنیا میں ایک پورے ملک کے نظامِ تمدن و سیاست اور تہذیب و معاشرت کو انہی بنیادوں پر قائم کر کے دکھلا دیا اور اب آپ ﷺ کا یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر آپ ﷺ نوعِ انسانی کے سب سے بڑے رہنما ہوئے۔ صاحب تحریر بریگیڈیر شمس الرحمن جو شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹوریٹ کے ڈائریکٹر ہیں کی زیرِ نظر تحریر سیرت طیبہ کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کرتی نظر آتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: ”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر 21)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا اہل اور اُس کے پیار کا مستحق بننے کے لئے ہر مذہب نے ایک ہی تدبیر بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اُس مذہب کے شارع اور طریقے کے بانی نے جو عمدہ نصیحتیں کی ہیں اُن پر عمل کیا جائے لیکن اسلام نے اس سے بہتر تدبیر اختیار کی ہے۔ اُس نے اپنے پیغمبر ﷺ کا عملی نمونہ سب کے سامنے رکھ دیا ہے اور اس عملی نمونے کی پیروی اور اتباع کو اللہ کی محبت کا اہل اور اس کے پیار کا مستحق بننے کا ذریعہ بتایا ہے چنانچہ اسلام میں دو چیزیں ہیں۔ ”کتاب اور سنت“ کتاب سے مقصود اللہ کے احکام ہیں جو قرآن مجید کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں اور سنت جس کے معنی راستے کے ہیں وہ راستہ جس پر پیغمبر اسلام ﷺ اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے گزرے۔ یعنی آپ ﷺ کا عملی نمونہ جس کی تصویر احادیث رسول ﷺ میں بصورتِ الفاظ و بیانات موجود ہے۔

رسولِ عربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انسانیت کے اُس برگزیدہ گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو قدیم زمانے سے نوعِ انسانی کو خدا پرستی اور حُسنِ اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے اُٹھتا رہا ہے‘ ایک اللہ کی بندگی اور پاکیزہ اخلاقی زندگی کا درس جو ہمیشہ سے دُنیا کے پیغمبر اور دیگر روحانی پیشوا دیتے رہے ہیں‘ وہی آنحضرت ﷺ نے بھی دیا ہے۔ اُنہوں ﷺ نے کسی نئے خدا کا تصور پیش نہیں کیا اور نہ ہی کسی نرالے اخلاق کا سبق دیا ہے اُن ﷺ سے پہلے کے رہبرانِ انسانیت کی تعلیم سے مختلف ہو پھر سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا وہ اصلی کارنامہ کیا ہے جس کی بناء پر ہم آپ ﷺ کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا آدمی قرار دیتے ہیں؟

تو بات یہ ہے کہ بے شک آنحضرت ﷺ سے پہلے انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اُس کی وحدانیت سے آشنا تھا مگر اس چیز سے پوری طرح واقف نہ تھا کہ اس فلسفیانہ حقیقت کا انسانی اخلاقیات سے کیا تعلق ہے؟ بلاشبہ انسان کو عمدہ اخلاقی اوصاف سے آگاہی حاصل تھی مگر وہ زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں میں اوصاف و محاسن کی عملی ترجمانی سے بے خبر تھا۔ یوں اللہ تعالیٰ پر ایمان‘ اصولِ اخلاق اور عملی زندگی یہ تین الگ الگ چیزیں تھیں جن کے درمیان کوئی منطقی ربط‘ کوئی گہرا تعلق اور کوئی نتیجہ خیز رشتہ موجود نہ تھا۔ یہ صرف حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی جنہوں ﷺ نے ان تینوں کو ملا کر ایک نظام میں سمو دیا اور اِن کے امتزاج سے ایک مکمل تہذیب و تمدن اور ثقافت و معاشرت کا نقشہ محض خیالی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عملی دنیا میں بھی قائم کر کے دکھا دیا۔

> تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی باتوں کو صرف باتوں کی حد تک نہیں رکھا بلکہ عمل کی دنیا میں ایک پورے ملک کے نظامِ تمدن و سیاست اور تہذیب و معاشرت کو انہی بنیادوں پر قائم کر کے دکھلا دیا اور آپ ﷺ کا یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر آپ ﷺ نوعِ انسانی کے سب سے بڑے رہنما ہوئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک اور مقدس زندگی میں ہمیں بیک وقت اس قدر متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں دکھائے۔ بادشاہ ایسا ﷺ کہ ایک پورا ملک اُس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا ﷺ کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے قبضے میں نہ جانتا ہو بلکہ اللہ کے قبضے میں جانتا ہو۔ دولت مند ایسا ﷺ کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس ﷺ کے دارالحکومت میں آ رہے ہوں اور اس کے باوجود مہینوں اُس ﷺ کے گھر میں چولہا نہ جلتا ہو اور کئی اوقات اُس ﷺ پر فاقے سے گزر جاتے ہوں۔ سپہ سالار ایسا ﷺ کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن افراد سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا ﷺ کہ ہزاروں پرجوش جاں نثاروں کی

ہمکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چون وچرا دستخط کر دیتا ہو۔ شجاع اور بہادر ایسا ﷺ کہ ہزاروں کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہوا اور نرم دل ایسا ﷺ کہ کبھی اس ﷺ نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو'باتعلق ایسا ﷺ کہ سارے جہاں کی اس ﷺ کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا ﷺ کہ اپنے اللہ کے سوا کسی اور کی یاد اس ﷺ کو نہ ہو۔ اس ﷺ نے اپنے کو برا کہنے والوں سے کبھی بدلہ نہ لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی۔ لیکن اللہ کے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔ عین اس وقت جب اس ﷺ پر ایک کشور کشا فاتح کا شبہ ہوتا ہو وہ ﷺ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ عین اس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب ﷺ کہہ کر پکارنا چاہتے ہوں' وہ ﷺ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے۔ عین اس دن جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس ﷺ کے صحن مسجد میں مال واسباب کا انبار لگا ہوتا ہے' اس ﷺ کے گھر میں فاقے کی تیاری ہو رہی ہے۔ عین اس عہد میں جب جنگی قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی غلام بن کر جا رہے ہیں' فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ جا کر والد ﷺ کو اپنے ہاتھوں کے چھالے دکھاتی ہیں جو چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر پڑ گئے تھے مگر انہیں کام کرنے کے لئے کوئی خادمہ نہیں ملتی۔ عین اس وقت جب آدھا عرب آپ ﷺ کے زیر نگیں ہوتا ہے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ دربار ہوتے ہیں' ادھر ادھر نظر اٹھا کر کاشانہ نبوت ﷺ کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں' آپ ﷺ ایک کھردری چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں۔ جسم مبارک پر' بند اطہر پر چٹائی کی بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں ایک کھونٹی میں مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کے گھر کی کل کائنات دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑتے ہیں۔ سبب دریافت ہوتا ہے۔ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا کہ قیصر وکسریٰ تو باغ وبہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور

فاغشیناھم فھم لا یبصرون

آپ ﷺ پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت! سبحان اللہ!!

نبی مکرم ﷺ نے ایمان سے اخلاق اور اخلاق سے زندگی کے تمام شعبوں کا تعلق کس طرح قائم کیا ہے یہ آپ ﷺ کے اقوال و اعمال سے بالکل واضح ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی باتوں کو صرف باتوں کی حد تک نہیں رکھا بلکہ عمل کی دنیا میں ایک پورے ملک کے نظامِ تمدن وسیاست اور تہذیب و معاشرت کو انہی بنیادوں پر قائم کر کے دکھلا دیا اور آپ ﷺ کا یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بناء پر آپ ﷺ نوع انسانی کے سب سے بڑے رہنما ہوئے۔

جب ہم کہتے ہیں کہ وہ محسنِ انسانیت ﷺ تھے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ تھے' وہ ﷺ ایک ایسے نظامِ حیات کے داعی تھے جو ازل سے ابد تک انسانیت کے لئے راہنما اور معلم ہے تو محض یہ الفاظ ہی کافی نہیں بلکہ ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان الفاظ کے مطالب کی حقیقتوں کا اظہار اپنے معاشرے کے وجود سے کریں۔ اسلام محض اعتقادات وعبادات ہی کا نام نہیں بلکہ معاملات بھی اس کے نظامِ حیات کا جزوِ اعلیٰ ہیں۔ جو شخص معاملات میں خراب ہوگا وہ عبادات میں کیونکر دیانتدار ہو سکتا ہے؟

پیغمبر کا معجزہ اس کی سیرت ہوتی ہے جو انسانوں کی سیرتوں پر اپنی چھاپ لگا کر معاشرے میں انقلاب لے آتی ہے۔ حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کی سنت ہے' طور طریقہ ہے' رہن سہن اور برتاؤ ہے۔ آپ ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب سے پہلے عرب کا بدو راہزن تھا اب وہ راہبر کے منصب پر فائز ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ قتل وغارت کا خوگر تھا اب وہ عفو ورحمت کا پیکر بن گیا۔ اس سے پہلے وہ خود پرست تھا اب وہ خدا پرست ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ جاہلیت کا پیکر تھا اب وہ معرفت کے درس دینے لگا۔ اس سے پہلے وہ نسب اور خاندان کا اسیر تھا اب وہ بین الاقوامی سفیر بن گیا۔ اس سے پہلے وہ آتش فشاں تھا اب وہ گل بداماں دکھائی دینے لگا اور لطف یہ ہے کہ اتنے عظیم الشان معاشرتی انقلاب کے پیچھے کوئی فوج اور سپاہ نظر نہیں آتی فقط اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہ اور کردار کارفرما رہا ہے۔

دنیا میں برپا ہونے والے تمام انقلابوں کے مقابلے میں انقلابِ محمدی ﷺ اپنے جلو میں بشریت کا لہو اور اس کی ذلت نہیں بلکہ انسانیت کی آبرو اور اس کی حرمت لے کر آیا۔ اس کے برپا ہونے سے موت کا اندھیرا نہیں چھایا بلکہ زندگی کا سویرا طلوع ہوا' اس نے کشتوں کے پشتے نہیں لگائے بلکہ حسن ومحبت کے بوٹے اگائے۔ وہ کسی جنگِ عظیم کا پیش خیمہ نہیں بنا بلکہ کاروانِ امن کا ہراول دستہ ثابت ہوا۔

ہم ماہ ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مجلسیں منعقد کر کے آپ ﷺ کی مدح وثناء کی صدائیں بلند کرتے ہیں لیکن ہمیں کبھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس ﷺ کی یاد کا ہماری زبان دعویٰ کرتی ہے درحقیقت اس ﷺ کی فراموشی کے لئے ہمارا ہر عمل گواہ ہوتا ہے۔

اے کاش! ہماری زبانوں سے ربیع الاول اور جشنِ ولادت کے لئے تو دنیا کچھ نہ سنتی لیکن ہماری زندگی کے ہر شعبے سے اسوۂ حسنہ کی مدح وثناء کے ترانے اٹھ رہے ہوتے اور ہماری ہر ہر ادا' ہمارا ہر ہر عمل گواہی دیتا کہ ہم سچے عاشقِ رسول ﷺ ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سیرت طیبہ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے اور اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

(یہ مقالہ جنرل ہیڈکوارٹرز میں منعقدہ سیرت النبی کانفرنس میں پڑھا گیا۔)

آدمیت احترام آدمی

انسان کے پاس مال و دولت علم وعمل' اولاد و عیال غرض ہر چیز اللہ تعالیٰ کی امانت ہے حتیٰ کہ انسان کی اپنی جان بھی امانت ہے اگر کوئی شخص خود اپنی جان کو ہلاک کرنا چاہے تو بھی نہیں کرسکتا۔ چہ جائیکہ کسی کو قتل کیا جائے کیونکہ قتل عمد کرنے والے کو جہنم کی نوید سنائی گئی ہے۔ زمین پر فساد اور قتل و غارت کرنے والوں کے لئے زیر نظر تحریر عبرت کا سامان ہے۔

محمد مسعود خان

جان و مال کی حرمت اور انسانیت کا احترام ہر انسان کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ خالق کائنات نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان ہر چیز کو انسان کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ چاند' سورج' ستارے' ہوا' بادل' سمندر' زمین اور پہاڑ ہر چیز انسان کو آرام اور سکون مہیا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب کبھی انسان کی بداعمالیوں کے باعث انتباہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو یہی تمام چیزیں انسان کی جان و مال کی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اپنی بداعمالی ہی اس کا سبب ہوتی ہے ورنہ تخلیقات کی ہر چیز اس کے آرام و آرائش کے لئے ہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''تمہیں جو بھی بھلائی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے اور جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اپنے کسب وعمل کی بدولت ہے۔'' (النساء:79)

انسان کے پاس جو کچھ ہے مال و دولت' عمر و صحت' علم وعمل' اولاد و عیال' غرض ہر چیز اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ حتیٰ کہ انسان کی اپنی جان بھی امانت ہے یعنی اگر کوئی شخص خود اپنی جان کو ہلاک کرنا چاہے تو بھی نہیں کرسکتا۔ اسلام میں خودکشی کرنا حرام ہے۔ حالانکہ یہ ایسی صورت ہے کہ بظاہر اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ خودکشی کرنے والا شخص خود اپنی جان دے کر اپنی ہی دنیا ختم کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو لائق حرمت ٹھہرایا ہے۔ اس لئے انسان اس کی دھجیاں اڑائے تو یہ بجا طور پر بڑا حرام اور گناہ کبیرہ قرار پاتا ہے۔ آدمی کی بڑی غلط فہمیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان کا مالک اور اپنی اس ملکیت کو خود تلف کر دینے کا مجاز سمجھتا ہے حالانکہ یہ جان اللہ کی ملکیت ہے اور ہم اس کا اتلاف تو در کنار اس کے کسی بے جا استعمال کے بھی مجاز نہیں ہیں۔

دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ جس طرح ہمارا امتحان لے ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ آدمی کا کام دنیا کی چھوٹی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا اور ذلت اور رسوائی میں بھی گزارہ کرنا ہے۔ نہ کہ ان سے تنگ آ کر اپنے آپ کو ختم کر دے یا پھر کسی دوسرے آدمی کی جان لے لے۔

دنیا کے خزانے میں انسان کی جان سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں۔ اس کو تلف کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو مار ڈالے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غضب اور لعنت بھیجے گا۔ اور اس کے لئے بڑا عذاب اس نے مہیا کیا ہے۔ (النساء:93)

قتل کی ابتدا ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے کی جس نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت تک جتنے ناحق قتل ہوں گے ان کا کچھ گناہ ہابیل کے حصے میں بھی آئے گا۔

مال کی حرمت کے لئے ہر قسم کی چوری' قمار بازی' رشوت' سود خوری' فضول خرچی' ناپ تول میں کمی اور ذخیرہ اندوزی کو منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام برائیاں ظلم کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے برعکس سخاوت' صدقہ' خیرات اور زکوٰۃ کو پسندیدہ افعال قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات میں مال سے متعلق جو ارشادات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے جو تم کو دیا ہے اس پر راضی رہو تو سب سے بڑھ کر دولت مند ہو جاؤ گے۔ گویا مال کے حصول میں قناعت اور تشکر کو بھی ایک پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔

انسان کی خواہشات لامحدود ہیں۔ خواہشات کی اس تقسیم میں ہر انسان کوشش کرتا ہے کہ وہ کسی بھی طریقے سے اور جلد از جلد وہ تمام چیزیں حاصل کر لے جو دوسرے لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ اس دوڑ میں وہ جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرتا ہے جبکہ قدرت کا نظام جائز طریقے سے جستجو کرنے پر زور دیتا ہے۔ یقیناً اس میں دیر ضرور ہے مگر ہر چیز اپنے وقت پر ہی باعث تسکین ہوتی ہے۔

جان و مال کی حرمت صرف اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب ان کا استعمال بہتر طور پر ہو۔ کارخانہ قدرت میں جائز اور معقول بات ہی پسندیدہ اور دیرپا ہے۔ وگرنہ شیطانی قوتوں اور جذبات کا غلبہ انسان کو بے راہ کرنے میں کوئی کسر باقی رہنے نہیں دیتا۔ نیکی اور بدی کا امتیاز بھی جائز اور ناجائز سے ہے۔ ان راستوں کا تعین کسی انسان کے لئے کھلے میدان کی طرح ہے۔ جس میں وہ اپنے لئے صحیح اور غلط راہیں تلاش کرسکتا ہے۔ یہ راہیں اسے اشرف المخلوقات بنانے میں بھی ممد و معاون ثابت ہوسکتی ہیں اور گمراہوں کے گروہ بھی داخل کر سکتی ہیں۔

چنانچہ احترام انسانیت کے لئے ضروری ہے کہ جان و مال کا استعمال ان راہوں پر چل کر کیا جائے جس میں اٹھنے والا ہر قدم نیکی اور بہتری کی منزل کا پاسبان ہو۔ انسانیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان اور حیوان میں

فرق کیا جائے اوران برائیوں سے نجات حاصل کی جائے جن کی پاداش میں انسان کا انجام دہکتی ہوئی آگ ہو۔

ایام جاہلیت اور انسانیت

عام طور پر مورخین اسلام کے ظہور سے قبل کے دور کو ایام جاہلیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھائی جاتی تھی ازواج کی کوئی حد مقرر نہ تھی' قمار بازی' شراب نوشی' زنا کاری کا رواج عام تھا' بے حیائی وگمراہی عام ہو چکی تھی' رشتوں کی کوئی پہچان نہ رہی تھی' اخلاقی بے راہ روی آخری حدوں کو چھو رہی تھی' لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا' مستورات کے پیٹ چاک کر ڈالنا' معصوم بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز تھا۔ ایسی صورتحال میں انسانیت کو نئی جلا بخشنا بظاہر مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتا ہے۔

یہی نہیں عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو اس کا انتقام خاندانی فرض ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سینکڑوں برس گزر جانے پر بھی یہ فرض باقی رہتا تھا اور اسی بنا پر لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ غرض عرب میں جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی۔ جو شخص چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا۔ یہ جہالت کی وہ شکل تھی جس میں طاقتور کمزوروں پر حاوی نظر آتا تھا۔ غریبوں اور ناداروں کی کچھ پیش نہ چلتی تھی۔ مساوات اور برابری کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔

قتل ناحق' ایام جاہلیت میں بطور رسم ورواج موجود تھا۔ کشت وخون کا یہ سلسلہ برسوں نہیں بلکہ صدیوں سے چلا آ رہا تھا اور اکثر علاقوں اور قبیلوں میں اسے معمولات کے طور پر ایک رسم کی حیثیت حاصل تھی۔ کیسا ظلم تھا کہ اگر کسی شخص نے شیطان کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر کسی وقت کسی انسان کو ناحق قتل کر کے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا تو مقتول کے رشتہ دار' قاتل یا اس کے خاندان کے کسی بھی فرد کو قتل کرنا باعث عزت واحترام تصور کرتے تھے۔

دنیا کے خزانے میں انسان کی جان سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں۔ اس کو تلف کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو مار ڈالے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''جو کسی کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا غضب اور لعنت بھیجے گا۔ اور اس کے لئے بڑا عذاب اس نے مہیا کیا ہے۔ (النساء:93)

لیکن یہ کون سا انتقام ہے کہ قاتل رشید ہے اور انتقام بشیر سے لیا جائے اور پھر بشیر کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے رشید کے خاندان کے کسی فرد کو ہلاک کر دیا جائے۔ اس طرح یہ سلسلہ مدت العمر چلتا رہتا تھا۔ افسوس ہے کہ جاہلیت کا یہ طریقہ کار بعض علاقوں میں آج بھی شدت سے جاری ہے۔ محض رواج اور شیطانی وسوسے کی وجہ سے بعض تعلیم یافتہ اشخاص بھی اس شیطانی کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جہنم میں ٹھکانہ بناتے ہیں۔

احترام انسانیت کی ضرورت

عرب کی بگڑتی ہوئی صورت حال میں ہر سلیم الفطرت شخص کو یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ انسانیت کا احترام کیا جائے۔ اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کا اثر نہ صرف ایک مخصوص طبقہ میں نمایاں ہوا بلکہ یہ اسلامی اصلاحی اور اخلاقی دعوت بہت جلد ہر سو پھیل گئی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ کی تقریر کے چند پہلو ملاحظہ ہوں۔

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' بدکاریاں کرتے تھے' ہمسائیوں کو ستاتے تھے' بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا' زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثنا میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا۔ اس نے ہم کو سکھایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں' سچ بولیں' خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسائیوں کو آرام دیں۔ عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ: ''یہ پیغمبر (ﷺ) ان کو اللہ کی آیات سناتا ہے ------ اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔'' (الجمعہ:2)

رسول اکرم ﷺ جس زمانے میں پیدا ہوئے' مکہ بت پرستی کا ایک بڑا مرکز تھا۔ خود کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہ کی۔ قریش نے اس بنا پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہئے۔ یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں ورنہ ان کو عریاں ہو کر طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی بنا پر عریاں طواف کا رواج عام ہو گیا تھا لیکن آپ ﷺ نے ان باتوں میں کبھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔

انسانیت کی گرتی ہوئی صورت حال کی بنا پر ہر لمحہ یہ ضرورت موجود رہتی ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کیا جائے۔ ظہور خاتم النبیین ﷺ کا مقصد نہ صرف جہالت کے تاریک اندھیروں کو دور کرنا تھا بلکہ مختلف خداؤں کے بجائے ایک اللہ کی وحدانیت کی تعلیم بھی تھی۔ صحیح اور غلط کاموں میں تفریق کا درس تھا۔ کمزور اور طاقتور میں مساوات تھی اور سب سے بڑھ کر ضرورت احترام انسانیت تھی تاکہ احسن تخلیق کو ہمیشہ ہمیشہ کی گمراہیوں سے نجات مل سکے۔

آج کے دور میں ہمارے تضادات بتائی گئی تعلیمات سے کھلم کھلا انحراف ظاہر کرتے ہیں مگر یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ تحقیر انسانیت پہ بھی ہم لب کشائی نہیں کرتے۔ کیا کسی شخص کو مارنا اتنا آسان ہے کہ تمام قوتیں قانونی اور غیر قانونی پیچیدگیوں میں ملوث ہو جائیں۔ کیا عصمتوں کا تقدس اتنا مشکل ہے کہ بر سر عام تماشا لگایا جائے اور کیا واقعی چوری اور ڈکیتی کا کوئی سد باب نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کو خوف وہراس سے نجات مل سکے۔ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ کیا انسانیت واقعی دم توڑ چکی ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جان ومال کی حرمت

اکثر سنا گیا ہے کہ جان ہے تو جہان ہے۔ اگر جان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اپنی جان کو کسی طرح سے ختم کر دینا حرام ہے۔ کجا یہ اختیار کہ دوسرے کی جان ختم کر دی جائے۔ اسلام نے تو کسی بیماری کی صورت میں مناسب علاج نہ کرانے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ علاج نہ کرنا بھی دراصل اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان کی حرمت کے لئے تاکیدی حکم فرمایا۔

ترجمہ: ''کہہ دو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ اللہ نے کیا چیزیں حرام کی ہیں۔ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کا حق خدمت بجالاؤ اور اپنے بچوں کو افلاس کے خیال سے قتل نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیں گے۔ فحش باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ' وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور آدمی کی جان جس کو اللہ نے حرام کیا۔ ناحق ہلاک نہ کرو۔ اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔'' (الانعام: 151)

حدود اور تعزیرات کے اکثر قوانین ہجرت کے چند برس بعد نازل ہوئے۔ لیکن انسان کی جان کی حرمت کا حکم مکہ ہی میں اتر چکا تھا۔ معراج کے سلسلہ میں جو احکام بارگاہ الٰہی سے عطا ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔

ترجمہ: ''اللہ نے جس جان کو حرام کیا ہے اس کو ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے اس کے وارث کو ہم نے اختیار دیا۔ چاہیے کہ وہ قصاص میں زیادتی نہ کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ (الاسراء: 33)

انسان نہ اپنی جان کو ختم کرنے کا مجاز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے انسان کی زندگی ناحق ختم کر سکتا ہے۔ اگر ناحق ختم کر دی گئی تو مقتول کے وارثوں کو قصاص کا اختیار دیا گیا ہے۔ اسلامی قانون کے تحت قتل کے مقدمے میں اصل مدعی حکومت نہیں بلکہ اولیائے مقتول ہیں اور وہ قاتل کو معاف کرنے اور قصاص کے بجائے خون بہا لینے پر بھی راضی ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اس وقت اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ اسلامی حکومت قائم ہوتے ہی یہ طے کر دیا گیا کہ مقتول کے وارث کی مدد کرنا اس کے قبیلے یا اس کے حلیفوں کا کام نہیں بلکہ یہ اسلامی حکومت اور اس کے نظام عدالت کا کام ہے اور اسی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ کوئی شخص یا گروہ قتل کا انتقام لینے کا مجاز نہیں۔

یہودیوں کے پاس تورات موجود تھی لیکن منظم حاکمانہ طاقت کے زور سے اخلاق روح نہ ہونے کے باعث ان احکام کا نفاذ نہیں کرتے تھے جبکہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہونے والے ان کے مقدمات کا تورات کے احکام کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔ قرآن شریف میں ارشاد ہوا۔

ترجمہ: ''ہم نے تورات میں ان کو حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور

زخموں کے بدلے زخم۔'' (المائدۃ: 45)

یہ حکم گو یہودیوں کے لئے تھا لیکن ایک اور آیت نے اس مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا۔

ترجمہ: ''مسلمانو! تم کو مقتولین کے قصاص ...... کا حکم دیا جاتا ہے۔'' (البقرۃ: 178)

اس حکم نے جان کی حرمت کے سلسلے میں مساوات اور عدل کے پلڑے کو ہمیشہ کے لئے برابر کر دیا۔

یہودیوں میں خون بہا یعنی دیت کا نظام موجود نہ تھا لیکن عرب میں یہ قانون تھا۔ اسلام نے چند اصلاحات کے ساتھ اس کو باقی رکھا۔

ترجمہ: ''اس کے بھائی (یعنی اولیائے مقتول) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو اس کی پابندی خوبی کے ساتھ کرنا اور بطور احسن اس کو ادا کر دینا چاہیے۔ (البقرۃ: 178)

اب تک قتل عمد اور قتل شبہ (یعنی غلطی سے قتل) میں کوئی تفریق نہ تھی۔ چھ ہجری میں ایک مسلمان غلطی سے ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا اور ایک مسلمان انصاری کے ہاتھ سے ایک قریشی کا قتل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر راضی کر لیا۔ اس کے بعد وہ منافقانہ اسلام لایا اور غداری سے انصاری کو قتل کر کے قریش میں جا کر مل گیا۔ ان واقعات کے بعد قتل شبہ کے متعلق متعدد احکام نازل ہوئے۔

ترجمہ: ''کسی مسلمان کو سزاوار نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کو مار ڈالے لیکن غلطی سے۔ اگر کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کیا تو ایک مسلمان غلام آزاد اور خون بہا اس کے وارثوں کو ادا کرنا چاہیے۔ لیکن یہ کہ وہ معاف کر دیں تو خیر۔ اگر مقتول خود مسلمان ہو اور ہو کسی دشمن قوم سے تو صرف ایک غلام آزاد کرو اور اگر ایسی قوم ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو خون بہا دینا اور ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ اگر قاتل کو مقدور نہ ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے چاہیئے۔ کہ اللہ اس کی طرف رجوع ہو۔ خدا علم اور حکمت والا ہے اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اللہ اس پر اپنا غضب اور لعنت بھیجے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب اس نے مہیا کیا ہے۔ (النساء: 92-93)

چھ ہجری تک رہزنوں کے لئے کوئی حد مقرر نہ تھی۔ چھ ہجری میں عسکل و عرینہ کے قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ آ کر مسلمان ہوئے۔ یہاں کی آب و ہوا ان کو راس نہ

آئی۔ آنحضرت ﷺ نے شہر سے باہر چراگاہ میں ان کو قیام کی اجازت دی۔ ایک مرتبہ ڈاکوؤں نے مسلمان چرواہوں کو طرح طرح سے اذیت دے کر بڑی بے رحمی سے مارڈالا اور مویشی لوٹ کر لے گئے۔ وہ گرفتار ہو کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ان کو اسی طرح عذاب کے ساتھ قتل کا حکم دیا۔ گویا برابر کا بدلہ تھا تاہم اس میں کسی قدر بے رحمی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈاکوؤں کے بارے میں علیٰحدہ احکام نازل ہوئے۔

ترجمہ: ''ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ادھر کے ہاتھ اور ادھر کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے الگ کر دیئے جائیں (یعنی قید ہوں یا جلا وطن کیے جائیں۔)'' (المائدہ:33)

اسلامی قانون نے قتل بالحق کو صرف پانچ صورتوں تک محدود کر دیا۔ اول قتل عمد کے مجرم سے قصاص۔ دوم دین حق کے راستے میں مزاحمت کرنے والوں سے جنگ۔

ترجمہ: ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔'' (البقرہ:190)

سوم اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی سعی کرنے والوں کو سزا۔ چہارم شادی شدہ مرد و عورت کو ارتکاب زنا کی سزا۔ پنجم ارتداد کی سزا۔ صرف یہی پانچ صورتیں ہیں جن میں انسانی جان کی حرمت ختم ہو جاتی ہے اور اسے قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

قتل میں حد سے گزرنے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں اور وہ سب ممنوع ہیں۔ مثلاً جوش انتقام میں مجرم کے علاوہ دوسروں کو قتل کرنا یا مجرم کو عذاب دے دے کر مارنا یا مار دینے کے بعد اس کی لاش پر غصہ نکالنا یا خون بہا لینے کے بعد پھر اسے قتل کرنا وغیرہ۔

خلاصہ

قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عمدہ ترین تخلیق ہے جس پہ اس ذات اقدس کا کرم اور فضل اس قدر عظیم ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان تعلیمات کا فقدان انسان کو گمراہیوں اور تاریکیوں کی اس منجدھار میں لے جاتا ہے جس کا انجام جہنم کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ اسے سوچنے اور سمجھنے کا موقع اور صلاحیت دی گئی ہے۔ اسے ان تعلیمات سے آشنا کیا گیا جن سے جان، مال اور آبرو کا تحفظ ممکن ہوا۔ اسلام نے احترام انسانیت اور اس کی قدر و منزلت میں اتنا اضافہ فرمایا کہ انسان بنا فرشتہ بننے سے بہتر قرار دیا۔

سائنسی علوم وفنون کی ترقی سے کائنات کی وسعتوں کو چھونے میں مدد ملی ہے مگر خود سائنس حیران ہے کہ مشینی انسان تو بنا لیا لیکن اس میں روح نہیں پھونکی جا سکتی۔ کاغذی پھول تو ڈیزائن کر لئے مگر خوشبو کہاں سے لائی جائے؟ اصل اور نقل میں کیا فرق ہے؟ وہی جو طاقت ور اور کمزور میں ہوتا ہے! پھر ایسی ذات کے احکامات کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے جو سب طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ہے۔

یہ خیال ہی باطل ہے کہ جو کچھ ہے یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ ہمارا جینا مرنا، ترقی یا تنزل سب حالات کے رحم و کرم پر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک ایک چیز کا حساب ہونا ہے چاہے جان ہو یا مال اور اس کے پاس ہونا ہے جو قادر مطلق ہے کیونکہ جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ لہٰذا ہر چیز کا استعمال بہترین طور پر ہونا چاہئے۔ جان و مال کی حرمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی انسان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات میں بہتری کے راستوں کی بھرپور تلقین کی گئی ہے جس میں تمام انسانیت کا احترام اور تقدس موجود ہے۔

کتابیات

تفہیم القرآن: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

ضیاءالقرآن: پیر محمد کرم شاہ الازہری

سیرت النبی جلد اول و دوم: علامہ شبلی نعمانی

سیرت النبی جلد ششم و ہفتم: علامہ سید سلیمان ندوی

مجموعہ تعزیرات پاکستان: ایم اشرف بیگ

مجموعہ ضابطہ فوجداری: ایم حبیب اللہ خان

قتل اور خودکشی حرام ہے: محمد منصور الزمان صدیقی

اے اسٹڈی آف اسلامک ہسٹری: پروفیسر کے علی

دی ہنڈرڈ: مائیکل ایچ ہارٹ

سنن ابوداؤد: کتاب الحدود

مجمع البحار: علامہ طاہر پٹنی

صحیح البخاری

صحیح مسلم

مشکوٰۃ المصابیح

نہج البلاغہ: سید رئیس احمد جعفری (ندوی)

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (ندوی)

سید مرتضیٰ حسین فاضل (لکھنوی)

رسول رحمت ﷺ اور رفاہِ عامہ

رسولِ رحمت ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہنمائی فرمائی جہاں عبادات کا نظام دیا وہاں معاملات کی طرف بھی توجہ دلوائی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی زندگی مبارکہ میں بہت سارے رفاہِ عامہ کے کام بھی کروائے زیرِ نظر مضمون میں سید محمد نوید الحسن مشہدی نے رفاہِ عامہ کے ان کاموں کی ایک جھلک پیش کی ہے۔ سید محمد نوید الحسن مشہدی جامعہ جلالیہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین سے فارغ التحصیل ہیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی آنرز شریعت لاء اور تنظیم المدارس شہادۃ العالمیہ کے سند یافتہ ہیں۔

رفاہِ عامہ وہ کام ہے جس سے لوگوں کو راحت پہنچے خوشحالی اور فائدہ و آرام ہو۔ رفاہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مفہوم فارسی زبان میں یہ ہے ''زندگانی فراخ و بہ عیش زیستن''

لسان العرب اور تاج العروس میں اس لفظ کے مختلف صیغوں سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رفاہ کے لفظ میں کسی کام کے باقاعدہ اور آزادی سے ہونے کے ساتھ ساتھ طلب منفعت اور دفع ضرر کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرہ میں رفاہ عامہ کے کام مسلسل ہوتے رہنے چاہئیں۔ اس کا مقصد عوام الناس کو فائدہ پہنچانا اور نقصان سے بچانا ہے۔ علاوہ ازیں فکری آزادی کا شعور بیدار کرنا بھی رفاہ عامہ کا ایک پہلو ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہمہ پہلو تھی جہاں آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ایک بادشاہ کی رہنمائی کرتا ہے وہاں ایک بے مال و متاع مسافر کی بھی رہنمائی کرتا ہے جہاں آپ ﷺ سپہ سالار کی حیثیت سے نظر آتے ہیں وہاں آپ ﷺ مکہ کی بڑھیا کی گوڑی اٹھائے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ جہاں آپ ﷺ قیدیوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں وہاں مفتوح اقوام کی عورتوں اور بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کو بھی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ رسولِ رحمت ﷺ اگر معلم کے لئے اپنے رہنما اصول چھوڑتے ہیں تو تاجر بھی آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرسکتا ہے۔

الغرض رسولِ رحمت ﷺ نے زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہنمائی فرمائی جہاں عبادات کا نظام دیا وہاں معاملات کی طرف بھی توجہ دلوائی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی زندگی مبارکہ میں بہت سارے رفاہ عامہ کے کام بھی کروائے۔

اس تحریر میں ان پہلوؤں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ چند ایسے رفاہ عامہ کے شعبہ جات کا تذکرہ کیا جائے گا جن کی طرف رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی حیات طاہرہ میں توجہ فرمائی۔

حلف الفضول

یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس کو عرب تاریخ میں مظلومین کی امداد کا پہلا معاہدہ کہا جاسکتا ہے۔ عرب کے غیر منظم سیاسی دور میں ہونے والے اس معاہدہ میں سرکار دوعالم ﷺ نے نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ اس میں فعال کردار بھی ادا فرمایا اور اس شرکت پر اظہار مسرت بھی فرمایا۔

حکیم ابن حزام نے اسے تاریخ کا قابلِ احترام معاہدہ قرار دیا اور امام محمد بن سعد نے الطبقات الکبریٰ جلد اول میں اسے انتہائی مفید معاہدہ قرار دیا ہے۔

حلف الفضول اس قدر محکم وپائیدار تھا کہ آنے والی نسل اپنے لئے یہ وظیفہ وفریضہ سمجھتی تھی کہ اس کے مفاد پر عمل کرے اور اس کے افادات کی شہادت دے۔

مواخاتِ مدینہ

تاریخ عالم میں اس بات کی نظیر نہیں ملتی جو رسولِ رحمت ﷺ نے مواخاتِ مدینہ کے ذریعے رفاہ عامہ کی مثال رقم کی۔ یہ مواخات کثیر المقاصد تھی اس کے سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشی اور جذباتی سبھی پہلو اہم تھے۔ مہاجرین اپنا وطن اپنے اہل وعیال اپنا حلقۂ احباب اور اپنے اموال واسباب چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ یہاں کے رہنے والوں سے ان کی کوئی جان پہچان نہ تھی سوائے چند ایک کے ان میں باہم رشتہ داریاں بھی نہ تھیں وہ یہاں آکر اپنے آپ کو بے یار و مددگار خیال کرتے تھے۔ وطن کی جدائی اہل وعیال کا فراق اس پر بے یار و مددگار ہونے کا احساس ان کے لئے بڑا روح فرسا تھا۔ ان تمام مقاصد کے حصول کے لئے رسولِ رحمت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اسلامی مواخات کا نظام قائم کیا۔

علامہ سہیلی اس حوالہ سے رقمطراز ہیں۔ ترجمہ: ''تاکہ ان کے غریب الوطنی کے احساس کو دور کیا جائے اور اپنے اہل وعیال سے جدائی کے وقت ان کی دلجوئی کی جائے اور ایک دوسرے سے ان کو تقویت پہنچائی جائے۔''

مواخاۃ کی رفاہی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمد نصیر لکھتے ہیں۔ معیشت کی بنیاد مواخاۃ کا مطلب یہ ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا انہیں معاشی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے جس طرح ایک صالح کنبے کے افراد کو اخوت و مساوات کے اصول پر گزارنی چاہئے۔ دسترخوان سب کے لئے ایک ہو، نفع ونقصان سب کا ایک ہو اور کوئی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ اس میں محنت کو باعثِ عار نہیں بلکہ وجہ افتخار قرار دیا گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں سرمایہ داری، جاگیرداری اور سرداری نظاموں کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تھی۔

اصحابِ صفہ کی کفالت اور تعلیم کا بندوبست

اصحاب صفہ مومنین کا وہ جلیل القدر گروہ ہے جن کے احوال خبر دیتے تھے کہ ایمان کی حلاوت جس کو نصیب ہو جائے پھر اسے اپنی مفلوک الحالی' بھوک' پیاس اور دیگر تعیشات زندگی کی کوئی پروانہیں ہوتی۔ مشاغلِ حیات سے کٹ کر وہ مسند صفہ پر متمکن ہوئے اور فقراء و زہاد کے امام بن گئے۔ ان کے طرزِ عمل نے ہمیں روحانی اقدار کے لئے مادی قدروں کو قربان کرنے کا درس دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے مختلف اسلوب اختیار کر کے اس اقامتی جامعہ کے طلبا کی اعانت فرمائی۔ یہ مختلف طریقے آج بھی معاشرے کے ایسے طبقات کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔

وقف

وقف کے معنی لغت میں روک لینے' قائم وساکن کردینے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اپنی کوئی چیز یا اس کا فائدہ کسی ایک مقصد یا کارِ خیر کے لئے خاص کر دینے کو وقف کہتے ہیں۔

رسول معظم ﷺ نے اپنی تمام جائیداد انسانوں کی فلاح کے لئے وقف فرما دی ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: ہم گروہِ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

نبی رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا۔ ترجمہ: موت کے بعد انسان کے تمام اعمال اس سے منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب اس کو برابر ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ دوسرا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرا نیک اور صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

اوقات کا سلسلہ بنی نوع انسان کے لئے جتنا فائدہ مند ہے شاید ہی کوئی اور سلسلہ اس قدر سود مند اور نفع بخش ثابت ہوا ہے اسی بنا پر قانون وقف کو ایک عالمگیر حیثیت حاصل ہے اور یہ بابرکت سلسلہ ماضی اور حال کے مابین ایک پل کا کام بھی دیتا ہے پچھلی نسل کو اگلی نسل سے ملاتا ہے اور باہمی پیار و محبت اور امن وآشتی کا پیغام ہے۔

طعام المساکین

ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزہ سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ بھی نہ تھا اسی حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لونڈی سے کہا کہ یہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کس چیز سے کریں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ تو دے دو شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوایا لونڈی کو بلا کر کہا لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک) کھانا کھلانے پر جنت کی بشارت ان الفاظ میں دی گئی۔ ترجمہ: اے لوگو سلام کو رواج دو اور اسے پھیلاؤ' بھوکوں کو کھانا کھلاؤ' رشتوں کو جوڑو' رات میں جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو امن و سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

آب رسانی کا انتظام

پانی ہر ذی حیات کی بقا کا ضامن ہے پانی غذا ہی نہیں زینتِ کائنات بھی ہے۔ آبِ زمزم وادی غیر ذی زرع میں قدرتِ خداوندی کا مظہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ماءِ زمزم لما شرب لہٗ فرما کر اس کی انسانی زندگی کے لئے اہمیت وافادیت واضح فرمائی۔

پانی جیسی بنیادی ضرورت کی فراہمی کے مسئلہ کو رسولِ رحمت ﷺ نے ترجیحی بنیادی پر حل کیا۔ آپ ﷺ کے حکم پر ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ نے بئرِ رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا اور جنت کی بشارت حاصل کی۔

اسی طرح کسی سفر میں پانی کی عدم دستیابی یا کمیابی پر کسی معجزہ کا ظہور ہوا اور اس حاجت کو پورا کیا گیا۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم میں بصراحت روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ ذات الرقاع اور وادی رفیح میں تھے کہ نبی ﷺ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھونڈ آئے۔ لشکر میں پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ پھر حضور ﷺ کے لئے پینے کا جو پانی رکھا کرتے تھے وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک کے دہانہ پر ایک قطرہ آب نظر آیا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا وہی لے آؤ پھر کاٹھ کا پیالہ منگوایا گیا' نبی ﷺ نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر قطرۂ آب اس بحرِ سخا ﷺ کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عینی شہادت ہے کہ سب انگلیوں میں سے پانی فوارہ وار نکلا اور سب نے سیرابی حاصل کی جب حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھالیا تب بھی وہ پیالہ پانی سے بھرا ہُوا تھا۔

شادی کا انتظام

رفاہ عامہ کے اہم پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو باوقار معاشرے کی تشکیل کرنا ہے جہاں عفت و عصمت کا تحفظ ہو۔ نظروں میں حیا ہو اور معاشرے کے افراد شہوانی جذبات کی تکمیل میں بے لگام نہ ہوں۔ اس لئے رسولِ رحمت ﷺ نے نکاح کی ترغیب دی اور فرمایا۔ ترجمہ: نوجوانو تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو اسے شادی کر لینی چاہئے۔ رسولِ رحمت ﷺ معاشرے کے ان نادار افراد کی شادی کا انتظام بھی کرواتے جو شادی کے اخراجات کی ادائیگی کی سکت نہ رکھتے تھے۔

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کردے۔ آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔ کچھ دن بعد پھر مجھ سے پوچھا ربیعہ کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک تو میں نہیں چاہتا کہ کوئی مشغولیت مجھے آپ ﷺ کی خدمت سے غافل کردے۔ دوسرا

میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ بیوی کو مہر بھی دے سکوں۔ آپ ﷺ خاموش ہوگئے میں نے سوچا میرے پاس جو کچھ ہے حضور ﷺ بخوبی جانتے ہیں اس کے باوجود کہ شادی کی دعوت دے رہے ہیں۔ لہٰذا مجھے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اب پوچھیں گے تو ہاں کردوں گا۔ چنانچہ ایک دن پھر پوچھا ربیعہ کیا تو شادی نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کون رشتہ دے گا میرے پاس تو جمع پونجی نہیں کہ بیوی کو دے سکوں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا فلاں قبیلے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کردو' انہوں نے پیغام نکاح سن کر حضور ﷺ کو اور مجھے مرحبا کہا اور مجھ سے نکاح کردیا۔ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہا اور عرض کیا کہ اب مہر

کہاں سے دوں۔ حضور ﷺ نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ربیعہ کے لئے ایک گٹھلی کے برابر سونے کا انتظام کرو۔ انہوں نے سونا جمع کر کے مجھے دیا اور میں نے لاکر اپنی بیوی کے گھر والوں کو دے دیا۔ میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ اب ولیمہ کہاں سے کروں۔ آپ ﷺ نے پھر بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ربیعہ کے لئے ایک مینڈھے کی قیمت کا انتظام کرو' انہوں نے فوراً مینڈھے کا انتظام کرلیا پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ تیرے حوالے کردیں۔ میں گیا تو انہوں نے جو کی ٹوکری میرے حوالے کردی۔ حالانکہ کاشانۂ نبوت میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب مینڈھا اور جو آگئے تو میرے سسرال والوں نے کہا کہ جو تمہیں ہم تیار کردیتے ہیں اور مینڈھے کے متعلق اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اسے ذبح کریں اور پکائیں اور یوں روٹی اور گوشت کا ولیمہ تیار ہوگیا۔ ایسی کئی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں۔

آنحضور ﷺ اور خدمت خلق

خدمت خلق ہی وہ ذریعہ ہے جس سے بھلائی پھیلتی ہے۔ بے غرض اور بے لوث ہوکر دوسروں کی مدد کرنا دل کی تسکین کا ذریعہ ہے۔ اس سے انسانی روح کو سکون ملتا ہے اور دوسروں کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔

شگفتہ ہاشمی

رسول خدا ﷺ نے عملی طور پر خدمت خلق کے بے شمار نمونے پیش کئے ہیں۔ آپ ﷺ ہر چھوٹے بڑے کا کام خندہ پیشانی سے کردیتے۔ دوسروں کا سودا سلف بازار سے لادیا کرتے۔ جانوروں سے آپ ﷺ بہت محبت کرتے تھے' ان کی بھوک پیاس اور آرام کا بہت خیال رکھتے تھے۔

حضور ﷺ کو خدمت خلق کا کتنا زیادہ خیال تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی بے حد لاڈلی بیٹی تھیں۔ جب وہ آپ ﷺ سے ملنے آتیں تو آپ ﷺ فرط محبت سے کھڑے ہوجاتے۔ پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے جب کسی جگہ سے گھر واپس لوٹتے تو خصوصاً بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاکر اُن سے ملتے۔ انہی جگر گوشۂ رسول ﷺ کے گھر کا یہ حال تھا کہ وہاں کوئی خادمہ نہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود چکی پر آٹا پیستیں' مشکیزہ بھر بھر کر پانی لاتیں' اُن کی ہتھیلیاں گھس گئی تھیں اور سینہ پر نیل پڑ گئے تھے۔ ایک روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بابا جان ﷺ کے پاس گئیں کہا آپ ﷺ سے کہیں کہ مجھے ایک کنیز دے دی جائے تاکہ گھر کے کام کاج میں وہ میری مدد کرسکے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے پاس آئیں اور مارے حیا کے ان سے کہہ نہ سکیں اور واپس لوٹ گئیں۔ بعد میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے اُن کی طرف سے درخواست کی کہ فلاں جنگ میں جو کنیزیں آئی ہیں ان میں سے ایک کنیز ان کو دے دی جائے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''ابھی اصحاب صفہ کا انتظام نہیں ہوا اور جب تک اُن کا بندوبست نہ ہولے میں اور کسی طرف توجہ نہیں دے سکتا'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اپنی لاڈلی اور عزیز از جان بیٹی کی تکلیف سے زیادہ اور لوگوں کی ضرورتوں کا احساس تھا۔ یہی خدمت خلق کا جذبہ ہے۔ جو اپنی ضرورت کو مار کر دوسروں کی ضرورت کو پورا کرے۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے کسی سلسلہ میں مدد کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے جواب دیا'' یہ نہیں ہوسکتا کہ میں تم کو کچھ دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ وہ بھوک سے لاچار ہوں۔

(شگفتہ ہاشمی' عفت گل اعزاز کی کتاب ''خدمت خلق'' سے اقتباس)

آپ ﷺ نے علم کو فروغ دیا اور عورتوں' بوڑھوں اور غلاموں کے حقوق بیان کئے۔ الغرض تاریخ عالم میں ایسی شخصیت ڈھونڈنے سے نہیں ملتی جن کے متعلق ان کا دشمن یہ گواہی دے چنانچہ ابوسفیان نے ہرقل کے دربار میں رسول رحمت ﷺ کی تعلیمات کا جو نقشہ پیش کیا وہ یوں تھا۔ ترجمہ: آپ ﷺ ہمیں ہمیشہ نماز' سچ بولنے' پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اگر مکمل اپنایا جائے تو ویلفیئر اسٹیٹ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم حکمرانوں کے لئے نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارکہ رفاہ عامہ کے حوالے سے بہترین رہنما اصول ہے۔

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم
سپہ سالارِ اعظم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- بے مثل سپہ سالار ﷺ کا انداز قیادت
- ہجرت مدینہ کا عسکری جائزہ
- مسلم حکمرانوں کا عسکری نظام
- میدانِ کارزار میں نتائج
- یہود کے ساتھ معاہدہ

میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل، صوبیدار سعید اختر، طارق محمود قریشی، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

حضور ﷺ آئے تو اُن ﷺ کے ساتھ دِل کی روشنی آئی

حضور ﷺ آئے تو ذہنوں کے دریچے جگمگا اُٹھے
حضور ﷺ آئے تو گلشن میں کھلے اُمید کے غنچے

حضور ﷺ آئے تو اُن ﷺ کے ساتھ دِل کی روشنی آئی
حضور ﷺ آئے تو بادل ظلمتوں کے چھٹ گئے سارے

حضور ﷺ آئے تو اُن ﷺ کے ساتھ علم و آگہی آئی
حضور ﷺ آئے تو اِستبداد کے رخصت ہوئے سائے

حضور ﷺ آئے تو قلبِ مضطرب کو بھی قرار آیا
نگاہِ لُطف سے اُن ﷺ کی ہوئے بیمار بھی اچھے

حضور ﷺ آئے تو نفرت کے دیئے گُل ہو گئے یکسر
محبت میں بدل ڈالے ہیں نفرت کے سبھی سانچے

حضور ﷺ آئے تو جامِ اُلفت کے بخشے تشنہ کاموں کو
ملیں گے تشنہ کاموں کو وہاں بھی جام کوثر کے

حضور ﷺ آئے تو بیداری ملی ہے ذہنِ اِنساں کو
خِرد والے بھٹکتے پھر رہے تھے ایک مدت سے

حضور ﷺ آئے تو روشن ہو گیا اہلِ زمانہ پر
مدینہ کی طرف جاتے ہیں دل کے قافلے سارے

قرارِ دل سروؔر انبالوی حاصل نہیں ہوتا
نہ اُٹھے ہوک جب تک آدمی کے دِل کے اندر سے

سرور انبالوی

بے مثال سپہ سالار ﷺ کا انداز قیادت

آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو بے مثال' قابل تقلید اور رشد و ہدایت کی روشنی کا بلند و بالا مینار ہے۔ آپ ﷺ کی حیات پاک کے جس پہلو کو بھی دیکھتے ہیں نگاہیں' خیرہ اور عقل حیراں ہو جاتی ہے۔ اتنے مکمل قائد اور سپہ سالار ﷺ کی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مطالعہ فوجی جوانوں کو فوجی بصیرت اور سپہ سالاروں کو درسِ قیادت دیتا ہے' تقلید کی دعوت دیتا ہے' رہنمائی کے اصول عطا کرتا ہے اور فن حرب کو جلا بخشتا ہے۔ ذیل میں صوبیدار سعید اختر حضور ﷺ کی قائدانہ صلاحیت اور حربی بصیرت کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ موصوف ہلال کے دیرینہ قلمی معاون ہیں ان کے سیرت النبی ﷺ پر درجنوں مضامین ہلال میں جگہ پا چکے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانوں میں رہ کر انسانی صلاحیتوں کا حامل ہو کر معاشرہ میں بدی کے خلاف عظیم کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ ﷺ نے میدان جنگ میں اپنی فوجوں کی باقاعدہ قیادت کی اور لشکر کی بہتر تربیت حربی بصیرت اور اعلیٰ قیادت کی وجہ سے دشمن پر فتح حاصل کی۔ ان تمام جنگوں اور غزوات میں آپ ﷺ نے امت کو یہ سبق دیا ہے کہ حق کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے جنگ کی تیاری اور عملی جدوجہد ہی کامیابی و کامرانی کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اسی کی مدد کرتا ہے جس نے اپنی فتح کے پورے ساز و سامان مہیا کر رکھے ہوں۔ مکمل تیاری اور اللہ تعالیٰ کی امداد پر بھروسہ یہ دو اہم اصول ہیں۔

حضور اکرم ﷺ ابھی کم سن ہی تھے کہ قبیلہ قریش ایک اور قبیلہ بنوقیس کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں قریش کے تمام لوگ شامل ہوئے اور آپ ﷺ بھی اس میں شامل تھے لیکن آپ ﷺ نے اس لڑائی میں کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس کے بعد سے آپ ﷺ صلح اور امن و آشتی کے سرگرم مبلغ نظر آتے ہیں۔ بعض نیک دل لوگوں نے ظلم و زیادتی کے خلاف منظم جدوجہد کرنے کے لئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ ارکان انجمن معاشرہ میں امن و انصاف قائم کرنے کا عہد کرتے تھے۔ اس عہد کو "حلف الفضول" کہتے تھے۔ آپ ﷺ بھی اس انجمن کے رکن تھے۔ آپ ﷺ عہد نبوت میں اس معاہدے میں شامل ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔ صلح و آشتی کا یہ علمبردار نوجوان ہمیں تعمیر کعبہ میں بھی پُر جوش کارکن کے طور پر کام کرتے نظر آتے ہیں۔ تعمیر کعبہ کے دوران جب حجر اسود کو نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو مختلف قبائل کے درمیان کش مکش شروع ہو گئی۔ ہر سردار حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت و اعزاز حاصل کرنا چاہتا تھا۔ قریب تھا کہ یہ کش مکش بڑھ کر جنگ کی صورت اختیار کر لیتی کہ امن کے پیامبر ﷺ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

اس کش مکش کو اپنی خداداد بصیرت اور عقل کے بل پر ختم کرا دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس جھگڑے کا ایسا حل نکالا کہ ہر قبیلہ اس سے مطمئن بھی ہو گیا اور حجر اسود کے نصب کرنے کی عملی جدوجہد میں سعادت حاصل کرنے میں بھی آپ ﷺ کامیاب ہو گئے۔ آپ ﷺ نے زمین پر ایک چادر بچھا دی اور حجر اسود کو اس پر رکھ دیا۔ پھر تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ وہ چادر کے گوشے پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ جب حجر اسود مطلوبہ بلندی تک پہنچ گیا تو اسے آپ ﷺ نے نصب فرمایا۔

یہاں آپ ﷺ ہمیں قیادت کے میدان میں صلح و آشتی اور عدل و انصاف کے علمبردار کے طور پر پورے اترتے دکھائی دیتے ہیں۔ سرداران قبائل نے اس نوجوان کی بصیرت' عقل اور قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ آپ ﷺ کی مصالحانہ صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ کا اظہار بھی اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ اعلان نبوت سے قبل تربیت کے انہی بے شمار مراحل سے گزر کر

اور ہر مرحلہ پر اپنی عظمت کا سکہ بٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کرتے ہوئے آپ ﷺ معاشرہ کی اصلاح کرتے چلے جاتے ہیں لیکن جب آپ ﷺ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد حق کی آواز بلند

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

کرتے ہیں تو فوراً ماحول کا رنگ بدل جاتا ہے۔ مفاد اور تعصبات کی طغیانی میں بہنے والے لوگ آپ ﷺ کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ مخالفتوں کے اس طوفان نے آپ ﷺ کو بددل یا مایوس نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ جان و دل سے اس طوفان کو مسخر کرنے کی عملی جدوجہد میں سرگرم ہو گئے۔ اس جدوجہد کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سالارِ عسکر کے طور پر بھی بہت بلند ہیں اور آپ ﷺ نے حربی ضروریات اور میدان جنگ میں لشکر کی راہنمائی و قیادت کا حق ادا کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے جنگ سے قبل ہر طرح کے ضروری اسباب مہیا کئے اور جنگ کے دوران ہمیشہ جنگی اصولوں کو مدنظر رکھا۔ آپ ﷺ کے جنگی کارناموں کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ عظیم سالار اور آپ کے سپاہی عظیم سپاہی تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ فتح و نصرت عطا کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ماہ صفر سن دو ہجری سے لے کر رجب ۸ ہجری تک یعنی چھ سال کے قلیل عرصہ میں اٹھائیس جنگوں میں حصہ لیا اور مسلمان لشکر کی قیادت فرمائی۔ ہر جنگ میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب میں آپ ﷺ اپنے سپاہیوں کے ساتھ برابر کے شریک رہے اور کہیں بھی خصوصی مراعات کے نہ تو طالب ہوئے اور نہ انہیں گوارا کیا۔ ان تمام جنگوں میں آپ ﷺ نے کبھی اور کسی حالت میں بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا۔ آپ ﷺ ہمیشہ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی جب آپ ﷺ کے عسکری منتشر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پھر ان کو آوازیں دے دے کر اکٹھا کیا اور آخرکار غالب آئے۔ جنگ احد اور حنین کا مطالعہ واضح کر دیتا ہے کہ اگر قیادت حضور اکرم ﷺ کی نہ ہوتی تو مسلمانوں کا فتح پانا تو ایک طرف رہا، بچ جانا بھی ممکن نہ تھا۔ ان تمام غزوات کا مجموعی مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی قیادت بے مثال تھی اور آپ ﷺ میدان جنگ میں بے مثال سپہ سالار تھے۔ جنگ سے پہلے آپ ﷺ جنگ لڑنے کی مکمل تیاری کرتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ کے لئے روانہ ہونے سے پہلے آپ ﷺ مندرجہ ذیل امور پر خاص توجہ دیتے تھے۔

مورال

اسلام کی راہ میں سینہ سپر ہونے والوں کے مورال کو بلند رکھا جاتا تھا۔ ان مجاہدین کو ثواب کا انعام اور راہ حق میں شہید ہونے والوں کو جنت کی بشارت دی جاتی تھی۔ اس ثواب اور جنتی ہونے کے انعامات نے مسلمان لشکریوں کو عزم و ثبات کا پہاڑ اور استقلال کا پیکر بنا دیا تھا۔ بعض اوقات ملائکہ کی امداد کی نوید بھی سنائی۔ آپ ﷺ نے اور اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کا خوف بسا کر غیر اللہ کی محبت کو کھرچ کر نکال دیا اور انہیں مکمل اطمینانِ قلب بخشا۔

جنگ کا ساز و سامان

آپ ﷺ نے جنگ کے لئے قوت اور ساز و سامان کی فراہمی پر بہت زیادہ زور دیا۔ آپ ﷺ لشکر کی تعداد اور سامان حرب کی فراہمی پر بطور خاص توجہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ کسی پہلو کو کمزور نہیں چھوڑتے تھے۔

فوج کی بھرتی

اسلام میں ہر فرد پر فوجی خدمت لازم ہے اور کسی کے لئے بھی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فوجی خدمت سے کمزوروں اور بیماروں کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ بھرتی کی خود نگرانی کرتے تھے اور پیش ہونے والے جوانوں کا معائنہ فرمایا کرتے تھے۔ بھرتی ہونے والوں کی جسمانی صحت اور ان کا مسلمان ہونا اہم شرائط تھیں۔

جنگ میں فتح حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ ﷺ نے سلامت روی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ آپ ﷺ کی ہر وقت یہ کوشش رہی کہ مشرکین کے دلوں میں محبت پیدا ہو جائے اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے مفتوحین پر صلح و امن کے پھول برسائے۔ فتح کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ اپنے وعدوں پر قائم رہے اور انہیں ہر حال میں پورا کیا۔

ہمہ وقت تیاری

حیاتِ طیبہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ دشمنانِ دین کی طرف سے کبھی بھی غافل نہیں رہے۔ اسلام میں جہاد کا بگل بجنے کے بعد کسی تاخیر یا سستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

باز پرس

جنگ پر روانہ ہو جانے کے بعد جو لوگ پیچھے رہ جاتے تھے ان سے باقاعدہ باز پرس ہوتی تھی اور ان کی کوتاہی پر ان کو باقاعدہ سزا دی جاتی تھی۔

لشکر کی تطہیر

لشکر کی روانگی سے قبل آپ ﷺ لشکر سے بد باطن اور فتنہ پرداز لوگوں کو الگ کر دیتے تھے۔ اس طرح جو لشکر ترتیب پاتا۔ وہ ایک مقصد اور ایک عقیدہ پر اتنا راسخ ایمان رکھتا تھا کہ وہ اس راہ میں اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔

قوانین جنگ کی وضاحت

لشکر کی روانگی سے قبل، دورانِ جنگ اور ہر مناسب موقع پر آپ ﷺ لشکر پر یہ واضح کر دیتے تھے کہ اسلام کی جنگ صرف دفاعی مقاصد کے لئے ہے۔ کمزوروں، بیماروں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کی بالکل اجازت نہ تھی۔

نظم وضبط

اسلام اپنے لشکریوں کو مکمل اطاعت اور غیر مشروط وفاداری کا سبق دیتا ہے۔ مسلمان سپاہی اپنے سالار کے پورے وفادار اور فرمانبردار تھے۔ ایسا نہ کرنے والوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا گیا ہے۔ میدان جنگ میں دوست اور دشمن کی پہچان کے لئے کوڈ ورڈ مقرر فرمائے۔ مثلاً ایک جنگ میں "احد احد" کوڈ ورڈ تھے۔

> آپ ﷺ نے جنگ سے قبل ہر طرح کے ضروری اسباب مہیا کئے اور جنگ کے دوران ہمیشہ جنگی اصولوں کو مدنظر رکھا۔ آپ ﷺ کے جنگی کارناموں کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ عظیم سالار اور آپ کے سپاہی عظیم سپاہی تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ فتح ونصرت عطا کی۔

سکیورٹی

آپ ﷺ اپنے رازوں کو بہت خفیہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل خاندان یا فوج کے دیگر سالاروں کو بھی ان کا علم نہیں ہوتا تھا۔ آپ ﷺ دشمن کے ہر پروپیگنڈے اور افواہوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس کے لئے آپ ﷺ سکاؤٹ دستوں کو بھیجتے ہوئے مخبروں سے اطلاعات حاصل کرتے ہوئے اور جاسوسوں کو مقرر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مجلس شوریٰ

حملہ سے پہلے یا اندازِ جنگ متعین فرمانے کے لئے آپ ﷺ مجلس مشاورت منعقد کرتے تھے اور شرکائے مجلس کے صائب مشوروں پر عمل بھی فرماتے تھے۔

ان امور کے علاوہ چونکہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں خاص حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان مشکلات کو سر کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے بیعت عقبی اول اور بیعت عقبی ثانی کے ذریعے مکہ مکرمہ سے دور

اپنے حامیوں اور مددگاروں کا ایک جاں نثار جتھہ ترتیب دے لیا۔ یہ جگہ مستقبل میں آپ ﷺ کی پناہ گاہ اور اسلام کا مرکز بننے والی تھی۔ ہجرت کے بعد سالار فوج اپنی فوج کے پاس محفوظ مقام پر پہنچ گیا۔ یہاں آ کر بھی آپ ﷺ نے اصلاح معاشرہ کا عمل جاری رکھا۔ آپ ﷺ نے یہاں آ کر ایک مسجد تعمیر کی۔ گویا مسلمانوں کو ایک مرکزی مقام اور کانفرنس ہال مہیا کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار میں اخوت اور بھائی چارہ قائم کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے گردونواح کی مخالف طاقتوں مثلاً مشرکین اور یہود سے امن اور صلح کے معاہدے کر لئے۔ اس طرح آپ ﷺ مزید کارروائی کے لئے ایک محفوظ مرکز بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان معاہدات کے ذریعے ایک سیاسی فتح حاصل کر لی۔ یعنی آپ بلا شرکت غیرے مدینہ کے رہنے والوں کے قائد اور رہبر بن گئے۔ آپ ﷺ نے وطن کے دفاع کے لئے سب کو متحد کر دیا۔ نیز اپنی قوت وطاقت میں اضافہ کے لئے عسکری وسائل فراہم کر لئے۔

حضور اکرم ﷺ نے دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لئے جنگ کے مختلف اسلوب اپنائے۔ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی روشنی میں مقصد جنگ متعین فرمایا۔ اسلام میں جارحانہ جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تمام جنگیں صرف دفاعی مقاصد کے لئے لڑی ہیں۔ اسلام میں جنگ صرف اس لئے لڑی جاتی ہے جبکہ

عقیدے کی آزادی کی حفاظت مطلوب ہو۔

تبلیغ حق کی آزادی حاصل کرنا ہو۔

ہر سیاسی، معاشی یا مذہبی ظلم وجبر واستبداد کا خاتمہ کرنا ہو۔

آنحضور ﷺ کی جنگی پالیسی کا مقصد دشمن کو تباہ و برباد کرنا نہیں تھا بلکہ اس کو بے بس کر دینا اور مغلوب کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے جنگی مشین کو تیزی سے حرکت میں رکھا اور کبھی۔

- دشمن کو مرعوب کر دیا
- خوف میں مبتلا کر دیا
- تجارتی شاہراہوں کی ناکہ بندی کر کے ان کو معاشی طور پر مفلوج کر دیا۔
- مختلف قبائل سے معاہدے کر کے آہستہ آہستہ ان کو دشمن سے الگ کر دیا۔
- نقل وحرکت میں تیزی اور پھرتی کا مظاہرہ کیا۔
- کبھی دشمن کو اچانک آلیا اور اس کی توقع کے خلاف عین سر پر آن پہنچے۔
- کبھی مروجہ اسلوب جنگ کو ترک کر کے صف بندی کا طریقہ اختیار فرمایا۔
- کبھی غیر متوقع راستے اختیار کر کے دشمن کو غلط فہمی میں ڈال دیا۔
- کبھی نقل وحرکت کو صیغہ راز میں رکھ کر نقشۂ جنگ اپنے حق میں بنالیا۔
- نئی نئی دفاعی تدبیریں اختیار کیں جن کا دشمن کو نہ علم تھا نہ تجربہ مثلاً غزوہ خندق میں خندق کو دفاعی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔
- آپ ﷺ نے جنگ میں نئے ہتھیاروں کا استعمال بھی کیا۔
- کبھی جنگ کے دوران پیش آنے والے امور پر تیزی سے فیصلے صادر کیے۔

رسول اکرم ﷺ نے پیشگی معلومات حاصل کرنے (انٹیلی جنس) کے لئے مختلف ذرائع سے کام لیا اور پھر ان معلومات کے بل بوتے پر اپنی جنگی پالیسی مدون کی اور حالات کے مطابق درست فیصلہ صادر فرما دیا۔ آپ ﷺ نے معلومات کے حصول کے لئے

- گشتی دستے مقرر فرمائے
- جاسوس مقرر فرمائے اور ان سے حالات دریافت کیے گئے۔

○ قیدیوں سے رابطہ قائم کیا گیا اور مفید نتائج برآمد ہوئے۔

○ ذی شعور انسانوں سے مشورہ حاصل کر کے درست نتائج اخذ کیے۔

اس کامیاب نظام کی وجہ سے آپ ﷺ کو دشمن کے عزائم کے بارے میں قبل از وقت معلومات حاصل ہو جاتی تھیں اور آپ ﷺ مناسب تدابیر اختیار کر کے انہیں ناکام کر دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نفسیات کے ماہر بھی تھے۔ آپ ﷺ دشمن کی نفسیات سے واقف تھے اور جان لیتے تھے کہ دشمن اضطراب اور مایوسی میں کیا حرکت کرے گا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ دشمن فوج کے سالاروں کی نفسیات کا بھی درست اندازہ لگا لیتے تھے۔ اور اس کی افتادِ طبع کے مطابق اعلان کر دیا جاتا تھا۔ مثلاً قبیلہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف شکست کھا کر طائف میں محصور ہو گیا تو آپ ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے ہاتھ اسے پیغام بھیجا کہ اگر مسلمان ہو کر میرے پاس آ جائے تو اس کا پورا مال اور اس کے عیال اسے واپس دے دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اسے سو اونٹ بھی دے دیئے جائیں۔ اس پیغام کا خاطر خواہ اثر ہوا اور مالک بن عوف مسلمانوں سے آن ملا۔ اس کے علاوہ مالِ غنیمت میں نو مسلموں کی تالیفِ قلوب کرتے اور وافر حصہ عطا کرنا بھی حضور اکرم ﷺ کی نفسیات دانی کی وجہ سے تھا۔

حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ساتھیوں کی نفسیات سے بھی پوری طرح واقف تھے اور ہر آدمی کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق منصب عطا فرماتے تھے۔ جونہی حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کو مالِ غنیمت کی تقسیم کے موقع پر غلط فہمیوں اور شکوک و شبہات نے گھیرا تو آپ ﷺ نے فوراً تمام صحابہ کو بلا کر وضاحت فرمائی اور تمام صحابہ مطمئن ہو گئے۔ آپ ﷺ انسانی طبائع کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ انہیں علم تھا کہ کیسے کس موقع پر اور کس طرح کام لینا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ کون کس کام کے لئے مناسب و موزوں رہے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ ﷺ پر اعتماد تھا۔ وہ

آپ ﷺ سے پیار و محبت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اجتماعی مفاد کو ذاتی مفاد پر اور ذاتی آرام پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی پوری جدوجہد اسلام کا نور پھیلانے اور حق کی آواز بلند کرنے کے لئے تھی اور اس میں کسی ذاتی مفاد کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ اس راز سے واقف تھے کہ کب کہاں ضرب لگانی ہے۔ مدینہ منورہ میں ابتداً حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں اور مشرکوں سے بقائے باہمی کیلئے معاہدہ کیا لیکن بعد میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ معاہدہ کے برعکس پانچویں کالم کا کام کرتے ہوئے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ہر قسم کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان یہودیوں کو مدینہ بدر کر دیا۔ تاکہ مسلمان اپنے مرکز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔

جنگ میں فتح حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ ﷺ نے سلامت روی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ آپ ﷺ کی ہر وقت یہ کوشش رہی کہ مشرکین کے دلوں میں محبت پیدا ہو جائے اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے مفتوحین پر صلح و امن کے پھول برسائے۔ فتح کے بعد آپ ﷺ ہمیشہ اپنے وعدوں پر قائم رہے اور انہیں ہر حال میں پورا کیا۔ فتح کے بعد آپ ﷺ کی

حضور اکرم ﷺ نے دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لئے جنگ کے مختلف اسلوب اپنائے۔ سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی روشنی میں مقصدِ جنگ متعین فرمایا۔ اسلام میں جارحانہ جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تمام جنگیں صرف دفاعی مقاصد کے لئے لڑی ہیں۔ اسلام میں جنگ صرف اس لئے لڑی جاتی ہے جبکہ

عقیدے کی آزادی کی حفاظت مطلوب ہو۔

تبلیغِ حق کی آزادی حاصل کرنا ہو۔

ہر سیاسی، معاشی یا مذہبی ظلم و جبر و استبداد کا خاتمہ کرنا ہو۔

آنحضور ﷺ کی جنگی پالیسی کا مقصد دشمن کو تباہ و برباد کرنا نہیں تھا بلکہ اس کو بے بس کر دینا اور مغلوب کرنا تھا۔

آنکھوں سے تشکر اور خوشی کے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ اور زیادہ حلیم اور متواضع ہو جاتے تھے۔ فتح کے بعد آپ ﷺ ہر قسم کے بت توڑ دینے کا حکم صادر فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح بت شکنی کر کے عوام کے دلوں سے ان بتوں کا جادو، ان کا تقدس اور ان کے ساتھ ان کی عقیدت کو کھینچ کر باہر نکال دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے بُت شکنی کے عوض کسی قسم کی سودا بازی نہیں کی۔ مکمل غلبہ حاصل کرنے کے بعد آپ ﷺ مال غنیمت کی منصفانہ تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات تالیف قلوب کے لئے آپ ﷺ نومسلموں کو مال غنیمت میں سے زیادہ بھی عطا فرما دیتے۔ مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر آپ ﷺ قیدیوں کے معاملات سے نپٹتے تھے۔ اکثر زر فدیہ یا کوئی اور خدمات کی صورت میں لے کر آپ قیدیوں کو رہا کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقائے کار ہمیشہ قیدیوں سے بہتر سلوک کرتے تھے۔ قیدی اسلامی معاشرت کی خوشگوار اور حسین یادیں لے کر واپس جاتے تھے اور اپنے قبائل میں جانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔

صفر 2 ہجری سے لے کر رجب 8 ہجری تک لڑی جانے والی اٹھائیس جنگوں میں آپ ﷺ نے لشکر اسلام کی قیادت فرمائی اور ان میں سے صرف نو غزوات میں دشمن فوجیوں سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ باقی غزوات میں دشمن یوں ہی مرعوب ہو گیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ تمام جنگوں میں ثابت قدم رہے۔ جنگوں میں آپ ﷺ واحد سپہ سالار ہیں جو ہر حال میں ثابت قدم رہے۔ اور کبھی بھی آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ اپنے ارادہ میں پختہ رہے، سرداران قریش کی کوئی دھمکی یا ترغیب آپ ﷺ کو اپنے عزم سے باز نہ رکھ سکی۔ اس عظیم سپہ سالار کی حیات طیبہ ہمارے لئے مشعل راہ اور آپ ﷺ کے قوانین جنگ اور سنت جنگ آج بھی فوج اور سالار فوج کے لئے سرمۂ بصیرت ہیں۔

چھا گیا نورِ پیغمبر ﷺ دیکھتے ہی دیکھتے

چھا گیا نورِ پیغمبر ﷺ دیکھتے ہی دیکھتے
ہو گئی دنیا منوّر دیکھتے ہی دیکھتے

چہچہاتی صبح سے کرنوں میں ہل چل مچ گئی
ہوگیا تبدیل منظر دیکھتے ہی دیکھتے

رنگ برساتی دھنک سے نسبتیں بڑھتی گئیں
بن گئے ذرّے بھی گوہر دیکھتے ہی دیکھتے

حرفِ حق سے مصدرِ تہذیب ہر صحرا نشیں
یہ اثر اللہ اکبر دیکھتے ہی دیکھتے

آدمی اس منصبِ توقیر سے واقف نہ تھا
بندگی، معراجِ مظہر دیکھتے ہی دیکھتے

اُٹھ گئی تفہیم سے تمیزِ رنگ ونسل کی
ہو گئے انسان برابر دیکھتے ہی دیکھتے

منکشف حسنِ عمل سے آیتیں ہی آیتیں
ہوگیا قرآن ازبر دیکھتے ہی دیکھتے

مٹ گئی ہے پیاس ہر جلتے جھلتے دشت کی
بن گیا قطرہ سمندر دیکھتے ہی دیکھتے

ہے ظہوریؔ کے تصوّر میں دیارِ مصطفیٰ ﷺ
ہو گئی نعتِ پیغمبر ﷺ دیکھتے ہی دیکھتے

سید انوار ظہوری

ہجرت نبوی ﷺ کا عسکری جائزہ

ہمارے مورخین نے یثرب کی ہجرت کے تمام تر عمل کو بڑی پیاری زبان میں بیان کیا ہے جس کے حرف حرف سے عسکریت ٹپکتی ہے' لیکن جائزے بہت کم پیش کئے گئے ہیں۔ اس ہجرت میں کیا کیا مصلحتیں اور راز پنہاں تھے اور اس کی ضرورت تھی تو اس سلسلہ میں صرف یہی کچھ کہا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں عقیدہ کی حفاظت نہ ہوسکتی تھی اور قریش مکہ مسلمانوں کو اجتماعی طور پر کسی اسلامی فلسفہ حیات کی پیروی نہ کرنے دیتے تھے' لیکن اگر معاملات کی گہرائی میں جایا جائے تو یثرب کی ہجرت کئی ضروریات کے تحت تھی جس کا جائزہ حضور ﷺ کے سپاہی عاشق رسول ﷺ اور معروف عسکری محقق میجر (ریٹائرڈ) امیر افضل خان نے پیش کیا۔

ہجرت کا موضوع ایسا ہے جس پر اسلام کے پہلے پچاس سالوں یا سو سالوں میں تو بہت کچھ لکھا گیا اور ہر کتاب جو حضور پاک ﷺ کی سنت یا سیرت پر لکھی گئی اس کا نام بھی مغازی تھا۔ یعنی فلسفہ ﷺ جنگ...... بے شک جنگ ایک عسکری عمل ہے اور اس کی تیاری یا بنیاد بھی سیاست یا عسکریت پر باندھی جاتی ہے اس لئے یثرت کی ہجرت ہر لحاظ سے ایک سیاسی اور عسکری عمل تھا۔ چنانچہ آج تو ہمارے پاس پرانی سے پرانی تاریخ کی کتاب ابن اسحاق" کی مغازی ہے اور حدیث مبارکہ کی کتاب موطا امام مالک ہے اور یہ دونوں صاحبان امام زہریؒ یعنی ابن شہاب کے شاگرد تھے لیکن ان سے پہلے چالیس کتابوں کا ذکر ملتا ہے' جن میں حضور پاک ﷺ کی زندگی کے حالات یا بیانات تھے۔ ان سب کا نام مغازی ہی تھا اور سیرت' موطا' مسند' احادیث یا فقہ کے الفاظ تقریباً اسلام کی پہلی صدی کے آخر میں روزمرہ کی زبان میں استعمال ہونا شروع ہوئے۔ یہ تمام کتابیں اب ناپید ہیں' لیکن چند اوراق ملے ہیں اور محققین اس سلسلہ میں کئی گوشوں سے پردہ اٹھا رہے ہیں البتہ ہمارا یہ مطالعہ اور جائزہ ابن اسحاق' واقدی' ابن سعد اور صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ کی چھ کتابوں کی مدد سے کیا گیا ہے۔

ہجرت کا مقصد

اسلام کے لحاظ سے ہجرت کا مقصد اپنے عقیدہ اور غیرت کی حفاظت کے لئے کسی جائے پناہ میں رہائش اختیار کی جاتی ہے اور منظم ہو کر ظالموں یا بے انصاف لوگوں سے بدلہ لینے کی اجازت ہے۔ موت کے ڈر سے ہجرت کرنے یا مادی وسائل تلاش کرنے یا بہتر وسائل تلاش کرنا وغیرہ کی ممانعت نہیں لیکن یہ باتیں سنتِ نبوی ﷺ یا اسلامی فلسفۂ حیات کے بڑے اصولوں کے تحت نہیں آتیں۔ ہجرت کے اسلامی پہلو کو سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس صدی کے شروع میں مسلمانوں نے روسی ترکستان

سے ہجرت کی۔ 1947ء میں برصغیر ہندو پاک میں بہت بڑے پیمانے پر ہجرت ہوئی۔ 1948ء اور بعد میں 1967 میں فلسطین کے مسلمانوں نے ہجرت کی اور اب چند سالوں سے افغان مسلمانوں نے ہجرت کا غم جاری رکھا ہوا ہے تو ان ہجرتوں کے عملوں اور نتائج کا موازنہ ہجرت نبوی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حبشہ میں ہجرت کے ساتھ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس جائزہ کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے کہ آئے دن کسی نہ کسی ملک میں مسلمانوں پر جو ظلم ہوتا ہے اور ان کو اپنا ملک چھوڑنا پڑتا ہے تو اس سلسلہ میں باقی مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو زیرِ بحث لانا بھی ضروری ہے۔

حبشہ کی ہجرت

جب اہلِ مکہ نے مسلمانوں کا عزت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جینا دوبھر کردیا تو حضور پاک ﷺ کی ہدایت کے تحت مسلمانوں نے حبشہ (ایے سینا) میں ہجرت کی۔ اس ہجرت کو ہم صرف ایک "پناہ" ہی کہیں گے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ان کو پناہ دی لیکن اس ہجرت کا ایک سیاسی اور عسکری پہلو بھی تھا کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کرلینے کے بعد

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

بھی سات ہجری تک حبشہ میں گئے ہوئے مسلمانوں کو وہاں ہی رہنے دیا اور جب حضور پاک ﷺ نے بھانپ لیا کہ مدینہ منورہ ایک فوجی مستقر بن چکا ہے تو حبشہ میں پناہ لینے والے مہاجرین کو مدینہ منورہ بلایا۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمان یا ان کے اتحادی کافی کمزور حالت میں تھے اور حضور پاک ﷺ متحرک دفاعی جنگ کو اپنا کر دشمن کے ساتھ توازن پیدا کر رہے تھے۔ پانچ ہجری تک دشمن مدینہ منورہ پر بار بار حملے کر رہا تھا اور اگر وہ مدینہ منورہ کو (خدانخواستہ) تاخت وتاراج کر دیتا تو مسلمانوں کے لئے حبشہ والی جائے پناہ قائم تھی اور وہاں مسلمانوں کا ''پیشاول دستہ'' یا ''کلر پارٹی'' موجود تھی جو مزید مہاجرین کو یا کمزور لوگوں کو اپنے اندر سمو لیتی۔ بہرحال سبق یہ ہے کہ حبشہ کی ہجرت بھی ایک ''متبادل پوزیشن'' تھی اور حضور پاک ﷺ کی فوجی حکمتِ عملی یا تزویرات کا ایک حصہ تھی۔

غیروں کے تبصرے

اپنے مورخین تو صرف یہی کچھ بتاتے ہیں کہ قریشِ مکہ نے سفیر بھیج کر شاہ نجاشی سے گزارش کی کہ وہ مسلمانوں کو پناہ نہ دیں اور ان کے حوالے کر دیں۔ ہم نہ وجوہات کی گہرائی میں جاتے ہیں نہ کوئی جائزہ پیش کرتے ہیں لیکن ہم یہ تو سوچ سکتے ہیں کہ قریش مکہ کو بڑی ہی تکلیف ہو رہی تھی کہ وہ سفیر بھیج رہے تھے تو ظاہر ہے ان کو ڈر تھا کہ باہر جا کر مسلمان طاقت پکڑ کر ان سے آ کر بے انصافیوں کا بدلہ لیں گے وغیرہ۔ بہرحال اس میں کچھ اور گہرائیاں بھی تھیں کہ اسلام کی آمد سے قریش کا پرانا معاشرہ اور روایات ختم ہو رہی تھیں ہر کوئی اپنے طریق وکار کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ غیروں کے مورخین نے حبشہ کی ہجرت کے سلسلہ میں بڑے الٹے پلٹے قسم کے تبصرے کئے ہیں۔ زیادہ مورخین نے یہ ضرور کہا ہے کہ مسلمانوں کا پیغمبر ﷺ حبشہ میں اپنے رفقاء کو بھیج کر حبشہ کے بادشاہ کی مدد سے مکہ مکرمہ کو تسخیر کرانا چاہتا تھا۔ (نعوذ و باللہ) لیکن اُن ﷺ کے مشیروں نے ان کو ایسا نہ کرنے دیا کہ ان کے سامنے حبشہ کے ابرہہ کی مثال موجود تھی جس نے مکہ مکرمہ کو ڈھانے کی کوشش کی تھی اور اب اگر حبشہ سے کوئی حملہ آور آتا تو مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیتا وغیرہ (توبہ نعوذ باللہ)

بے چارے مورخ ہمارے آقا ﷺ کے مقام کو کب سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے آقا ﷺ کی کارروائیوں کو دنیاوی بودے پیمانوں سے ناپنے کی فضول کوشش کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کا حبیب ﷺ کیسے کسی غیر کو دعوت دیتا کہ وہ اللہ کے گھر پر حملہ آور ہو۔ بلکہ حضور پاک ﷺ کے اپنے مکہ مکرمہ میں دخول کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک عاجزی سے جھکا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو اپنے حبیب ﷺ کے لئے چند لمحوں کے لئے حلال کر دیا تھا۔ ورنہ حملہ آور لشکروں کا وہی حال ہوتا جو ابرہہ کے لشکر کا ہوا۔ بہرحال اگر معاملات دنیاوی پیمانوں کے ساتھ بھی پرکھے جائیں تو یہ مانی ہوئی بات ہے کہ بلایا ہوا حملہ آور کبھی واپس نہیں جاتا اور حضور پاک ﷺ کو اب دنیا کے ''دانشوروں'' نے بھی سیاسی اور عسکری طور پر دنیا کا ایک عظیم رہبر مان لیا ہے۔ ان کے بارے میں یہ کیسا سوچا جائے کہ وہ مکہ مکرمہ پر غیروں سے حملہ کروائے۔

ہجرتِ یثرب-----بنیادی باتیں

ہمارے مورخین نے یثرب کی ہجرت کے تمام تر عمل کو بڑی پیاری زبان میں بیان کیا ہے جس کے حرف حرف سے عسکریت ٹپکتی ہے' لیکن جائزے بہت کم پیش کئے گئے ہیں۔ اس ہجرت میں کیا کیا مصلحتیں اور راز پنہاں تھے اور اس کی ضرورت تھی تو اس سلسلہ میں صرف یہی کچھ کہا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں عقیدہ کی حفاظت نہ ہو سکتی تھی اور قریش مکہ مسلمانوں کو اجتماعی طور پر کسی اسلامی فلسفہ حیات کی پیروی نہ کرنے دیتے تھے لیکن اگر معاملات کی گہرائی میں جایا جائے تو یثرب کی ہجرت کئی ضروریات کے تحت کی گئی۔ جن کا کچھ ذکر آگے آتا ہے۔

زمینی حالات

اگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے گرد و نواح کے علاقے کا زمینی جائزہ لیا جائے یعنی Terrain (Tactical) کیا جائے تو مقابلتاً مدینہ منورہ کا دفاع

بہت آسان ہے اور ایک فوجی مرکز یا مستقر بنانے کے لئے وہاں پر بہترین خاصیتیں موجود ہیں۔ مکہ مکرمہ نیچی جگہ پر ہے اور اردگرد اونچے پہاڑ ہیں۔ چند شرپسند ان پہاڑوں کو استعمال کر کے مکہ مکرمہ پر بار بار چھاپے مار سکتے ہیں حملہ آور دشمن کا تعاقب مشکل ہے اور دیکھ بھال کا عمل بڑا کٹھن ہے۔ مدینہ منورہ کی ایک سمت میں حملہ آوروں کے لئے بڑے بڑے پتھروں اور لاوا والے علاقے سے گزرنا ہوگا۔ دوسری سمت میں کچھ گھنے باغات اور فصلوں والا علاقہ تھا اور جس طرف کھلا علاقہ ہے وہاں چھوٹی چھوٹی ٹیکریوں یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے سلسلے ہیں۔ چنانچہ دیکھ بھال اور دفاع دونوں آسان ہیں اور اسی طرف پانچ ہجری میں حضور پاک ﷺ نے خندق کھدوا کر قدرتی رکاوٹوں کو بناوٹی رکاوٹوں کے ساتھ شیروشکر کر دیا۔ تو بعد میں مدینہ منورہ کا دفاع چھوٹے چھوٹے دستے بھی کرتے رہے اور حضور پاک ﷺ یا زیادہ مجاہدین دو دو ماہ تک باہر مہمات پر رہے تو کوئی شرپسند مدینہ منورہ پر حملہ نہ کر سکا۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

مدینہ منورہ کی ہجرت میں یہ مصلحت بھی پنہاں تھی کہ یہ بالکل ظاہر تھا کہ نئے مذہب کو عرب قبائل نہ تسلیم کرتے تھے۔ جس کا انہوں نے بعد میں مظاہرہ بھی کیا کہ اگر اہل مکہ مسلمان ہو جاتے تو پھر دوسرے عرب قبائل کے ساتھ جنگ ضرور ہوتی اور وہ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے مکہ مکرمہ کی حرمت کو مدِنظر رکھ کر کسی اور جگہ کو اپنا مرکز بنانا تھا اور اس حرمت کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدِنظر رکھا کہ جب ان کو مشورہ دیا گیا کہ وہ مکہ مکرمہ میں پناہ لے لیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرے نانا حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک مینڈھا مکہ کی حرمت کو قربان کردے گا۔ میں وہ مینڈھا نہیں بننا چاہتا۔"

اللہ کی فوج

اللہ نے مسلمانوں کو اپنی فوج کا پیارا نام دیا ہے اور فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے تو یہ بالکل ممکن ہے کہ حق اہل حق کو مکہ مکرمہ میں طاقت اور شان وشوکت کے ساتھ داخل ہونا پسند کرتا ہوگا۔ لیکن تلواریں لہراتے ہوئے نہیں بلکہ تلواریں میان میں اور سر جھکائے ہوئے' اور یہی کچھ فتح کے وقت ہوا۔

یثرب کی ہجرت پیمان اور عمل

چنانچہ ہجرت کے عمل سے فوجی پن یا عسکریت ٹپکتی ہے کہ اسلام کا سارا مزاج ہی فوجی ہے لیکن اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو کہ اسلام کو کسی دنیاوی فوجی نظام کے تابع سمجھا جائے یا عام عسکریت کے تحت کوئی ثانوی حیثیت دی جائے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعہ سے ہمارے لئے اجتماعی طور پر صراطِ مستقیم کی نشاندہی فرمائی ہے کہ ہم منظم ہو کر ربط وضبط کے ساتھ صبر اور مصابرہ کر کے قافلۂ حق کے طور پر چلیں اور اس سلسلہ میں سورۃ آل عمران کی آخری آیات کے تحت سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ: "کہ اے ایمان والو! صبر کرو' پھر باہم صبر سے ایک دوسرے کو تھام رکھو یا (اس مصابرہ سے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھو) اور ڈرو اللہ سے کہ تم فلاح پاؤ۔"

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت بڑی ضروری ہے کہ بدری صحابی جناب کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے پیمان اور عہد کو سب جنگوں سے بھی اولین حیثیت دیتے تھے کہ انصار مدینہ نے تمام جنگیں اسی عہد کے تحت لڑیں جس کے لفظ لفظ سے عسکریت ٹپکتی ہے لیکن افسوس کہ ایسے بیانات اب ہماری تاریخوں سے خارج ہوتے جاتے ہیں البتہ یہ یاد رہے کہ دنیاوی فوجیں اسلام کی بھونڈی نقل ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حزب اللہ (اللہ کی فوج) کے پیارے نام سے موسوم کیا ہے اور ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر پہلو یعنی عبادت' معاشرت' معیشت اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت کیا جاتا ہے کہ اس دنیا میں ہمارے آنے کا مطلب اس امتحان میں پاس ہونا ہے۔

مسلم حکمرانوں کا عسکری نظام

دور رسالت ﷺ میں کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی ہر مسلمان خود کو رضا کارانہ طور پر لڑائی کے لئے پیش کر دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے کئی جنگوں میں خود قیادت فرمائی اور دشمن کو شکست فاش دی۔ مسلم خواتین بھی مجاہدین کے شانہ بشانہ جنگ میں شریک ہوتی تھیں۔ زیر نظر تحریر میں مملکت اسلامیہ کے عسکری نظام پر ایک نظر ڈالی گئی ہے۔

طارق محمود قریشی ۔ کراچی

آپ ﷺ دنیا کے سب سے بڑے اور باکمال فوجی کمانڈر تھے۔ آپ ﷺ کی سوجھ بوجھ سب سے زیادہ درست اور آپ کی فراست اور بیدار مغزی سب سے زیادہ گہری تھی۔

دور نبوی ﷺ میں کوئی باقاعدہ فوج نہ ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے دور میں ہر مسلمان اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر لڑائی کے لئے پیش کرتا تھا۔ یعنی ہر مسلمان اللہ کا سپاہی تھا۔ اس دور میں آج کی طرح جدید ہتھیار تو نہ تھے البتہ دست بدست لڑائی ہوتی تھی اور تلواریں' نیزے' برچھے' تیر و کمان' ڈھالیں' زرہ بکتر اور خود استعمال ہوتے تھے۔ عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے دونوں افواج کے بہادر اور نامور دلاوروں میں انفرادی مقابلے ہوتے تھے جسے مبارزانہ جنگ کہتے تھے۔

حضور پاک ﷺ نئی نئی جنگی حکمت عملیوں کو بے حد پسند فرمایا کرتے تھے۔ کسی معرکہ میں آپ ﷺ سے کبھی کوئی چوک نہیں ہوئی۔ مسلم خواتین بھی مجاہدین کے شانہ بشانہ جنگ میں شریک ہوتی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی رحلت کے بعد بھی لشکر اسلامی کو متحرک رکھا اور مختلف مہمات پر اسلامی افواج بھیجتے رہے۔

خلافتِ راشدہ کے ابتدائی زمانہ میں فوجی خدمت ہر مسلمان پر لازم تھی۔ مجاہدین کو تنخواہ کی بجائے مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 15 ہجری میں ولید بن ہشام کے مشورہ سے ایک مستقل اور منظم فوج قائم کی اور ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ سپاہیوں کے بیوی بچوں کو بھی وظیفے ملتے تھے۔ غلاموں کو اُن کے آقاؤں کے برابر تنخواہیں ملتی تھیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فوج دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک باقاعدہ فوج جو ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتی اور اس کے ارکان مستقل فوجی چھاؤنیوں میں رہتے تھے۔ دوسری ریزرو فوج کے ارکان جو اپنے گھروں میں رہتے تھے اور بوقتِ ضرورت بلالئے جاتے تھے۔ انہیں بھی تنخواہ ملا کرتی تھی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں باقاعدہ اور مستقل فوج کا قیام عمل میں آیا۔ اس فوج کو حسب مراتب تنخواہ ملا کرتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مفتوحہ علاقوں میں فوجی مراکز قائم کئے۔ جن میں مدینہ' کوفہ' بصرہ' موصل' فسطاط' دمشق' حمص اور اُردن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کوفہ' بصرہ اور فسطاط تو خالصتاً فوجی چھاؤنیاں تھیں جہاں درج ذیل انتظامات تھے۔

1- سپاہیوں کی رہائش کے لئے بارکیں بنی ہوئی تھیں۔

2- گھوڑوں کے لئے بڑے بڑے اصطبل تھے۔ جہاں چار چار ہزار گھوڑے تمام ساز و سامان سے لیس ہر وقت تیار رہتے تھے۔ تاکہ فوری ضرورت پر انہیں کام میں لایا جاسکے۔

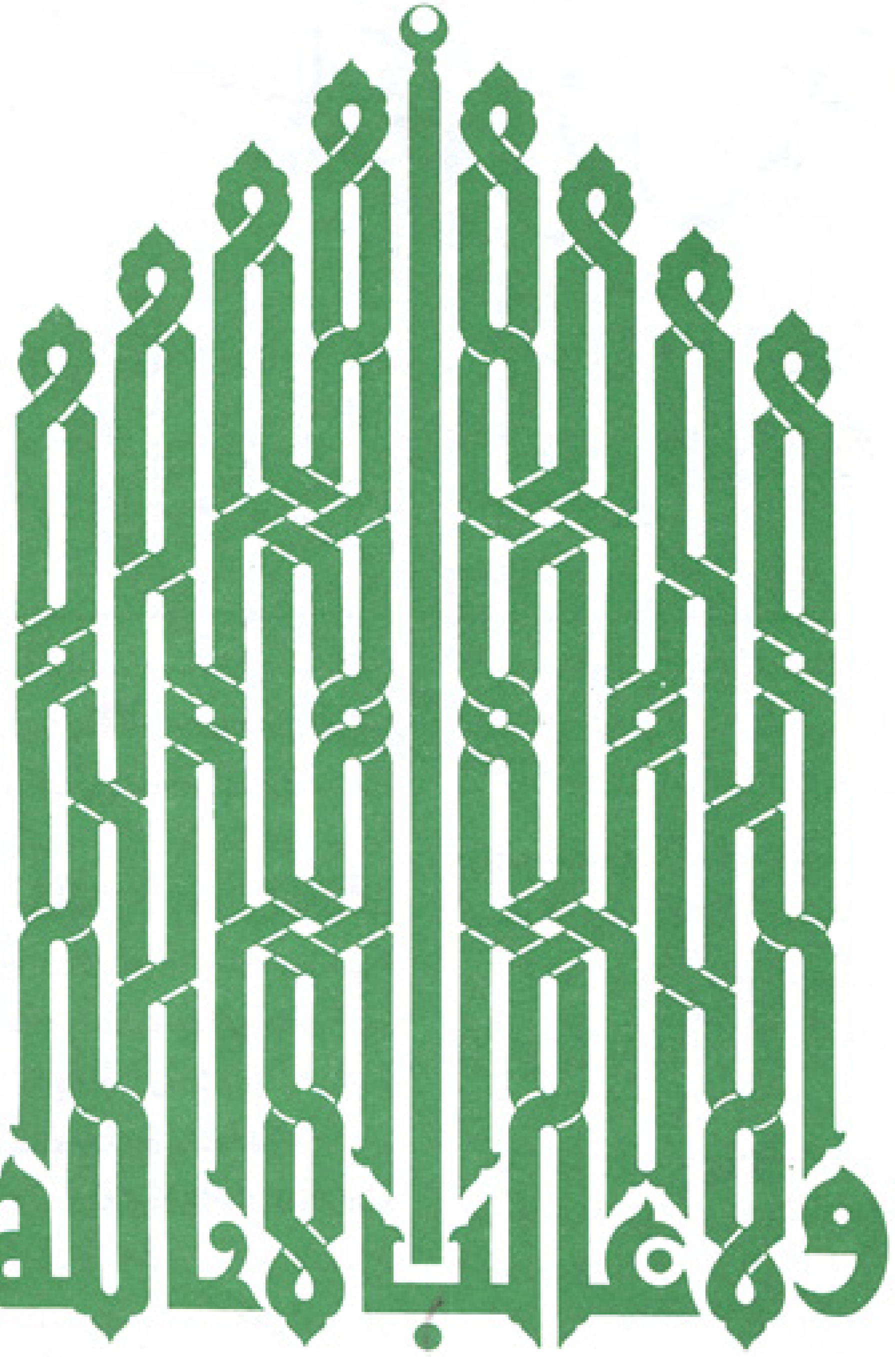

3- ہر اصطبل کے ساتھ چراگاہیں تھیں۔ عمدہ نسل کے گھوڑوں پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔

4- اِن مقامات پر فوج میں بھرتی' اندراج اور تنخواہ کا حساب کتاب رکھنے کیلئے باقاعدہ دفتر بنے ہوئے تھے۔

5- سپاہیوں کو رسد اور کپڑا مہیا کرنے کے لئے علیٰحدہ دفتر اور اسٹور کھلے ہوتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چھاؤنیوں کو سامانِ رسد انہی مقامات سے بھیجا جاتا تھا۔

اِن بڑی بڑی چھاؤنیوں کے علاوہ اکثر مقامات پر چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں بھی بقدر ضرورت موجود تھیں۔ خوزستان میں سب سے زیادہ چھاؤنیاں تھیں۔ سرحدی مقامات اور ساحلی علاقوں کی حفاظت کا انتظام سوار فوج کے سپرد تھا۔ عبداللہ بن قیس نے ضروری مقامات پر جگہ جگہ قلعے تعمیر کرائے۔

سپاہیوں کو باقاعدہ تنخواہ ملتی اور اس کے علاوہ ہر سپاہی کو مہینے میں خوراک کے لئے ایک مَن غلہ' بارہ سیر روغن زیتون اور بارہ سیر سرکہ ملتا تھا۔ سپاہی کی صحت اور آرام وآسائش کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ چھاؤنیوں کا انتخاب کرتے وقت وہاں کی آب و ہوا کو مدِنظر رکھا جاتا۔ رہائشی بارکیں کشادہ اور ہوادار ہوتی تھیں۔ ہر چھاؤنی کے ساتھ جسمانی ورزش اور جنگی مشقوں کے لئے کھلے میدان چھوڑے جاتے۔ شہسواری' تیراندازی' تیراکی اور ننگے پاؤں دوڑنے کی مشق ہر سپاہی کے لئے ضروری تھی۔ گرم ملکوں پر سردیوں میں اور سرد ملکوں پر گرمیوں میں فوج کشی ہوتی تھی۔

ہر فوج کے سپہ سالار کے علاوہ افسرِ خزانہ' محاسب' قاضی' مترجم اور طبیب بھی ہوتے تھے۔ جمعہ کے دن عام تعطیل ہوتی تھی اور سال میں ایک دو دفعہ ویسے بھی رخصت ملتی تھی۔ کسی سپاہی کو چار ماہ سے زیادہ عرصہ کے لئے گھر سے باہر رہنے پر مجبور نہ کیا جاتا۔

خبر رسانی اور جاسوسی کا نہایت مکمل انتظام تھا۔ ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس ہوتے تھے جو ایک ایک بات کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ تھا کہ اسلامی فوجیں جہاں کہیں بھی ہوتیں' حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِن کی نقل وحرکت اور پوزیشن سے پورے طور پر باخبر رہتے

ہر فوج کے سپہ سالار کے علاوہ افسرِ خزانہ' محاسب' قاضی' مترجم اور طبیب بھی ہوتے تھے۔ جمعہ کے دن عام تعطیل ہوتی تھی اور سال میں ایک دو دفعہ ویسے بھی رخصت ملتی تھی۔ کسی سپاہی کو چار ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے گھر سے باہر رہنے پر مجبور نہ کیا جاتا۔

اور ضروری احکامات دیتے۔ اس طرح گویا فوجوں کی کمان خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ایک نامور فاتح اور بے مثال حکمران کے علاوہ بہت بڑے فقیہہ' مجتہد اور محدث بھی تھے۔ حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی اسلامی حکومت ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ اور یورپ کی مشرقی سرحد تک پھیلی ہوئی تھی۔

خلافتِ راشدہ کے بعد بنی اُمیہ کا عہد فتوحات اور جاہ وجلال کا دور تھا۔ اس زمانہ میں فوج کی تعداد کئی گنا زیادہ ہوگئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عہد میں لشکرِ اسلام ایک لاکھ اسی ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اِن کے دور میں فوج کا سب سے چھوٹا افسر امیر العشرہ یا عارف کہلاتا تھا جس کے ماتحت دس سپاہی ہوتے تھے۔ اس کے اوپر نائب تھا جس کے ماتحت دس عارف اور سو سپاہی ہوتے۔ دس نائبوں پر ایک قائد مقرر تھا۔ قائد سے اوپر امیر کا عہدہ تھا۔ جس کے ماتحت دس ہزار فوج ہوتی تھی۔ امیر سے بڑا سپہ سالار ہوتا تھا۔

ہر اسلامی لشکر میں (پیادہ) انفنٹری کے علاوہ رسالہ اور توپ خانہ بھی ہوتا تھا۔ شہر کی فصیل کو توڑنے کیلئے منجنیق استعمال کی جاتی تھی جس کے ذریعے قلعوں پر وزنی پتھر پھینکے جاتے تھے جس طرح آج کل ٹینکوں کو خالد' اکبر' طارق وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتا ہے' اسی طرح منجنیقوں کے بھی مختلف نام رکھے جاتے تھے۔

میدانِ جنگ میں صف آرائی کے وقت لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ آگے ہراول دستہ' دائیں اور بائیں ''میمنہ'' اور ''میسرہ'' ہوتے تھے۔ جبکہ مرکزی حصے کو قلب کہتے تھے۔ قلب کی کمان سپہ سالار کرتا تھا اور میمنہ اور میسرہ پر ماتحت امیر مقرر ہوتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاز سازی کے کارخانے کھولے اور بحری افواج کے دستے تیار کیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت بحیرہ روم اور ساحل مصر پر مسلمانوں کے سولہ سو جہاز موجود تھے۔ عہدِ عباسیہ میں اسلامی فوج تعداد اور ساز و سامان کے لحاظ سے دنیا کی بہترین افواج میں شمار ہوتی تھی۔

لشکر کے ساتھ شفاخانے بھی ہوتے تھے۔ دواؤں کے ذخیرے خچروں پر لدے ہوتے تھے۔ زخمیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے خاص قسم کی آرام دہ پالکی استعمال کی جاتی تھی جسے اونٹ اُٹھاتے تھے۔ ساتھ ایک انجینئر بھی ہوتا تھا۔ جس کی زیرِ نگرانی قلعہ شکن توپیں اور منجنیقیں ہوتی تھیں۔

مسلم بحری افواج کا دستور یہ تھا کہ جب وہ دشمن کے مقابلہ میں اپنے بیڑے کو کمزور پاتے تو دُور سے گولہ باری یا تیر اندازی کرنے کی بجائے اپنے جہازوں کو ان کے قریب لے جاتے اور دست بدست جنگ شروع کر کے بڑی کامیابی حاصل کرتے۔

آپ ﷺ کا ذکرِ جمیل و دلنشین

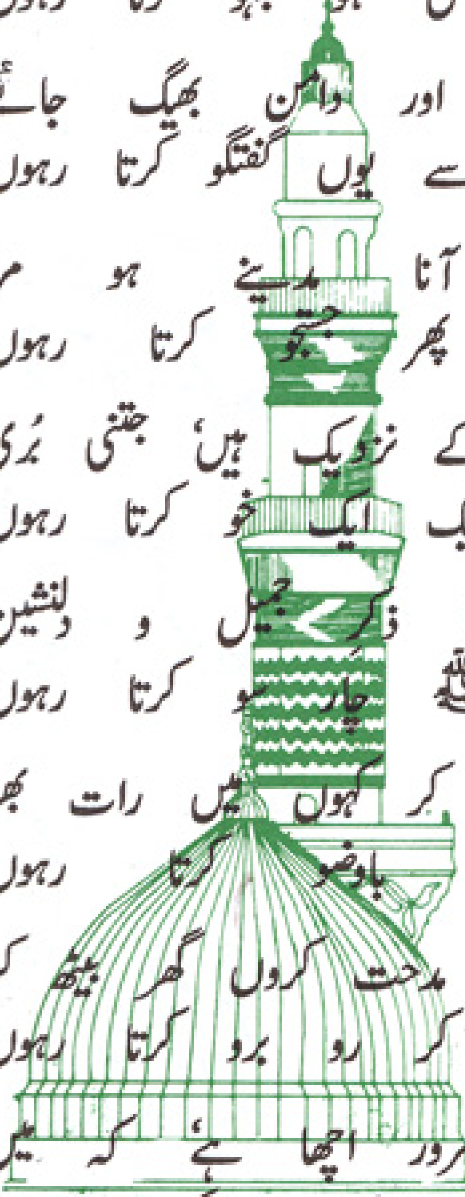

آرزوئے رنگ و بو کرتا رہوں
زندگی کو سرخرو کرتا رہوں

ہونٹ کرتے ہیں جو مدحت آپ ﷺ کی
آنکھ سے بھی ہو بہو کرتا رہوں

اشک ٹپکیں اور دامن بھیگ جائے
آپ ﷺ سے یوں گفتگو کرتا رہوں

بار بار آنا مدینے ہو مرا
لوٹ کر پھر جستجو کرتا رہوں

آپ ﷺ کے نزدیک ہیں' جتنی بُری
ترک وہ ایک ایک خو کرتا رہوں

آپ ﷺ کا ذکرِ جمیل و دلنشین
میرے آقا ﷺ چار سو کرتا رہوں

نعت رو رو کر کہوں میں رات بھر
یہ عبادت باوضو کرتا رہوں

آپ ﷺ کی مدحت کروں گھر بیٹھ کر
کیوں نہ آکر رو برو کرتا رہوں

بس یہی مسرور اچھا ہے کہ میں
حاضری کی آرزو کرتا رہوں

مسرور کیفی

میدان کارزار میں نتائج ☆ اعداد و شمار کی روشنی میں

28 غزوات اور 54 سرایا کا مختصر تذکرہ

طارق محمود قریشی
ایم اے سیاسیات' ایم اے بین الاقوامی تعلقات
کراچی یونیورسٹی

نمبر شمار	سن ہجری جس میں لڑائی لڑی گئی۔	غزوات کی تعداد	سرایا کی تعداد	نتائج
۱۔	۱ھ	--	۳ سرایا	مطلوبہ نتائج حاصل ہوئے
۲۔	۲ھ	۸ غزوات	۴ سرایا	کفر کے ایوانوں میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی
۳۔	۳ھ	۴ غزوات	۲ سرایا	مسلمان اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے
۴۔	۴ھ	۳ غزوات	۳ سرایا	اسلامی کی تبلیغ کا کام رواں ہوا
۵۔	۵ھ	۴ غزوات	۱ سرایا	اسلام کا تفویض کردہ مشن جاری رہا
۶۔	۶ھ	۳ غزوات	۱۱ سرایا	اہل کفر پر غلبہ حاصل ہوا
۷۔	۷ھ	۲ غزوات	۱۱ سرایا	اللہ نے اہل اسلام سے لشکروں پر فتح یابی کا مژدہ سنایا
۸۔	۸ھ	۳ غزوات	۱۰ سرایا	اسلام اپنی تکمیل کی طرف گامزن ہوا
۹۔	۹ھ	۱ غزوہ	۶ سرایا	اہل روم پر اسلام کی دھاک بیٹھ گئی
۱۰۔	۱۰ھ	--	۲ سرایا	نجران اور یمن کی طرف اسلام کے قدم اُٹھے
۱۱۔	۱۱ھ	--	۱ سریہ	اہل روم سے دوسری اور اسامہؓ کی فیصلہ کن لڑائی
۱۲۔	کل تعداد☆	۲۸ غزوات	۵۴ سرایا	

غزوات النبی ﷺ کا اجمالی خاکہ

نمبر شمار	نام غزوہ	سن وقوع	تعداد مجاہدین	مد مقابل گروہ	
۱۔	غزوہ ابواء	۲ھ	۶۰ مہاجرین	قافلہ قریش اور بنو حمزہ	
۲۔	غزوہ بواط	۲ھ	۲۰۰ مہاجرین	قافلہ قریش	
۳۔	غزوہ عشیرہ	۲ھ	۲۰۰ مہاجرین	قافلہ قریش	
۴۔	غزوہ بدر اولیٰ	۲ھ	۲۰۰ مہاجرین	کرز بن جابر الفہری	
۵۔	غزوہ بدر کبریٰ	۲ھ	۳۱۳	قافلہ قریش اور قبائل عرب	
۶۔	غزوہ قرقرۃ الکدر، سلیم	۲ھ	-	قبائل سلیم اور غطفان	
۷۔	غزوہ بنو قینقاع	۲ھ	-	بنو قینقاع	
۸۔	غزوہ سویق	۲ھ	۲۰۰	ابوسفیان	
۹۔	غزوہ غطفان	۳ھ	۴۵۰	قبیلہ غطفان	

۱۰۔	غزوہ نجران	۳ھ	۳۰۰	قبیلہ بنوسلیم
۱۱۔	غزوہ اُحد	۳ھ	۷۰۰	مشرکین مکہ
۱۲۔	غزوہ حمراء الاسد	۳ھ	۔	مشرکین مکہ
۱۳۔	غزوہ بنی نضیر	۴ھ	۔	یہودی بنی نضیر
۱۴۔	غزوہ بدر موعد	۴ھ	۱۵۰۰	مشرکین مکہ
۱۵۔	غزوہ ذات الرقاع	۴ھ	۴۰۰	بنی محارب، بنی ثعلبہ
۱۶۔	غزوہ دومۃ الجندل	۵ھ	۱۰۰۰	کفار دومۃ الجندل
۱۷۔	غزوہ المریسع	۵ھ	۔	قبیلہ بنو مصطلق
۱۸۔	غزوہ خندق	۵ھ	۳۰۰۰	ابوسفیان مع کفار مکہ
۱۹۔	غزوہ بنی قریظہ	۵ھ	۔	بنی قریظہ
۲۰۔	غزوہ بنی لحیان	۶ھ	۲۰۰	بنی لحیان
۲۱۔	غزوہ ذی قرد	۶ھ	۵۰۰، ۷۰۰	عینیہ بن فرازی
۲۲۔	غزوہ حدیبیہ	۶ھ	۱۵۰۰	مشرکین مکہ
۲۳۔	غزوہ خیبر	۷ھ	۱۶۰۰	قبائل یہود
۲۴۔	غزوہ عمرۃ القضاء	۷ھ	۳۰۰۰	کفار مکہ
۲۵۔	غزوہ موتہ	۸ھ	۳۰۰۰	شام
۲۶۔	غزوہ مکہ	۸ھ	۱۰۰۰۰	مشرکین مکہ
۲۷۔	غزوہ حنین	۸ھ	۱۰۰۰	بنوھوازن
۲۸۔	☆غزوہ تبوک☆	۹ھ	۳۰۰۰۰	کفار روم

موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحٰق، واقدی، ابن اسعد، ابن جوزی نے غزوات کی تعداد ۲۷ بتائی ہے سعید بن مسیب سے عبدالرزاق بسند صحیح ۱۲ کے مطابق ۲۴ ہے، جابر بن عبداللہ سے ۲۱ اور زید بن ارقم سے ۱۹ مروی ہے۔ یہ غزوات کی تعداد میں تفاوت حقیقی نہیں ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض غزوات کے مقامات ایک دوسرے سے قریب تھے اور بعض غزوات ایک ہی سفر میں پیش آئے۔ اور اس لئے بعض حضرات نے ان غزوات کو ایک ہی غزوہ شمار کیا اور دیگر حضرات نے ان سب غزوات کو الگ الگ شمار کیا۔ اس لئے ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوگئی ہے۔ مثلاً غزوہ ودان اور ابواء کیونکہ ایک دوسرے کے قریب تر ہیں اس لئے بعض نے ان کو ایک غزوہ شمار کیا اور بعض نے دو شمار کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ صلح سے ختم ہوا اس لئے اسے کسی غزوہ میں شمار نہیں کیا۔ اس طرح غزوہ حنین اور طائف ایک ہی سفر میں پیش آئے اس لئے بعض نے ان کو ایک غزوہ شمار کیا اور بعض نے دو۔ یہ امور غزوات کی کمی بیشی کا سبب بنے۔ لیکن ان سے حقیقت حال متاثر نہیں ہوتی۔

سرایا کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن سعد ۴۰ ابن البر ۳۵ اور ابن اسحٰق سے اڑتیس واقدی سے ۴۸ اور ابن جوزی سے ۵۶ کی تعداد منقول ہے ﴿۵۱﴾

(سیرت النبی ﷺ مولانا شبلی نعمانی)

بارگاہِ پاک ﷺ میں آہستہ بول

زائرِ کوئے جناں! آہستہ چل
دیکھ' آیا ہے کہاں' آہستہ چل

جیسے جی چاہے جہاں میں گھوم پھر
یہ مدینہ ہے' یہاں آہستہ چل

لمسِ پائے مصطفیٰ ﷺ کے فیض سے
یہ زمیں ہے آسماں' آہستہ چل

خُلد کی کیاری سے آہستہ گزر
ہے ہجومِ عاشقاں' آہستہ چل

حاضری میں ہیں ملک ستّر ہزار
قدسیوں کے درمیاں' آہستہ چل

بارگاہِ پاک ﷺ میں آہستہ بول
ہو نہ سب کچھ رائیگاں' آہستہ چل

دیکھ لُوں جی بھر کے شہرِ مصطفیٰ ﷺ
میرے میرِ کارواں ﷺ! آہستہ چل

در پہ آیا ہوں بڑی مدت کے بعد
اے مری عمرِ رواں! آہستہ چل

جالیوں کے سامنے جلدی نہ کر
وہ ﷺ ہیں نازشؔ' مہرباں ﷺ آہستہ چل

محمد حنیف نازش قادری

یہود کے ساتھ معاہدہ

رسول اکرم ﷺ نے یہود کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی، ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گرد و پیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔ مدینے کے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔ یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی، ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔

یہ معاہدہ اسی معاہدے کے ضمن میں ہوا تھا کہ جو خود مسلمانوں کے درمیان باہم طے پایا تھا۔ اس معاہدے کی دفعات پیش کی جارہی ہیں۔

معاہدے کی دفعات

1- بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر۔ خود ان کا بھی یہی حق ہوگا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہونگے۔

2- یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

3- اور جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

4- اور اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور رسائی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

5- کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہیں ٹھہرے گا۔

6- مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

7- جب تک جنگ برپا رہے گی، یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

8- اس معاہدے کے سارے رفقاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت و خون حرام ہوگا۔

9- اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ جل شانہ اور محمد الرسول ﷺ فرمائیں گے۔

10- قریش اور اس کی مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

11- جو کوئی یثرب پر دھاوا بول دے اس سے لڑنے کے لئے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

12- یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئے جس کا دارالحکومت مدینہ تھا اور جس کے سربراہ محمد الرسول اللہ ﷺ تھے اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی اور اس طرح مدینہ واقعۃً اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔ امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لئے نبی کریم ﷺ نے دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔

سید و سرور محمد ﷺ نورِ جاں
بہتر و مہتر شفیع ﷺ مذنباں
با محمد ﷺ نورِ عشقِ پاک جفت
بہر عشقِ او را لولاک گفت
گر نہ بودے بہر عشقِ پاک را
کے وجودے دادمے افلاک را
منتہی در عشقِ او چوں بود فرد
پس مراد را ز انبیاء تخصیص کرد
پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما
آمدیم آخر زماں ﷺ در انتہا
آخرین قرنہا پیش از قرون
در حدیث است آخرون السابقون

مولانا جلال الدین رومیؒ

ممدوحِ خالق و مخلوق ﷺ

- نظریہ جمالِ پروردگار
- عظمتِ رسول ﷺ اغیار کی نظر میں
- نعت کا سفر
- فضائل درود شریف
- نعت گوئی اور غیر مسلم شعرا
- نعتیہ کلام سے انتخاب
- گلہائے عقیدت
- 29 ویں قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس، سیرت النبی ﷺ کانفرنس، جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی
- تبصرۂ کتب

پروفیسر ڈاکٹر احمد رفیق اختر، فاروق اشرفین، لیفٹیننٹ کرنل مجتبیٰ ترمذی، سرور انبالوی، سید زبیر، یوسف عالمگیر ین اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مشہور نعت گو شعراء کا نعتیہ کلام۔

نظریۂ جمالِ پروردگار

آنحضورﷺ کی ذاتِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ کو ایسی بے شمار صفات سے نوازا جو اللہ تعالیٰ کی اپنی صفات ہیں اور کسی اور نبی یا رسول کو نہیں مل سکیں۔ ربِ کائنات کے حضور آپﷺ کے مقام و مرتبہ اور کائناتِ ارض و سما میں آپﷺ کے پیکرِ جمال کی عدیم المثلیت کو پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب نے نہایت بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔

جمالیات کا عنوان بظاہر تو حسن و جمال ہے مگر اس پر گفتگو اتنی حسن و جمال سے پر نہیں بلکہ کئی پیچیدہ مباحث پر مشتمل ہے۔ یوں تو بے شمار موضوعات ہیں مگر قریباً دنیا بھر کے فلاسفر مشرق و مغرب نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی ہے اور اگر جمالیات کے موضوع کو تکنیکی اعتبار سے پرکھا جائے اور اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو شاید عام آدمی حسن سے ہی بیزار ہو جائے۔ جمالیات کا اصل مطلب ہے گفتگوئے اظہار۔ ذہنوں کے مابین گفتگو۔ یہ حسن ذوق کے مطالعے کا نام ہے۔ اس لئے دشوار ہے کہ یہ ذہن انسانی کے اختلافی درجات کی طرح فرد سے فرد اور قوم سے قوم جدا ہوتا ہے۔ ایک ہی انسان میں بلوغت فکری سے بدلتی ہوئی معاشی و معاشرتی صورتحال میں کم و بیش اور بلند و پست ہوتا رہتا ہے۔ حسن و ذوق کے مختلف انداز مختلف حالات میں تعیش میں، جبر میں، قدر میں، فراش میں، بخیلی میں، جمالیات اپنا انداز جدا کر لیتی ہے۔ کبھی افادیت کا پہلو اس کی ناگزیریت پر غالب آ جاتا ہے۔ کبھی محبت افادیت پر غالب آ جاتی ہے، کبھی جذبہ سائنس فکر کو جھٹلا دیتا ہے۔ کبھی تقلید شخص اجتہاد کو نامنظور کر دیتی ہے۔ کبھی معاشرتی رجحانات معاشی وجوہات پر غالب آ جاتے ہیں اور کبھی کبھی غم دوراں غم جاں پر غالب آ جاتے ہیں۔

جس ترتیب سے کسی چیز کو مرتب کیا جائے گا وہ حسن کہلائے گی۔ حسن کی تعریف تب مکمل ہوتی ہے۔ جب ترتیب کے مقاصد کا تعین ہو جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ بذات خود حسن کی تعریف نہیں ہو سکتی مگر جس ترتیب سے آگے بڑھ کر حسن وجود میں آیا جب اس کا تجزیہ ہو گا تو ہم حسن کی بہتر تعریف کر سکیں گے۔ حسن داخلی بھی ہے

اور خارجی بھی۔ اس وحدت کو جو کمال ملتا ہے اسے وہ حسن تصور کرتا ہے۔ وہ ہم آہنگی Harmony of the Harmony کو کمال حسن قرار دیتا ہے۔

ہم نے قدیم تہذیبوں سے لے کر آج تک تمام وہ معتبر فلاسفر اور دانشور جو اہم ہیں ان کا حوالہ دیا ہے۔ اور اس کا خلاصہ یوں ہے کہ بوطیقا میں ارسطو کہتا ہے:

"Beauty is not an end of the product. It is an enquiry. Work of art is a cultural product. It is not an everyday product."

پہلی بات جو اس نے کہی وہ یہ ہے کہ:

حسن بذات خود ایک مکمل شے نہیں ہے۔

فن کی تخلیق دراصل ثقافتی حاصل ہے اور اس کا انوکھا پن ہے اور ہر روز کا حاصل نہیں ہے۔

یعنی حسن "انوکھا پن" ہے۔

کسی بھی فن پارے کا معیار اور نقاد کا معیار جدا ہے۔ جمالیات کی پرکھ کا انحصار ایک فرد پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے دو افراد کی ضرورت ہوگی۔ ایک حسین اور ایک اس کی تعریف کرنے والا۔ یہ جمالیات کا بنیادی نظریہ ہے کہ اگر حسین از خود اپنے اندر ہی حسن کا حامل رہے تو اس کی توصیف کبھی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے اسے ایک نقاد کی ضرورت ہوگی۔ اس ضمن میں میرا یہ خیال ہے کہ:

نقاد کی رائے کبھی آزاد نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ کبھی مقامی تعصبات سے آزاد نہیں ہوتا۔ مثلاً Johnson Swift انگریزی ادب کا مشہور مزاح نگار ہے مگر انتہائی تلخ ہے کیونکہ تمام زندگی اس کا پیٹ خراب رہا۔ اس کو کبھی ڈھنگ کا کھانا نصیب نہ ہوا۔ اس نے اس کے مزاج میں اتنی تلخی پیدا کر دی کہ اس نے معاشرے پر سخت تنقید کی۔ جب ایک چھوٹی سی بیماری کے اثر کا یہ عالم ہے تو ایک نقاد معاشرے اور ماحول سے کس طرح آزاد ہو سکتا ہے۔ اس لئے فن پر تمام تنقید جزوی اور ایک خصوصی انداز نظر سے ہوگی اور نامکمل۔

اس طرح Catharesis کے خلاف یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر زمانہ حاضر کو دیکھیں تو سارے کا سارا کیتھارسس مار پیٹ کی فلموں اور ظلم و ستم کے واقعات میں نکل گیا۔ اس طرح فحش اور ننگے گیتوں میں نکل گیا مگر جب کیتھارسس کو عام لوگوں کے زاویہ سے دیکھیں گے تو یہ کبھی اعلیٰ و ارفع نہیں ہوتا۔ اس طرح

خیر بھی ہمیشہ ہر آدمی کے لئے باعث خیر اور قابل پسند نہ ہوگا۔ اعلیٰ اقدار اور اخلاق کو آرٹ میں پیش کرنے کے لئے کئی مراحل ہوں گے۔

مثلاً اظہار کرنا۔

معلومات میں پیش کرنا۔

ایک عمومی جائزہ لینا وغیرہ

تمام فنکاروں کو ایک ہی ماحول ملتا ہے مگر ان کی پیش کش میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ جمالیات میں ہم نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ تمام فنکار متنوع نہ ہوں' باوجود ہم زمانی کے کہ ان کی تعلیم وشعور اور مقصد ایک نہیں ہوتے مگر ان کا انداز ثقافتی اور شخصی اہمیت کا حامل ہوگا۔ اس طرح کلچر اور تشخص مل کر ادب وفن میں سٹائل تخلیق کرتا ہے۔

اب ہم قرآن حکیم کی طرف آتے ہیں:

امام راغب فرماتے ہیں:

''حسن وہ شے ہے جو مسرت بخش ہے'' عقل اس کی خواہش کرتی ہے اور یہ عقل کو مرغوب ہے۔ حسن کا الٹ سُو ہے' بدصورتی ہے اور سو وہ بات ہے جو باعثِ غم ہے۔ جو نفسیاتی' ذہنی اور اخلاقی رنج کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: ''موسیٰ نے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گہرے زرد رنگ کی گائے ہے۔ اس کا رنگ دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے'' (سورۃ البقرہ:69)

یعنی اس کے رنگ میں تمہارے لئے مسرت ہے' خوشنمائی ہے۔ قرآن حکیم میں جمالیاتی تفاصیل کے باب میں رنگ تک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''وہی اللہ تمام چیز کا پیدا کرنے والا' بنانے والا اور صورت عطا کرنے والا ہے۔ اسی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں۔''

اب اس مصور عظیم کی اس پروردگار عالم کی تصاویر کے کچھ رنگ دیکھتے ہیں کہ اس کا فلسفہ حسن کیا ہے؟ ایک مقام پر قرآن حکیم نے شام کا منظر بیان کیا ہے کہ جب چرواہے شام کو اپنے جانور چرانے کے بعد گھر لے کر آتے ہیں تو اس وقت کے منظر کے حسن کا کیا عالم ہوتا ہے؟

ترجمہ: ''اور جب (چوپاؤں کو) شام کے وقت چرا کر لاتے ہو اور صبح چرانے لے جاتے ہو تو اس میں تمہاری عزت وشان ہے۔''

یہاں ابلاغ کے کمال کا یہ عالم ہے کہ پورے منظر کو ان جامع الفاظ میں بیان کر دیا۔ ''ولکم فیھا جمال'' کہ اس میں تمہارے لیے حسن ہے۔ یہ حسن اس نے پیدا کیا۔ اسے معلوم ہے کہ یہ حسن ہے مگر یہ حسن اس آدمی کو پیارا لگے گا جو اس کی توصیف کا جذبہ رکھے گا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''پس کوئی متنفس نہیں جانتا تا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ ہے (السجدہ:17)

یعنی انعامات الٰہی اور جنت کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔ یعنی قرآن کے تصور جمالیات کے ذیل میں

1-رنگ

2-اس کا متحرک ہونا' حسن نظارہ اور

3-آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا

کو بیان کرتا ہے۔ اس تصور کو حدیث مبارکہ میں یوں بیان کیا گیا۔

قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حسن کی گذشتہ تمام تعریفات کے مقابل قرآن حسن کی یہ تعریف کرتا ہے۔

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے جو شے بنائی' خوب بنائی اور انسان کی تخلیق کی ابتدا اس نے گارے سے کی یعنی پروردگار نے ہر چیز کو حسن سے بنایا۔ ترتیب سے بنایا۔ یعنی قبح کے تصور کو کلیتاً رد کر دیا گیا ہے یعنی

''There is no concept of ugliness with God''

اس نے ہر چیز کو اچھا اور خوبصورت بنایا ہے۔ ان کی اچھائی یا برائی ہمارے انتخاب پر مرتب ہوئی ہے۔ اب تخلیقات اسی انداز سے جمادات سے حیوانات تک بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: 'بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین تناسب (اعتدال) پر بنایا ہے۔

تمام چیزیں تو تناسب اور خوبصورتی سے بنائی گئیں مگر انسان کو خصوصی توجہ دی گئی ہے اور خداوند نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ گو ہر چیز میں حسن رکھا گیا ہے مگر انسان کی تخلیق میں اس سے کچھ سوا بھی ہے۔ یعنی خدا عمومی فن پاروں سے خصوصی فن پارے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی خلاقی اس کے حسن کی دلیل ہے مگر پھر فرمایا۔

ترجمہ: ''یہ (تمام تر نعمتیں) دنیوی زندگی کا سرمایہ ہے۔'' (آل عمران:14)

اور

ترجمہ: ''اور (اہل حق کے لئے) اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے کہ اللہ کے پاس اس سے بھی بڑھ کر ہے جو کچھ یہاں ہے۔'' (آل عمران:14)

ترجمہ: ''پھر اللہ (اہل حق) اس دن کے شر سے بچالے گا اور ان کو شگفتگی اور سرور عطا فرمائے گا۔''

یعنی وہاں حسن ہے کہ وہاں اونچی آواز سے وہاں بات بھی نہیں کرتا۔ وہاں بات بھی یہ ہوگی۔

ترجمہ: ''اور اہل جنت کو وہ پکار کر کہیں گے اللہ کی تم پر رحمت وسلامتی ہے۔''

وہاں کوئی آلائش اور میل نہیں ہے۔ اسی طرح جو صورتیں پیدا کیں تو تمام صورتوں کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا اچھی صورتیں بنائیں اور پاکیزہ چیزوں سے تم کو رزق عطا کیا''

ترجمہ: اور اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں اور پاکیزہ چیزوں سے تم کو رزق عطا کیا۔''

ترجمہ: ''جس نے تجھ کو پیدا کیا پھر تمہارے اعضا کو درست کیا پھر ان میں تناسب رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے ترتیب دیا۔''

کہ اللہ نے تمام صورتیں اچھی بنائیں اور تناسب کے ساتھ بنائیں۔ اس طرح ارشاد ہوا:

ترجمہ: ''اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔''

زمین و آسمان کی ہر تصویر میں اس کا رنگ جھلکتا ہے۔ اس کی چمک ہے۔ اس کی روشنی ہے۔ اس کا حسن ہے لیس کمثلہ شئی یعنی اس کی مثال بھی نہیں دی جاسکتی۔ اس کے مظاہر کی نقل تو ہوسکتی ہے مگر اس جیسی ممکن نہیں مگر وہ خود ادراک حرف و بیان میں نہیں آسکتا۔ وہ معروضی بھی ہے اور تخلیقی بھی۔

فرمایا:

ترجمہ: ''اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس پر سخت وزن کے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر طرح کی چیز موزوں مقدار میں اگائی۔

یعنی ہم نے ہر چیز تناسب اور حسن سے تخلیق کی۔

ترجمہ: ''(اے رسول ﷺ مذکورہ عورتوں کے علاوہ) اور عورتیں آپ کو جائز نہیں نہ یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کرلیں خواہ ان کا حسن آپ (ﷺ) کو کتنا ہی اچھا لگے۔''

یعنی حسن تعجب خیزی کو بھی آواز دیتا ہے۔ یہ عجز خیال و عقل ہے بقول شاعر

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

گویا حسن کبھی کبھی حیرت زدہ بھی کر دیتا ہے پھر فرمایا:

ترجمہ: ''یعنی صاحب حسن مطلق نے مخلوق کو اپنے حسن کا عکاس بنایا مگر اس کی اپنی شان یہ ہے کہ: ترجمہ حسن عطا و بخشش بھی ہے اور ظہور ذات بھی۔'' تحصیل حسن کی استعداد تو اس نے ہر ایک کے اندر رکھ دی ہے مگر تکمیل حسن تب ہوگی جب وہ رب ذوالجلال کو منزل قرار دے گا ورنہ جمالیات کی تمام تعریفیں ادھوری ہیں جہاں تک بیان حسن کا تعلق ہے رب ذوالجلال تو مچھر تک کی مثال لے کر آتا ہے۔ ممکن ہے کسی کو گمان

گزرے کہ کیا مچھر بھی اس قابل ہے کہ اس کی تخلیق پر رب ذوالجلال فخر کرے تو ارشاد ہوتا ہے کہ اسے نہیں بلکہ اس کی ٹیکنالوجی کو دیکھو۔ تم کوشش بھی کرلو تو اس کی مثل نہ لاسکو گے۔ اگر تم اس حقیر مخلوق میں موجود پروٹو پلازم کی تفصیل میں چلے جاؤ تو اس کی تفصیلات کے تصور سے ہی تم پاگل ہوجاؤ گے۔ اس تخلیق کے حسن کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا۔

ترجمہ: ''اور ہم نے سب سے قریب والے آسمان کو چراغوں سے زینت بخشی اور اس کو محفوظ کردیا۔ یہ انتظام ہے زبردست اور علم والے پروردگار کا'' (حم السجدہ: 12)

اگر ہم ان ستاروں اور سورج کو قریب سے دیکھ لیں تو خاکستر ہو کر رہ جائیں مگر یہ ساری اذیتیں الوہی تناسب کی وجہ سے فرحت کا باعث بن گئے اور زینت کا باعث بن گئے ہیں۔

ترجمہ: ''اور جو کچھ زمین پر ہے ہم نے ان کو ان کے لئے باعث رونق بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ کون (دنیا سے محبت کرتا ہے اور کون مالک دنیا سے محبت کرکے) نیک عمل کرتا ہے۔

یعنی زمین کے سجاؤ اور بناؤ سنگھار کا بھی انتظام کر دیا کہ بنیادی طور پر انسان کو وہی کام دیا گیا جو الوہی ہے کہ یہ فطرت پر تخلیق کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اے دیکھنے والے تو رحمٰن کی کاریگری میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا۔ ذرا دوبارہ آنکھ اٹھا کر دیکھ کیا تجھے کہیں کوئی خلل (رخنہ) نظر آتا ہے'' (الملک: 3)

ہمارے سامنے سارے مکانوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں مگر یہ ایک آفاقی چھت ہے جو بغیر ستونوں کے کھڑی ہے۔ وہ شجر و حجر اور پہاڑ اور سمندروں پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کیونکہ آج تک کسی نے بھی حسن کی تعریف میں اس کی ٹیکنالوجی کے حسن کو شامل نہیں کیا جبکہ حسن تکمیل میں نہیں بلکہ اس کے Process میں بھی ہے۔ گویا

حسن باعث تسکین روح ہے۔
حسن آگہی اور عقل و نور ہے۔
حسن ذاتی اور خارجی بھی ہے۔
حسن ابتدا اور انجام کے درمیان متغیر و معتدل ہے۔
حسن میں تناقص باعث حیرت و عبرت ہے۔
حسن ناآگاہی بھی ہے اور آگاہی بھی۔
حسن اضافی ہے، زمانی ہے، اتفاقی ہے اور متحرک ہے۔
حسن مادی بھی ہے اور غیر مادی بھی۔
حسن تخیلاتی وجدانی اور رومانی بھی ہے۔
حسن کمال بدن و روح ہے کمال فکر و جذبات بھی ہے۔
حسن زوال پذیر بھی ہے اور لازوال بھی۔
حسن ایک قدر ہے جو اشیاء کو مادی وجود اور نوری تصور میں عطا کی گئی ہے۔

حسن کا حقیقی نقاد اور تعریف کرنے والا خود خدا ہے وہ ایک ایسا مصور ہے جو سب سے اعلیٰ اور منفرد ہے۔

ہم اکثر ایک جملہ سنتے ہیں کہ مصور نے اس میں جان ڈال دی ہے یا ہو بہو اصل کو بیان کردیا ہے۔ یہی ہ

صفت الٰہی ہے جس سے ہمیں وجود ملا۔ ہم اللہ کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں جنہیں مصور نے زندگی دے دی ہے۔ ہم نے اپنے آپ کو تخلیق کے درجے سے بھلا دیا ہے۔ حالانکہ یہی تصور ہمارے لئے اس کے حضور حیرت و انکسار کا باعث تھا۔ خالق حقیقی انسان کے علاوہ اپنی کسی بھی مخلوق پر ناز کرسکتا تھا۔ وہ انسان کو معیار حسن اور تصور حسن سے محروم کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ''اور لوگو تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔ بجز اس کے کہ جو خدا ہی کو منظور ہو بے شک اللہ جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔''

مگر اس نے انسان پر اپنا یہ انعام فرمایا حسن کی مکمل آگہی ذہن انسانی سے بالا ہے کیونکہ وہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے قابل نہیں ہے۔ انسان کی تمام تر تعریف حسن تقلیل علم و مواد **Deficiency of Daral** کی پیداوار ہیں مختصر ہیں، محدود ہیں، اضافی اور غیر مکمل ہیں۔ اللہ انسان کو جمادات، نباتات اور عالم حیوانات کے تصور جمال سے گذارتے ہوئے اپنے نظریہ جمال تک پہنچاتا ہے اللہ کا نظریہ جمال محمد رسول اللہ ﷺ ہے اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت رکھتا ہے جس جمال سے وہ محبت رکھتا ہے اس کی تھوڑی سی تعریف یہ ہے کہ:

وہ محمد ﷺ ہے، صادق ہے، امین ہے، رؤف ہے رحیم ہے۔

جوامع الکلمت ہے، شاہد ہے نبی ہے۔

حسن ہے حسین ہے احسن التقویم ہے۔

کمال فکر و عمل ہے کمال اخلاق و کرم ہے وہ بے مثال اور بے عیب ہے۔

شکل و شباہت میں، خدوخال میں، رنگ و بو میں، تکلم و تبسم میں تفکر و تدبر میں، تکریم و ترحم میں اشارہ و کنایہ میں علم بے پایاں میں ابلاغ میں ترفع میں داخلی و خارجی زندگی میں دوستی و رشتے میں بچپن و بلوغت میں صلح و جنگ میں افتخار و اعجاز میں حیات و ممات میں تحصیل و ترویج میں وہ پیکر حسن و جمال کل بھی بے مثال تھا۔ آج بھی ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ ﷺ اللہ کا بندہ ہے، شاہد ﷺ ہے، محبوب ﷺ ہے اللہ کا محمد ﷺ ہے اللہ کا احمد ﷺ ہے۔

یہ تصویر جمال کیسی ہے، اس کا بیان اس کی زبان سے سنیں جس نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا وہ ایک نادان اور سادہ مزاج بڑھیا جس سے اللہ کے رسول ﷺ کے دشمنوں نے پوچھا کہ کیا یہاں سے رسول اللہ ﷺ گزرے ہیں تو ام معبد نے کہا: ''ہاں وہ ﷺ پاکیزہ روح، کشادہ رو، پسندیدہ خو، نہ توند نکلی ہوئی، زیبا صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے گھنے، آواز میں

بھاری پن، بلند گردن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ چال، گویا دلبستگی لئے ہوئے۔ دور سے دلفریب قریب سے شیریں کلام، کلام کی و بیشی سے معرا تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی، میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نہیں نظر آتے۔ نہ اتنے طویل کہ آنکھ اس ﷺ سے نفرت کرے۔ والا قدر، رفیق ایسے کہ کہ اس ﷺ کے دائیں بائیں رہتے ہیں۔ جب وہ ﷺ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ مخدوم اور مطاع، وہ ﷺ جو حکم دیتا ہے اس ﷺ کے رفیق تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں۔

کیا اس ﷺ سے بہتر کوئی تصویر ہو سکتی ہے۔

امام ابن حزمؒ نے آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اس طرح نقل کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد، آپ ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا۔ رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید نہ گندمی گوں بلکہ سفید کے ساتھ ساتھ سرخی لیے ہوئے تھا۔ چہرہ مبارک چودھویں رات کی طرح روشن تھا۔ چمکدار سر کے بال، نہ بالکل سیدھے نہ پیچدار بلکہ ہلکی سی پیچیدگی کے ساتھ گھنگریالے تھے۔ اعضا کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی اور پُر گوشت، دندان مبارک خوبصورت اور چمکدار، دہن اعتدال کے ساتھ، فراخ و تنگ نہ تھا۔ ناک خوبصورت تھی۔ رفتار تیز تھی۔ چلتے تو معلوم ہوتا جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے یعنی صرف گردن پھیر کر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ نگاہ نیچی رہتی تھی۔ پنڈلیاں پر گوشت اور ملائم تھیں۔ ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔ ریش مبارک گھنی اور بال سیاہ تھے۔ آپ کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ سر کے بال لانبے ہوتے کانوں کی لو یا شانے تک پہنچتے ورنہ نصف کانوں کی لو تک رہتے۔ سر یا داڑھی کے بال زیادہ سفید نہ تھے۔

یہ تو آپ ﷺ کے جسمانی جمال کا خاکہ ہے۔ آپ ﷺ کے روحانی اور اخلاقی جمال کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مال دینے میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ ﷺ اس میں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک آپ کی خدمت کی۔ آپ ﷺ نے کبھی مجھے اف نہیں کہا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لئے فرمایا میں بازار میں بچوں سے کھیلنے لگا۔ ناگاہ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنی گردن پر پایا۔ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ ناراض نہیں تھے، مسکرا رہے تھے فرمایا حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اچھی عادات رکھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے جس نے کوئی چیز مانگی، آپ ﷺ نے نہیں، نہیں فرمایا۔

نہ رفت لا بزباں مبارکش ہرگز
مگر در اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک بدوی آپ ﷺ کے پاس سے پلٹ کر گیا تو اس

نے کہا اے میری قوم محمد (ﷺ) اتنا کچھ دیتے ہیں کہ پھر احتیاج نہیں رہتی۔ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور ﷺ نے مجھے دیا جو دیا' وہ آپ سب لوگوں میں زیادہ مجھے غیر محبوب تھے۔ آپ ﷺ مجھے دیتے رہے اتنا دیتے رہے کہ آپ ﷺ میرے لئے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ غرضیکہ کسی کو آپ کے جمال کا کوئی پہلو نظر آیا تو کسی کو کوئی۔

جب آپ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ روتی ہے دل رنج کرتا ہے مگر میں زبان سے کچھ نہیں کہتا۔ سوائے اس کے جو اللہ کو پسند ہو۔ جب ایک بدو نے آپ ﷺ سے سوال کیا یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ بچوں سے پیار کرتے ہیں اور ان کو چومتے ہیں؟ قسم خدا کی ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ فرمایا کیا کروں؟ اللہ نے تمہارے دلوں سے رحم نکال دیا ہے۔ حیا و شرم کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ میں پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ شرم وحیا تھی کہ جس چیز کو آپ برا سمجھتے' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔ یہ اظہار انتہا تھی فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

انداز بیان کی نزاکت و لطافت کا یہ عالم کہ جب ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو اونٹوں پر سوار تھیں' تیز رفتاری سے لے جا رہے تھے تو فرمایا: ''آہستہ لے چلو ان شیشوں کو۔''

ہاتھوں میں نور و برکت کا یہ عالم کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مدینہ کے لوگ اپنے پانی کے برتن آپ ﷺ کے پاس لے آتے اور آپ ﷺ کو اپنا دستِ مبارک اس میں ڈبو دیتے اور سردیوں میں بھی یہ معمول ہوتا اور آپ ﷺ کو سخت تکلیف بھی ہوتی۔

حجام آپ ﷺ کا سر بنایا کرتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قریب ہوتے کہ آپ ﷺ کا کوئی بال زمین پر نہ گرے' آپ ﷺ معتدل اور فطری تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کو دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کو چنا۔ آپ ﷺ نے کبھی اپنے لئے بدلہ نہیں لیا۔ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا' نہ عورت کو نہ خادم کو۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' آپ ﷺ ظہر کی نماز کے لئے نکلے۔ سامنے کچھ بچے آئے آپ ﷺ نے ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرا' میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں وہ خوشبو اور ٹھنڈک تھی جیسے خوشبو ساز کے ڈبے سے ہاتھ نکلا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں عنبر و مشک میں اور کسی خوشبو میں ایسا حسن نہیں دیکھا جو آپ ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو میں تھا۔ میں نے دیباج و حریر میں ایسی

> ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
> ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نرمی نہیں دیکھی جیسی آپ ﷺ کے جسم مبارک میں تھی۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک سفید چمکتا ہوا تھا اور سینہ مبارک پر موتی جیسا تھا۔ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا' جب وہ پسینہ جمع کر رہی تھیں تو وہ کہنے لگیں' وہ خوشبو جمع کر رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پیشانی پر پہلے بال لٹکایا کرتے تھے' پھر مانگ نکالنے لگے۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ آپ ﷺ میانہ قد تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ بال کانوں کی لو تک تھے۔ آپ ﷺ سرخ و زرد لکیروں والا جوڑا پہنتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سب سے خوبصورت تھا۔ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بال میانہ تھے۔ گھنگریالے تھے' نہ سیدھے یعنی اگر دنیا کی بہترین تصاویر اور نقش و نگار کا بھی تصور کریں تو اس کا آپ ﷺ سے مقابلہ ناممکن ہے۔

حضور ﷺ نے بھی ایک بات فرمائی کہ اگر کسی شخص کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے تو وہ بخیل ہے۔ بخیل صرف حرص و ہوس کا ہی نام نہیں بلکہ یہ وہ شخص ہے جس میں کسی اچھی چیز کی کوئی صفت موجود نہیں ہے۔

اور حضور ﷺ اس معراج حسن پر ہیں کہ اگر آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور انسان میں ذرا بھی تو صفی حس موجود ہوگی تو وہ ضرور درود پڑھے گا اور یہ بات کہ وہ کافر ہو' مشرک ہو' جب بھی انسانی قدر اور ذاتی حسن و جمال کا تذکرہ ہو تو چاہے وہ کارلائل ہو وہ اپنے پیغمبر کو نہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی ہیرو قرار دے گا۔ چاہے وہ The 100 کا مائیکل ہارٹ ہو اسے نقطہ معراج پر آپ ﷺ ہی نظر آئیں گے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا یہ عالم ہے کہ:

ترجمہ: ''تحقیق تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئے' جنہیں تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے اور تمہارے لئے خیر پر حریص ہیں اور اہل ایمان کیلئے سراپا راحت و رحمت ہیں۔''

ہم تصویر کو اس وقت عظیم مانتے ہیں جب وہ زندگی کے قریب تر ہو اور الوہی کمال حسن کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنی تصویروں میں حقیقتاً جان ڈال دیتا ہے۔ اگرچہ تمام بنی نوع انسان اس کی تصاویر ہی ہیں مگر جو سب سے اعلیٰ تصویر اللہ نے بنائی وہ محمد ﷺ رسول اللہ ہیں کہ اس تصویر میں اس نے تمام جمالیاتی پہلوؤں کو جمع کر دیا۔

ظاہر میں' باطن میں' ترفع میں' کمال میں' یہ پیکر جمال ﷺ آج تک ہمارے لئے باعث فخر نجات اور باعث رحمت اور باعث صلوٰۃ و درود ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ'
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

عظمتِ رسول ﷺ غیروں کی زبانی

محسنِ انسانیت ﷺ کی ذات اور اُن ﷺ کے برپا کیے گئے انقلاب پر غیر مذاہب کے مفکرین نے بہت سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ بہت سوں نے اُن ﷺ کی ہستیء برکات سے محبت و فریفتگی کا اظہار برملا کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ صرف "پیغمبرِ اسلام" نہیں بلکہ "عظمتِ کائنات ﷺ" ہیں

فاروق اشرفین کی خصوصی تحریر

آج مغرب و مشرق دو سمتوں کا نام نہیں بلکہ دو تہذیبوں کے وجود کی علامت ہیں۔ ایک تہذیب "میکانکی تصورِ حیات" کا پرچار کرتی ہے تو دوسری "مکمل ضابطہء حیات" کی امین ہے۔ ایک علمِ محسوس (Perceptual Knowledge) کے علاوہ کسی علم کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی اور دوسری حیات، شعور اور نفسِ انسانی کو مادی چاردیواری سے بہت آگے، بہت بلند لے جاتی ہے۔ اسی لئے Dr C.D Broad اپنی کتاب "The Mind and Its Place in Nature" میں اس بات پر نوحہ کناں ہے کہ "حیاتِ نفسانی کے لئے تو یکسر جہالت اور فزکس اور کیمسٹری کا علم روزافزوں بڑھتا ہوا (انفارمیشن کا سمندر اور علم کا قحط) جب صورتِ حال ایسی پیدا ہوجائے تو وہ معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ قرآن اس معاشرے کی تصویر کشی اس طرح کرتا ہے: كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ترجمہ: "گویا خشک لکڑیاں ہیں، جنھیں سوٹ پہنادیا گیا ہے۔" (القرآن)

Leslie Paul اپنی کتاب "Annihiliation of Man" میں رقمطراز ہے کہ: "ڈارون اپنے خطوط میں لکھتا ہے کہ ایک مدت تک ایک ہی سمت میں سوچنے سے اس کی طبیعت نے ان تمام چیزوں سے حظ اٹھانا چھوڑ دیا جو بچپن اور جوانی میں اسے بہت محبوب تھیں۔ شاعری، مصوری، موسیقی وغیرہ ...... چنانچہ اپنی طبیعت کی اسی تبدیلی کو ڈارون بہت بڑا نقصان قرار دیتا ہے۔ جو کچھ ڈارون سے ہوا، وہی کچھ آج سارے مغرب سے ہوگیا ہے۔" (p.168) قرآن کے الفاظ میں: تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ (القرآن)

ترجمہ: "بظاہر ایک جگہ جمع ہیں لیکن دل ہر ایک کے الگ الگ۔"

Deen Inge کے الفاظ میں: "اگر دنیا کی اخلاقی حالت کو دیکھا جائے تو مجھے ہکسلے (Huxley) کے اس نتیجے سے متفق ہونا پڑے گا کہ ترقی کے مسلمہ معیار کے مطابق اس دور کی ترقی، ترقی نہیں تنزلی ہے - (The Fall of The Idols - p.71)

مشہور مستشرق کارلائل کہتا ہے کہ "اگر مغرب کا کوئی وجود تھا تو مشرق کے ظہور سے اس کا وجود سامنے آیا اور پیغمبر اسلام ﷺ ایک ایسی ہستی ہیں جن کی بعثت نے مشرق و مغرب کی تہذیبوں کے نقطہء آغاز اور عرصہء وجود میں حدِ فاصل قائم کردی۔ ایک طرف صرف انسان بستے ہیں اور دوسری طرف ایمان بھی آباد ہے۔ محمد (ﷺ) کا کمال یہ ہے کہ انہوں ﷺ نے انسانیت کے کمال تک پہنچنے کا نظریہ متعارف کرایا ہے۔"

پروفیسر الفریڈ کوبن لکھتا ہے: "جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ انسان ایمان کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے اسے دورِ حاضر کے نوجوانوں کی حالت کا مطالعہ کرنا چاہئے جو مضطربانہ اس تلاش میں پھر رہے ہیں کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس پر ایمان لایا جائے (The Crisis Of Civilization)

وہ چیز جس پر ایمان لایا جائے رسول اکرم ﷺ کے نظریہء حیات کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس بارے میں خود مغربی تہذیب کی کوکھ سے جنم لینے والے مستشرقین اس بارے میں کیا کہتے ہیں، وہ غور سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

Thomas Carlyle اپنی شہرہء آفاق تصنیف "Heroes & Hero Warship" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا بنا کر پوجنے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے: "اولین دورِ جہالت سے گزر کر، اب ہم ایک مختلف قسم کے انسانوں اور مذہب کی ایک نرالی دنیا کی طرف آتے ہیں۔ یعنی عربوں میں دینِ محمدی ﷺ کی اشاعت کی طرف...... ایک بہت بڑا انقلاب! ایسا انقلاب جس نے نوعِ انسانی کی عام حالت اور ان کے تصوراتِ زندگی میں عجیب تبدیلی اور محیر العقول رفعت پیدا کردی۔ اس دور کا ہیرو اپنے ابنائے جنس میں خدا نہیں سمجھا جائے گا بلکہ خدا کا پیامبر تصور کیا جائے گا۔ یہ بطل پرستی (hero worship) کا ہی دوسرا دور ہے۔ پہلا دور اب کلیۃً ختم ہو چکا ہے اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ تاریخ عالم میں اب کوئی ایسا انسان نہیں آئے گا جسے اس کے ہم جنس خدا بنا لیں۔ اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ یہ جہالت تھی اور انسانی فہم کی بہت بڑی غلطی۔"

مشہور مفکر ڈورسی (Dorsi) کے مطابق: "عربوں کا ظہور ایک داستان ہے اور یقیناً دنیا کی تاریخ میں ایک غیر معمولی واقعہ...... یہ حقیقت کہ دنیائے تہذیب کس حد تک عربوں کی شرمندۂ احسان ہے، اتنے عرصہ تک اس لئے نگاہوں سے اوجھل نہیں رہی کہ مسلمانوں نے ہمیں اپنے قریب نہیں آنے دیا بلکہ اس لئے کہ عیسائی جس کے دشمن ہو جائیں اس

ورفعنا لک ذکرک

کی کوئی خوبی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ہم یہ تو نہایت آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ کوپرنیکس نہ ہوتا تو نیوٹن بھی نہ ہوتا لیکن یہ کبھی تسلیم نہیں کرتے کہ عرب ہمیں علم الافلاک نہ دیتے کوپرنیکس پیدا ہی نہ ہوسکتا یا ہم یہ آسانی کہہ دیتے ہیں کہ یہودیت نہ ہوتی تو عیسائیت بھی نہ ہوتی لیکن اس حقیقت کو بآسانی تسلیم نہیں کرتے کہ عرب نہ ہوتے تو دورِ حاضر کی تہذیب بھی کہیں نہ ہوتی۔''

Gibbon اپنی کتاب "Decline and Fall" میں لکھتا ہے: ''اب ہماری نگاہ اس ناقابلِ فراموش انقلاب پر مرکوز ہے۔ جس نے اقوامِ عالم پر ایک نرالا لیکن دائمی نقش ثبت کردیا۔'' (vol.II, p.255)

Robert Briffault اپنی مشہور کتاب "The Making of Humanity" میں لکھتا ہے: ''وہ روشنی جس سے تہذیب کی شمع دوبارہ جلائی گئی' یونانی اور رومی ثقافت کی ان چنگاریوں سے نہیں لی گئی جو یورپ کے کھنڈرات میں سلگ رہی تھی' نہ ہی باسفورس کے کنارے زندہ موت سے۔ یہ روشنی شمال کی طرف سے نہیں بلکہ جنوب کی طرف سے آنے والوں سے لی گئی۔ یہ روشنی عرب سے اٹھی۔ (p.183)

عیسائی دنیا کا معروف عالم W. N. Weech اپنی تصنیف "History of the World" میں یوں رقم طراز ہے: ''مغرب میں پوپ' کلیسا پر اپنے اقتدار کا مدعی تھا۔ مشرق میں قیصر کا یہی دعویٰ تھا' جس کا بطلان مصر اور شام کررہے تھے۔ اس طرح عیسائیت کی صفوں میں مہلک انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ وقت آچکا تھا کہ ان صفوں کو بالکل معدوم کردیا جائے کیونکہ اب ایک عظیم الشان روحانی قوت عرب سے نمودار ہونے والی تھی۔'' (p.250)

مشہور مستشرق اور مورخ Pringle Kennedy نے خطہ عرب کا بڑا دلچسپ احوال لکھا ہے۔ وہ اپنی کتاب "Arabian Society at the Time of Mohamad" میں لکھتا ہے: ''..... چند ہی سال کے عرصہ میں فتنہ وفساد کا نقشہ بدل گیا۔ کس طرح 650ء تک یہ دنیا' اس دنیا سے یکسر مختلف ہوگئی' جو اس سے پہلے تھی؟ نوعِ انسان کی تاریخ میں یہ باب ایک نمایاں خصوصیت کا حامل ہے۔'' (p.18)

سرولیم میور جیسا متعصب آدمی بھی اپنی کتاب "Life of Muhammad" میں اس بات کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتا ہے کہ: ''ہماری تمام تصنیفات محمد (ﷺ) کے بارے میں ان کی عظمت و اخلاق اور پاکیزگی' اطوار پر' جو اہلِ مکہ میں کمیاب تھی' متفق ہیں۔''

Tor Andre "Muhammad - The Man and His Faith" میں کہتا ہے: ''سچا رسول وہ ہے جس کے پاس (نوعِ انسانی کے لئے) کوئی پیغام ہو۔ وہ جس کی روح میں اس زمانے کے اہم مسائلِ حیات' اضطرابی کیفیت پیدا کردیں اور مسائل و مباحث کی اہمیت' اسے دعوت اور پکار پر مجبور کردے۔''

(ضمناً) اسی حقیقت کو علامہ عبدالقدوس گنگوہیؒ جو ایک بہت بڑے مسلمان صوفی بزرگ گزرے ہیں' نے ان الفاظ میں رسول کریم ﷺ کی عظمت کو بیان کیا ہے: ''محمد عربی ﷺ فلک الافلاک کی بلندیوں پر پہنچ کر واپس تشریف لے آئے۔ خدا شاہد ہے کہ اگر میں اس مقام پر پہنچ جاتا' تو کبھی واپس نہ آتا۔'' علامہ اقبالؒ کے بقول: ''ایک صوفی کے لئے اس کے انفرادی تجربہ کی تجرگاہ' آخری مقام ہوتی ہے۔ لیکن ایک رسول کے دل میں اس سے زلزلہ انگیز نفسی قوتیں بیدار ہوجاتی ہیں' جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تمام دنیائے انسانیت میں ایک انقلاب پیدا کردیں۔ (خطبات' ص118)

میرے نزدیک کارلائل کی شہادت حرفِ آخر معلوم ہوتی ہے جب وہ یہ کہتا ہے کہ: ''جذبۂ جاہ پرستی! نہیں ہرگز نہیں۔ اس سیاہ چمکیلی آنکھوں اور گہرے اور کشادہ قلب والے فرزندِ صحرا ﷺ کے دل میں جو جذبات موجزن تھے وہ جاہ پرستی سے بالکل الگ تھے۔ ایک خاموش روحِ عظیم ﷺ!...... وہ ان میں سے تھا جو صداقت مجسم ہوتے ہیں' وہ ﷺ جنہیں خود فطرت صداقت کے لئے منتخب کرتی ہے جبکہ ساری دنیا روایات کہن اور نظری اعتقادات کی وادیوں میں گامزن نظر آتی ہے اور ان ہی فرسودہ روایات میں اپنا اطمینان پالیتی ہے۔ اس قسم کا انسان اپنے آپ کو اس جھوٹے نقاب کے اطمینان میں چھپانا نہیں چاہتا۔ وہ اس تمام ہجوم میں اپنے آپ کو تنہا پاتا ہے اور اس کی رفیق اس کی اپنی روح یا تلاشِ حقیقت کی تڑپ ہوتی ہے۔ ایسے شخص کا پیغام قلب

فطرت کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز ہوتا ہے۔ لوگوں کو صرف اسی کے پیغام پر کان دھرنا چاہئے کسی اور آواز پر نہیں۔ اس کے مقابلہ میں اور سب کچھ یونہی ہوائی ہوتا ہے۔'' (Heroes and Hero Worship, p.49)

Pringle Kennedy کا یہ کہنا بڑا برمحل ہے کہ: ''ہم میں سے ان لوگوں کے لئے جن کے نزدیک انسان ہی سب کچھ ہے' ماحول کچھ نہیں۔ محمد (ﷺ) اس حقیقت کی عظیم الشان مثال ہیں کہ ایک انسان کیا کچھ کرسکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ بھی جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تاریخ کے انقلابات کسی ایک فرد کی کوششوں سے کہیں زیادہ ماحول کی خصوصیات اور قلبِ انسانی کی استعدادِ قبولیت کے رہینِ منت ہیں۔ اس لیے انکار نہیں کرسکتے کہ اگر تاریخ میں ایسا انقلاب آنا ہی تھا تو محمد (ﷺ) کے بغیر یہ انقلاب ایک غیر متعین عرصہ تک معرضِ التوا میں رہتا۔''

یہ انقلاب کیا تھا۔ عربوں کے لئے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھی جو انہیں تاریکی سے نور کی طرف لے آئی تھی۔ عرب اس کے لئے پہلی دفعہ زندہ ہوا۔ "Heroes" کا خالق کہتا ہے: ''ایک ایسی قوم جو ابتدائے آفرینش سے گمنامی کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی'ان کی طرف سے ایک رسول ﷺ آیا جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ قوم ایمان لے آئی۔ وہ دیکھو! وہی گمنام چرواہے' دنیا کی ممتاز ترین قوم بن گئے۔ وہ حقیر قوم ایک عظیم الشان ملت میں تبدیل ہو گئی۔ ایک صدی کے اندر اندر عرب ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی تک چھا گئے۔ اس کے بعد سینکڑوں برس ہو چکے ہیں کہ یہ اسی شان وشوکت اور درخشندگی و تابندگی سے کرۂ ارض پر مسلط ہیں۔ کیا یہ انقلاب ایسا ہی نہیں جیسے ریت کے کسی سیاہ گمنام ٹیلے پر آسمان سے بجلی آ گرے اور وہ ریت کا تودہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک آتش گیر مادہ میں تبدیل ہو کر اس طرح دہک جائے کہ دہلی سے غرناطہ' اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آ جائے۔ نوعِ انسانی خشک نخلستان کی طرح ایک نوزائیدہ کے انتظار میں تھی۔ وہ بجلی کا شرارہ اس بطلِ جلیل ﷺ کی صورت میں آسمان سے آیا اور تمام نوعِ انسانی کو شعلہ صفت بنا گیا۔ (p.66)

"The Eclipse of Christianity" کا مصنف L. E. Browne لکھتا ہے کہ: ''محمد (ﷺ) سے عربوں کی قبائلی عصبیت کا خاتمہ ہو گیا اور وہ ایک ایسے رشتہ میں منسلک ہو گئے کہ جس سے وہ اس سے پیشتر ناآشنا تھے۔ یہ رشتہ توحید کا عقیدہ تھا جو انہیں ایک مرکز پر لے آیا اور ان کی فتوحات کو ان کے لئے ممکن بنا دیا۔'' (p.24,28)

تاریخ عرب کے مصنف Hitti کے الفاظ میں:

''عرب کی تاریخ میں یہ پہلی کوشش تھی کہ انہیں خون کے بجائے مذہب کے نام پر جمع کیا جا رہا تھا۔ اللہ اس سلطنت کا حاکمِ اعلیٰ تھا اور رسول (ﷺ) اس کا نائب اور ملک کا فرمانروا۔ (p.120)

اسی لئے Rev.Stephenson یہ نصیحت کرتا ہے کہ: ''سب سے پہلے اس حقیقت کا بلاتکلف اعتراف کر لینا چاہئے کہ اپنی قوم کے لئے محمد (ﷺ) کی ذات بڑے احسانات کی موجب تھی۔ وہ اس ملک میں پیدا ہوئے جہاں سیاسی تنظیم' معقول عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے کوئی شناسا نہ تھا لیکن انہوں نے یہ تینوں چیزیں پیدا کر دیں۔''

اب تک مغربی مفکرین محمد ﷺ کو ''محمدِ عربی'' ''رسولِ عرب'' اور ''رسولِ اسلام'' کے نام سے موسوم کرتے آئے ہیں مگر کارلائل یہ کہتا ہے کہ ''اس رجلِ عظیم ﷺ کو خطۂ عرب یا صرف ملتِ اسلامیہ تک محدود کرنا صحیح نہیں۔ ان کو ''رسولِ کائنات ﷺ'' کہنا بے جا نہ ہوگا''۔

صرف کارلائل جیسے مغربی علماء ہی رسولِ خدا ﷺ کے عشق کے اسیر نہیں تھے بلکہ ہندو اور سکھ مفکرین' اساتذہ وشعراء بھی رسول اکرم ﷺ کے فریفتہ تھے۔ رتن ناتھ سرشار نہ صرف قرآن کا معلم تھا بلکہ صاحبِ قرآن ﷺ کا مدح گو بھی تھا۔ ایک نعت کے اشعار اکثر سننے کو ملتے ہیں' جو سن کر بندہ حیرت و استعجاب میں گم ہو جاتا ہے کہ ایک سکھ کیسے یہ کہہ سکتا ہے کہ:

''میرا کملی والا جہاناں دا والی ﷺ
اوہ سخے زمین آسماناں دا والی ﷺ
اوہ رُوحاں دا راکھا تے جاناں دا والی ﷺ
توراتاں' زبوراں' قرآناں دا والی ﷺ''

ایک اور سکھ شاعر مہندر سنگھ بیدی سحر اپنی ہر کتاب کا آغاز نعتِ رسولِ مقبول ﷺ سے کرتا ہوا ملتا ہے۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ وہ مسلمانوں کے نبی ﷺ کا اتنا دلدادہ کیوں ہے' تو کہنے لگا:

''عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں''

ہندو ویدانت کے ماہر اساتذہ بھی اس سے کبھی پیچھے نہیں رہے۔ کالکا پرشاد اور دلو رام کوثری نہ صرف اچھے شاعر تھے بلکہ ہندو فلسفہ کا ادراک بھی رکھتے تھے۔ ان کی نعتیں پاکستان اور بھارت میں زبانِ زدِ عام ہیں:

''گر شمس و قمر کوئی ہاتھ پر اٹھا لے
افلاک کے تاروں کو اشاروں سے بلا لے
اور دولتِ کونین کو دامن میں چھپا لے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے؟
نعلینِ محمد ﷺ کو وہ آنکھوں سے لگا لے''

اور اسی طرح

''رحمۃ اللعالمین ﷺ کے حشر میں معنی کھلے
خلق ساری شافعِ روزِ جزا ﷺ کے ساتھ ہے
لے کے دلو رام کو جنت میں جب حضرت ﷺ چلے
تو غل ہوا ہندو بھی محبوبِ خدا ﷺ کے ساتھ ہے''

فداہ امی و ابی

یَاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

فضائل درود شریف

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

درود شریف پڑھنے کے فوائد و برکات بے شمار ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ آقاو دوجہاں ﷺ کے حضور لگاتار درود و سلام بھیجتا رہے اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اُمتی ہونے کا صحیح حق ادا کرے جن کے طفیل اللہ کا دین ہم تک پہنچا اور رہنمائی نصیب ہوئی۔

لیفٹیننٹ کرنل مجتبیٰ ترمذی

نبی اکرم محسن انسانیت تاجدار شعور ﷺ پر درود سلام بھیجنا دراصل حکمِ الٰہی کی تعمیل اور بہت بڑی عبادت ہے توفیق درود شریف نیک بختی بھی ہے اور سعادت بھی۔ اللہ رب العزت نے ہمیں بہترین خصلت پر پیدا فرمایا:

احسنِ تقویم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے انسان کو پیدا کیا بہترین ساخت پر اور اشرف المخلوقات کے طور پر۔ خالق کو تخلیق کے بارے میں مکمل علم تھا۔ اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا کہ میرے بندے باوجود بہترین خصلت کے غلطیاں بھی کریں گے ان سے گناہ بھی سرزد ہوں گے وہ بھٹکیں گے بھی، میرے قہر کو چیلنج بھی کریں گے۔ مگر ہمارا رب ہم سے دو وجوہات کی بنا پر پیار فرماتا ہے ایک تو ہم اللہ کی مخلوق ہیں اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور اس پیار کا پیمانہ ہی عجیب ہے ماں سراپا پیار ہے۔ اس سے بھی ستر گنا زیادہ پیار اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے مسائل سے خوب آگاہ تھے اور ہمیں شیطان سے محفوظ بھی کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں خزانہ درود عطا فرمایا تاکہ ہمارے لئے تقربِ الٰہی کا ذریعہ و وسیلہ بنے اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں حضوری و شہود بھی تاکہ ہمارے گناہ معاف ہوں، ہماری روح اور دلوں پر زنگ نہ لگے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیار کے ہالہ میں رہیں اور ہمارے لئے یہ درود شریف رفعتِ درجات، محوِ سیئات، حصولِ حسنات، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ، شفاعتِ رسول ﷺ اور روزِ محشر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سایۂ عرش میں راحت وسکون کے حصول کا باعث بنے۔

درودِ پاک کی اہمیت، فوائد و ثمرات

رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک کے دروازہ پر کوئی گھنٹی نہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے دروازے پر دستک دیتے تھے۔ کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس سے اطلاع دی جاسکے۔ کہ باہر کوئی سائل دروازہ پر آیا ہے۔ جب تک رسول اللہ ﷺ باہر خود تشریف نہ لاتے سائل آواز نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمادیا کہ میرے نبی ﷺ کے سامنے اونچا نہ بولو۔ آواز نہ دو کسی کو بھی اس دور میں کسی کو گھر سے بلانے کے لئے دو ہی طریقے ہوا کرتے تھے یعنی آواز یا دستک۔ لیکن کیا رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کی ضرورت تھی یہ اطلاع تو اس شخص کے لئے ہوسکتی ہے جو گھر کے اندر ہو اور باہر والوں سے غافل ہو، باہر باادب کھڑے ہو کر لوگ رسول اللہ ﷺ پر دل میں درود وسلام عرض کرتے تو رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لاتے اور بندے کا نام لے کر اس سے مخاطب ہوتے۔ چنانچہ درود شریف کیسی

باادب دستک ہے۔ ایسی باادب دستک جس سے اللہ بھی منع نہیں فرماتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ دراصل درود ہی امتی کا واحد واسطہ ہے جو اسے دربار رسالت ﷺ سے ہر وقت جوڑے رکھتا ہے۔ امتی کہیں سے درود پڑھے اسی وقت بارگاہ رسول ﷺ پر نہ صرف اس کی دستک بلکہ حاضری بھی ہوجاتی ہے۔ درود انسان کو پستی سے اٹھا کر

بلند کردیتا ہے۔ درود ہی وہ صدا ہے جو دائم عرش سے بھی آرہی ہے اللہ تعالیٰ خود درود بھیج رہا ہے۔ فرشتے بھی درود وسلام بھیج رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی حکم فرمادیا۔

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی ......الخ ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی درود اور سلام بھیجا کرو۔ (سورۃ الاحزاب)

فضائلِ درود شریف احادیث کی روشنی میں

درود پاک ایک انمول نعمت ہے جس کی فضیلت بے پناہ ہے۔ حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں جن میں درود پاک کے ان گنت فضائل بیان کئے گئے ہیں:

● حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔ (نسائی شریف)

● حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہوگا۔ (ترمذی شریف)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

● حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نماز پڑھی حالانکہ رسول اکرم ﷺ بھی موجود تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے جب نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر حضور ﷺ پر درود بھیجا پھر اپنے لئے دُعا کی نبی اکرم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا جو مانگو گے دیا جائے گا۔ (ترمذی شریف)

● حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جب کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے دُعا مانگنا شروع کی یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو نے جلدی کی ہے لہٰذا جب تُو نماز پڑھے تو اس کے بعد اول اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کیا کر پھر مجھ پر درود پڑھا کر پھر دُعا مانگا کر پھر ایک اور نمازی آیا اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر حضور ﷺ پر درود پاک پڑھا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تُو جو دُعا مانگے گا وہ قبول ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف)

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔

الشیخ معین واعظ کاشفیؒ درود پاک کی برکتوں کے حوالے سے رقم طراز ہیں: ''کوفہ میں ایک شخص تھا جو کتابت کیا کرتا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کی کتاب لکھتا اور اس میں کہیں حضور پاک ﷺ کا نام پاک آجاتا تو اپنی طرف سے صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ کر دیا کرتا اور زبان پر درود پاک لاتا۔ اس کی موت کے بعد لوگوں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ کے ساتھ تمہارا کیا معاملہ رہا۔ اس نے بتایا کہ مجھے بخش دیا گیا اور بخشش کا سبب صرف یہی تھا کہ میں حضور پاک ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ درود پاک لکھ دیا کرتا تھا اور اس میں میں نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔''

● حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دن بھر میں مجھ پر ہزار بار درود پاک پڑھا وہ مرے گا نہیں جب تک کہ وہ جنت میں اپنی آرام گاہ نہ دیکھ لے گا۔

● حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں دربار نبوت ﷺ میں حاضر تھا اور میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا دُرود پڑھوں آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کر میں نے عرض کی اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے میں نے عرض کی کہ اگر زیادہ میں بہتری ہے تو میں وظائف کا نصف وقت دُرود پاک میں لگا دیا کروں فرمایا تیری مرضی اور اگر تُو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کی سرکار وظائف کے وقت میں سے دو تہائی میں درود پاک پڑھ لیا کروں فرمایا تیری مرضی اور اگر تُو اس میں زیادہ پڑھے تو تیرے لئے بہتر ہے تو عرض کی حضور ﷺ میں پھر سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اگر تُو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(ترمذی شریف)

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر دُرود پاک پڑھنے والے کو پُل صراط پر عظیم نور عطا ہوگا اور جس کو پُل صراط پر نور عطا ہوگا وہ اہل دوزخ سے نہ ہوگا۔

● حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر ایک بار دُرود پاک پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

● سیدنا ابو کاہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو کاہل جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے۔ (قول البدیع)

● ایک روایت میں ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں کہ اگر آپ کی ذاتِ بابرکات پر درود پاک ہی وظیفہ بنا لوں تو کیسا رہے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا و آخرت کے تیرے سارے معاملات کے لئے کافی ہے۔ (القول البدیع)

● ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن کریم پڑھا اور اپنے رب کریم کی حمد کی اور مجھ پر درود پاک پڑھا تو اس نے خیر کو اپنی جگہوں سے ڈھونڈ لیا۔ (القول البدیع)

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔ اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود پیش نہ کیا جائے (ترمذی شریف)

● حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔ (القول البدیع)

● حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو مجھ پر ہر جمعہ کے دن درود پاک پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود پاک مجھ پر ہر روز پیش ہوتا ہے۔ لہٰذا جس نے مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا ہوگا اس کی منزل مجھ سے زیادہ قریب ہوگی۔ (جامع صغیر جلد 1)

● حضرت عامر بن ربیعہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دوران خطبہ فرماتے سنا۔ بندہ جب تک مجھ پر درود پاک پڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھ پر درود کم پڑھو یا زیادہ۔ (القوال البدیع)

● حضرت رویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھ کر یہ کہا خداوندا! انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما۔ اس درود پڑھنے والے کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسند احمد)

● حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو مجھ پر درود پاک پڑھے میں اس کا قیامت کے دن شفیع بنوں گا۔ (اقول البدیع)

● حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم شفیع اعظم سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو۔ اسے چاہیے کہ مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے۔ (القول البدیع)

● حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پاک پڑھتے رہا کرو بے شک تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے۔

● حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔

● حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑے ظلم و جفا کی بات ہے کہ کسی کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے (القول البدیع)

● حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اوپر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اوقاتِ درود شریف

درود شریف ایک ایسا وظیفہ ہے جو ہر وقت پڑھا جاسکتا ہے یعنی درود پاک پڑھنے کی نہ کوئی تعداد مقرر ہے اور نہ وقت بلکہ جب چاہے پڑھے۔ جتنا چاہے پڑھے۔ دن کے وقت پڑھے یا رات کے وقت پڑھے نماز سے پہلے پڑھے یا نماز کے بعد پڑھے دعا سے پہلے پڑھے یا بعد میں پڑھے کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر پڑھے۔ لیکن بعض خاص مقامات اور اوقات میں درود پاک پڑھنا زیادہ افضل ہے لہذا جن اوقات میں درودِ پاک پڑھنا چاہئے وہ حسب ذیل ہیں۔

1۔ نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا لازمی ہے۔

2۔ نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد حضورﷺ پر درود پڑھنا ضروری ہے

3۔ جمعہ کے پہلے خطبوں میں حضورﷺ پر درود پڑھنا چاہئے۔

4۔ نماز عیدین کے خطبوں میں بھی درود پاک پڑھنا اشد ضروری ہے۔

5۔ نماز استسقاء کے خطبہ میں بھی درودِ پاک پڑھنا ضروری ہے۔

6۔ پانچوں وقت کی نماز کے بعد دعا سے قبل درودِ پاک پڑھنا بہتر ہے۔

7۔ نماز کسوف اور نمازِ خسوف میں بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔

8۔ مساجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت اور بیٹھے وقت بھی درودِ پاک پڑھنا بہتر ہے۔

9۔ وضو کے وقت اور وضو کے بعد، تیمم کرنے کے بعد اور غسلِ جنابت کے بعد بھی درودِ پاک پڑھنا چاہئے۔

10۔ دعا کے آغاز اور اختتام پر درودِ پاک پڑھنا قبولیتِ دعا کے لئے اکسیر ہے۔

11۔ دورانِ حج بیت اللہ میں درودِ پاک پڑھنا افضل ہے۔

12۔ کوہ صفا، کوہ مروہ اور حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی درود شریف پڑھنا بہت اچھا ہے۔

13۔ قیامِ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی درودِ پاک کا ورد بہت اچھا ہے۔

14۔ طواف وداع کے بعد خانہ کعبہ سے نکلتے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔

15۔ مدینہ شریف اور مسجد نبویﷺ میں داخلہ کے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔

16۔ زیارت روضہ رسول اکرمﷺ کے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہیے۔

17۔ ریاض الجنۃ اور اصحاب صفہ کے تھڑے پر بھی درود شریف کا ورد کرنا چاہئے۔

18۔ رسول اکرمﷺ کے متبرک آثار دیکھتے وقت بھی درودِ پاک پڑھنا چاہئے۔

19۔ مقام بدر اور مقام احد وغیرہ کو دیکھتے وقت بھی درود شریف پڑھنا چاہئے۔

20۔ جمعرات کو بعد نماز عشاء یا بعد نماز تہجد بھی درود پاک کا ورد بہت بہتر ہے۔

21۔ جمعہ کے دن قبل از جمعہ یا بعد از جمعہ کثرت سے درود پاک پڑھنا چاہئے۔

22۔ ہر روز صبح اور شام کے وقت بھی درود پاک پڑھنا بہت اچھا ہے۔

23۔ ہفتہ کے روز کثرت سے درود پاک پڑھنا شفاعت کی دلیل ہے۔

25۔ پیر کے روز صبح کے وقت درود پاک کا ورد بے پناہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ حضورﷺ کی ولادت اسی روز ہوئی۔

26۔ رمضان المبارک میں ہر روز درود پاک پڑھنا بہت زیادہ اجر کا حامل ہے۔

27۔ شب برات میں آدھی رات کے بعد استغفار کے بعد درود پاک پڑھنا چاہئے۔

28۔ حضور اکرمﷺ کا نام لیتے سنتے اور لکھتے وقت درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔

29۔ کسی محفل یا اجتماع میں آغاز گفتگو سے قبل درود پاک پڑھنا باعث برکت ہے۔

30۔ کسی مجلس سے اٹھتے وقت درود شریف پڑھنا باعث عزت ہے۔

31۔ رات کو سوتے وقت درود شریف کا پڑھنا باعث حفاظت ہے۔

32۔ سو کر اٹھتے وقت درود شریف کا ورد باعث عمر درازی ہے۔

33۔ نیند نہ آنے کی صورت میں درود شریف کا پڑھنا باعث سکون قلبی ہے۔

34۔ مجلس ذکر کے آغاز اور اختتام پر درود پاک پڑھنا مجلس کی شرف قبولیت کی دلیل ہے۔

35۔ ختم قرآن پاک کے وقت درود شریف کا پڑھنا باعث سعادت ہے۔

36۔ وعظ درس اور تعلیم کے وقت درود پاک پڑھنا اضافہ علم کی دلیل ہے۔

37۔ گناہ کے بعد توبہ کے وقت درود شریف کا پڑھنا قبولیت توبہ کی علامت ہے۔

38۔ گھر میں داخل ہوتے وقت درود شریف کا پڑھنا گھر میں باعث برکت ہوگا۔

39۔ کسی چیز کے بھول جانے پر درود پاک کا پڑھنا یاد آنے کا سبب بنے گا۔

40۔ نکاح کے موقع پر درود شریف کا پڑھنا خیر و برکت اور سلامتی کا سبب ہوگا۔

41۔ حالت غربت میں درود پاک کا پڑھنا باعث راحت ہوگا۔

42۔ مصیبت اور سختی کے وقت درود پاک کا پڑھنا

باعث راحت ہوگا۔

43۔ معانقہ اور مصافحہ کے وقت درود پاک کا پڑھنا باعث مغفرت ہوگا۔

44۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت درود پاک کا پڑھنا باعث مغفرت ہوگا

45۔ ہر نیک کام کرتے وقت درود پاک کا پڑھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔

46۔ حالت سفر میں درود پاک کا پڑھنا باعث حفاظت اور خیریت ہوگا۔

47۔ میت کو قبر میں اُتارتے وقت درود پاک کا پڑھنا باعث راحت ہوگا۔

48۔ طلب شفا کے لئے حالت مرض میں درود پاک کا پڑھنا باعث شفا ہوگا۔

49۔ صاف پانی کو بہتا دیکھ کر درود پاک کا پڑھنا باعث شفا ہوگا۔

50۔ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک پڑھنا باعث ثواب ہے۔

51۔ کاروبار یا تجارت کا آغاز کرتے وقت درود شریف کا پڑھنا اضافہ رزق ہوگا۔

52۔ وصیت لکھتے وقت درود پاک کا پڑھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔

53 کسی دعوت میں شامل ہوتے وقت درود شریف کا پڑھنا اضافہ رزق ہوگا۔

54۔ کسی چیز کے اچھا لگنے کے وقت درود شریف کا پڑھنا بہت بہتر ہے۔

55۔ تہمت سے بری الذمہ ہونے کے لئے درود پاک کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔

56۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت درود پاک کا پڑھنا باعث محبت ہوگا۔

57۔ علم کی اشاعت کے وقت بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔

58۔ قرآن پاک کے حفظ کرنے کی دعا میں بھی درود پاک پڑھنا چاہئے۔

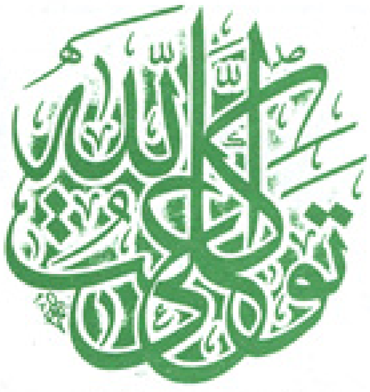

59۔ شب قدر میں درود پاک کثرت سے پڑھنا باعث نجات ہے۔

60۔ جمعۃ الوداع کے دن بعد نماز جمعہ درود شریف پڑھنا باعث سعادت ہوگا۔

انعامات خداوندی

درود شریف پڑھنے کے فوائد و برکات بیان کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ یہ تو ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے محسن نبی ﷺ کے احسانات کو دیکھتے ہوئے جو مسلمانوں پر ہیں لگاتار درود وسلام بھیجتا رہے کہ آپ ﷺ نے ہزار ہا تکالیف و مصائب کو جھیل کر اللہ کے دین کو ہر کچے پکے گھر تک پہنچایا اور مخلوق خدا کو جو دوزخ کے کنارے پہنچ چکی تھی ہمیشہ کی جنت کا وارث بنا دیا۔

لیکن پھر بھی بعض انعامات وفوائد و برکات یہاں بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ غافل بندہ کے دل میں مزید جذبہ شوق پیدا ہو۔

1- درود پڑھنے والے کی روح کے قبض کے وقت آسانی ہوگی۔

2- قبر کے سوال وجواب آسان ہوں گے۔

3- قیامت کے دن تمام نبی، ولی اور فرشتے اس کے حق میں شفاعت کریں گے۔

4- دنیا میں نفسِ اطاعتِ الٰہی اور توفیق میں کاہل اور سست نہیں ہوگا۔

5- مومن زوال ایمان کے خطرے سے محفوظ رہے گا۔

6- زندگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کا دیدار نصیب ہوگا۔

7- زیارت رسول اللہ ﷺ سے تمام گناہوں کی بخشش ہوگی۔

8- قبر میں روضہ رسول ﷺ سے ایک طاقچہ کھول دیا جائے گا جس سے راحت نصیب ہوگی۔

9- ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے جو عرش کے نیچے آکر درود پاک پڑھنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

10- بڑے پیمانے پر ثواب کا حصول ہوگا۔

11- دنیا میں درود شریف پڑھنے سے آسمان کے کنارے فرشتوں سے بھر جاتے ہیں۔

12- قیامت کے دن درود پاک پڑھنے والے کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا۔

13- حوض کوثر سے پلایا جائے گا۔

14- دوزخ کی آگ حرام ہوگی۔

15- 80 سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

16- پورے دن میں خیر وبرکت اور دینی و دنیاوی امور میں دل جمعی نصیب ہوگی۔

17- دشوار کاموں میں آسانی ہوگی۔

18- ہر قسم کی پریشانی زائل ہوگی۔

19- قرض دار ہو تو قرض کی ادائیگی کی سبیل پیدا ہوگی۔

20- درود شریف کا ورد رکھنے والا دونوں جہاں میں بھی محتاج نہ ہوگا۔

نذرانہ عقیدت بحضور سرور کائنات ﷺ

(سیدنا حسان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وَأَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
میری آنکھوں نے کبھی آپ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا
وَأَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
عورتوں نے آپ سے زیادہ کوئی صاحب جمال نہیں جنا
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ
جیسے آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیے گئے ہوں

نعت کا سفر

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں پندرہ سو سال سے نعت اس تواتر اور کثرت سے لکھی جا رہی ہے کہ دنیا میں آج تک کسی بڑے سے بڑے انسان، پیغمبر اور شہنشاہ کی شان میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا ہوگا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ابد تک اسی طرح جاری رہے گا۔ یہ ایک ایسا بحرِ ذخار ہے جس کا احاطہ نہایت مشکل ہے۔ معروف شاعر سرور انبالوی نے شاعر رسالتمآب ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک کہی جانے والی نعتوں کا مختصراً جائزہ پیش کیا ہے۔

بلغ العلیٰ بکمالہ　　کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ　　صلوا علیہ و آلہ

"نعت" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کسی شخص میں اچھی اور قابلِ تعریف صفات کا پایا جانا اور ان صفات کا بیان کرنا مگر اہلِ قلم حضرات نے لفظ حمد کو اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کے لئے اور نعت کو حضور مصطفیٰ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ نعت حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی وجود میں آ چکی تھی۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نعتیں ملتی ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عباس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت اُسید بن ابی ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عبداللہ بن الزبعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت مالک بن النمط رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت ابوعزہ الجمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت کاذن بن الغضوبہ الکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عشی بن بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت الاعشیٰ المازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت اسید بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت کلدین ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ماذن بن الغضوبہؓ
حضرت فضالۃ اللیثیؓ
حضرت نابغہ الجعدیؓ
حضرت قیس بن بحر الاشجعیؓ۔

ان کے علاوہ حضرت ابوطالب، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابوسفیان، حضرت عمر فاروق، حضرت عباس، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا کلام ملتا ہے یہاں صرف دو شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

فعل وداع ذکر الهم　　هل کیف و انت بهم نصب

ہٹو اونٹنیوں اور اونٹوں والوں کا ذکر چھوڑو۔ اے دل تجھے کیا ہو گیا تو ان ﷺ کے مارے دکھی ہے

فصلوۃ اللہ المخلوق علیک　　وجاد فکلکت السکب

تجھ ﷺ پر خداوند عالم کا درود و سلام اور تیرے ﷺ روضہ مبارک پر رحمتِ الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو۔

عربی زبان کے بعد فارسی میں اور پھر اس کے بعد ترکی میں نعت بڑے خشوع و خضوع سے کہی جانے لگی۔ فارسی زبان میں جن شعراء نے نعت گوئی میں نام پیدا کیا ان میں ابوالقاسم فردوسی، نظامی گنجوی، سنائی غزنوی، عمر خیام، خواجہ فریدالدین عطار نیشاپوری، شیخ سعدیؒ، خواجہ معین الدین چشتی"، شمس تبریزی، مولانا روم، امیر خسرو، مولانا جامی، شاہ عبدالقادر جیلانی، بوعلی شاہ قلندر اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جب عرب سے نکل کر اسلام دنیا کے دیگر ممالک میں پھیلا تو اس کی نورانی کرنوں نے تمام عالم کو مطلعِ انوار بنا دیا۔ اسلام کی روشنی، روم، شام، مصر، ایران، عراق سے ہوتی ہوئی ہندوستان میں بھی پھیلی اور اس کی تعلیمات نے ذہنوں کو خاص طور پر متاثر کیا۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی معاشرت، تہذیب و تمدن اور معاشرے کو بھی متاثر کیا۔ مشہور ہندو مورخ ڈاکٹر تارا چند اس بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

"نہ صرف ہندو مذہب، فن، ادب اور حکمت نے مسلم عناصر کو جذب کیا بلکہ خود ہندو تمدن کی روح اور ہندو ذہن بھی تبدیل ہو گیا اور مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا اور ساتھ ساتھ ایک لسانی امتزاج بھی رونما ہوا۔"

مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد اور یہاں کے باشندوں سے میل جول سے اردو زبان عالم وجود میں آئی' اردو ادب کی دوسری اصناف کی طرح نعت کے اولین نمونے بھی ہمیں جنوبی ہند اور خاص طور پر دکنی صوفیاء اور شعرا کے ہاں ملتے ہیں مثلاً خواجہ گیسودراز حضور ﷺ اقدس کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اے محمد ﷺ بجلوجم جم جلوہ تیرا ﷺ
ذات تجلی ہو وگی سیس سپورنہ سیرا
لولاک خلقت الافلاک خالق پالائے
فاصل افضل جتنے مرسل ساجد بجود ہو آئے

معروف دکنی شعرا کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

نام لے کے اللہ محمد ﷺ کا اول کسب کا سب کو کہوں در مگل
(شاہ صدرالدین)

اللہ محمد ﷺ علیؓ امام دائم اُن ﷺ سوں حال
سب خاصوں سوں اللہ اللہ تو ﷺ رکھوں کیا کمال
(میراں جی)

پس روئے رسول ﷺ مالا مالی
نبی رسول ﷺ کی چھوں جالی
(شیخ باجن)

محمد قلی قطب شاہ

اسم محمد ﷺ ہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی ﷺ کا جم ہے سچی ہے سلطانی مجھے

عبداللہ قطب شاہ

گلشن میں شریعت کے پھل کھلے طریقت کے
پر مل سوں حقیقت کے دن دین محمد ﷺ کا

ولی دکنی

یا محمد دو جہاں ﷺ کی عید ہے تجھ ﷺ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ ﷺ پہ قربانی کرے

سراج اورنگ آبادی

یا محمد ﷺ تجھ ﷺ کرم سیں ہوں سدا امیدوار
جلوہ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

جنوبی ہند سے چل کر نعت شمالی ہند پہنچی اور یہاں کے شعراء نے نعت گوئی کو وسیلہ نجات جانا اور حضور اقدس ﷺ کی شان میں گلہائے عقیدت ومحبت پیش کرنا اپنے لیے بہت بڑی سعادت گردانا۔ اس دور کے چند مشہور شعرا کی نعت کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ان کی حضور ﷺ سے والہانہ شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے۔

قاضی فضل حق

ہمیں جیسے گنہگاروں کو ہے تقویٰ محمد ﷺ کا
سوا اس ﷺ کے نہیں کوئی جو ہو کلمہ محمد ﷺ کا
زمین و آسماں چودہ طبق اور عرش کرسی سب
خدا صاحب کیا سب کچھ بھی صدقہ محمد ﷺ کا

مرزا رفیع سودا

ولا دریائے رحمت قطرہ ہے آپ محمد ﷺ
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمد ﷺ کا

میر تقی مرزا

لطف تیرا ﷺ عام ہے کر مرحمت
ہے کرم سے تیرے ﷺ چشم مکرمت
مجرم عاجز ہوں کرنک تقویت
تو ﷺ ہے صاحب تجھ ﷺ سے ہے یہ مسلمت
رحمۃ للعالمینی یا رسول ﷺ
ہم شفیع المذنبینی یا رسول ﷺ

قلندر بخش جرات

محمد ﷺ ہے نبی ﷺ ممدوح ذات کبریائی کا
کہے بندہ اگر مدح اس ﷺ کی دعویٰ ہے خدائی کا

انشاء اللہ خان انشاء

آپ خدا نے جب کہا صل علیٰ محمد ﷺ
کیوں نہ کہیں پھر انبیاء صل علیٰ محمد ﷺ
عرش سے آتی ہے صدا صل علیٰ محمد ﷺ
نور جمال کبریا صل علیٰ محمد ﷺ

نظیر اکبر آبادی

نظیر اکبر آبادی کو ایک زمانہ تک بحیثیت شاعر کوئی اہمیت نہ دی گئی اور اسے معمولی تک بند شاعر کی حیثیت سے جانا جاتا رہا لیکن جب اس کے کلام کو محققین نے غور سے پڑھا اور مشہور مستشرق جارج گریرسن نے اس کو اردو زبان کے سب سے زیادہ الفاظ استعمال کرنے والا عوامی شاعر قرار دیا تو اس کے کلام کو بنظر تحسین دیکھا جانے لگا۔ اس نے نظموں اور غزلیات کے علاوہ ایمان افروز نعتیں بھی کہی ہیں۔

تم ﷺ شہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ
سرگروہ مسلمیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ
حاکم دین متیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ
قبلۂ اہل یقیں ہو یا محمد مصطفیٰ ﷺ

نیاز بریلوی کا نام نعت کے میدان میں بڑا معتبر ہے۔ ان کے دو اشعار ے

معمور ہو رہا ہے عالم میں نُور تیرا ﷺ
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا ﷺ
اِسرار احمدی ﷺ سے آگاہ ہو سو جانے
تُو ﷺ نور ہر شرر ہے ہر سنگ طور تیرا ﷺ

شمالی ہند میں نعت کا دوسرا دور کرامت علی شہیدی مولانا غلام امام شہید' مولانا لطف بریلوی' مولانا غلام امام شہید اور مولوی تمنا مراد آبادی سے شروع ہوتا ہے۔ ان نعت گو شعرا نے نعت گوئی کو روایتی بندھنوں سے آزاد کر کے دورِ جدید میں داخل کیا۔ انہوں نے اپنی نعت میں حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ' آپ ﷺ کی تعلیمات اور معاشرتی اور مذہبی روّیوں کو بھی پیش کیا۔ جن شعرا نے اس ضمن میں نام پیدا کیا ان میں سے چند معروف شعرا کی نعت کے دو اشعار ملاحظہ کیجئے۔

کرامت علی شہیدی

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سردیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد ﷺ کا

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمد ﷺ کا

مولوی کفایت علی مرادآبادی

اس رُخ پاک ﷺ کا جس بزم میں چرچا ہوگا
در و دیوار سے واں نُور برستا ہوگا

غلام امام شہید

جب سے ہُوا وہ ﷺ گل چمن آرائے مدینہ
جبریل بنا بلبل شیدائے مدینہ

مولوی لطف علی خان

ایسے بے مثل ﷺ کی لکھے کوئی کیونکر تعریف
میرے ادراک سے بھی جس ﷺ کی ہو باہر تعریف

مولوی محمد حسین تمنا مرادآبادی

مثل ان ﷺ کے دوسرے انساں کو کہنا ہے غلط
اس کا ہے لکھنا غلط اور اس کا پڑھنا ہے غلط
اس ﷺ کو خاتم کہہ دیا ہے خالق کونین نے
یہ نہیں ممکن کہ ہو اللہ کا کہنا غلط

آج اردو ادب میں جن شعرا کا شمار غزل گوئی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی حضور اکرم ﷺ کی شان میں عقیدت و احترام سے نعتیہ کلام کہا ہے ان شعرا میں سے چند معروف شعرا کی نعتوں کے چند اشعار

مومن خان مومن

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی
میں غلام اور وہ ﷺ صاحب ہے، میں امت وہ نبی
یا نبی ﷺ یک نگہ لطف باتی و ابی
"مرحبا سید مکی مدنی العربی ﷺ
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی"

ابراہیم ذوق دھلوی

رہے نام محمد ﷺ لب پہ یارب اول و آخر
الٹ جائے بوقت نزع جب سینہ میں دم میرا
شہِ بغداد ﷺ کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خط بغداد سے ہو جام جم مرا

نواب شیفتہ دہلوی

کیا تھا نور جب اللہ نے پیدا محمد ﷺ کا
اسی دن سے ہوا ہے عاشق شیدا محمد ﷺ کا
فرشتے قبر میں پوچھیں گے گر مجھ سے تو کہہ دوں گا
کہ ہوں بندہ خدا کا اور ہوں شیدا محمد ﷺ کا

امیر مینائی

سکہ رائج جب سے دین مصطفیٰ ﷺ کا ہو گیا
غلغلہ ساری خدائی میں خدا کا ہو گیا
جب سے دل دیوانہ محبوب خدا ﷺ کا ہو گیا
مصطفیٰ ﷺ اس کے ہوئے وہ مصطفیٰ ﷺ کا ہو گیا

داغ دہلوی

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ ﷺ
تمہیں ﷺ سے ہے فریاد یا مصطفیٰ ﷺ
عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰ ﷺ

نعت گوئی بڑا مشکل فن ہے اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے یوں سمجھئے کہ نعت کہنا پل صراط پر چلنے کی مترادف ہے۔ یہاں اچھے اچھوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں عزت بخاری نے کہا تھا کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

ادھر حضور ﷺ سے والہانہ عقیدت و مودت کے تقاضے اور جذبہ عشق و مستی کی فراوانی قلم کو مجبور کرتی ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں گل ہائے عقیدت پیش کیے جائیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او ﷺ نرسیدی تمام بولہبی است

یہ وہ بارگاہ ہے جہاں شہنشاہوں کے سر بھی ادب و احترام سے خم ہو جاتے ہیں تاجدار بھی صف بہ صف نظر آتے ہیں ان کا ہدیہ نعت بھی دیکھئے۔

(محمد قلی قطب شاہ۔ متوفی ۱۶۱۱ء)

سب جگ بھلے ہیں گیان میں میں نابھلوں لاہان میں
لکھنے ازل بھومان میں' ہے راز پنہانی مجھے

عبداللہ قطب شاہ (م۔۱۶۷۴ء)

یوں عید ہمن ساجے' نصرت کے بجیں باجے
ہیں جگ کے نبی ﷺ راجے دن دین محمد ﷺ کا

بہادر شاہ ظفر (م۔۱۸۶۲ء)

صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسماں
رکھتا سر زمیں نہ اگر اپنا تو ﷺ قدم

میر محبوب علی خان سلطان دکن (م۔۱۹۱۱ء)

آصف کو الٰہی تو ذرا روضہ دکھادے
فضل و کرم حق سے تھی آئی شب معراج

شہزادہ مرزا آسمان جاہ (م۱۹۰۶ء)

ہے فخر غلامی اس کی انجم جو فخر ہوا زمانہ بھر کا

میر عثمان علی خان (والئی حیدرآباد دکن) (م۔۱۹۶۷ء)

اے تاج کج کلاہاں سلطانِ دیں پناہاں
برحال زار عثماں چشمِ کرم خدا را

حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں پندرہ سو سال سے نعت اس تواتر اور کثرت سے لکھی جارہی ہے کہ دنیا میں آج تک کسی بڑے سے بڑے انسان پیغمبر اور شہنشاہ کی شان میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں لکھا گیا ہوگا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ابد تک اسی طرح جاری رہے گا۔ یہ ایک ایسا بحر ذخار ہے جس کا احاطہ نہایت مشکل ہے۔ اب صرف چند چیدہ چیدہ شعراء کے نعتیہ اشعار پر ہی اکتفا کریں گے۔

حق جلوہ گر ز طرز بیانِ محمد ﷺ است
آرے کلام حق بزبانِ محمد ﷺ است

(غالب)

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار

(مولانا قاسم نانوتوی)

خدا دارم دل بریاں زعشق مصطفی ﷺ دارم
نہ دارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم

(سرسید احمد خانؒ)

وہ ﷺ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ﷺ
مرادیں غریبوں کی بَر لانے والا ﷺ
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا ﷺ
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا ﷺ
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا ﷺ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا ﷺ

خواجہ الطاف حسین حالیؔ

واہ کیا جود کرم ہے شہ بطحا ﷺ تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(مولانا احمد رضا خان بریلوی)

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ ﷺ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

(مولانا محمد علی جوہر)

وہ ﷺ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس ﷺ نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی ﷺ اول وہی ﷺ آخر
وہی قرآں ﷺ وہی فرقاں ﷺ وہی یٰسین ﷺ وہی طٰہٰ ﷺ

(علامہ اقبالؒ)

اے ﷺ کہ تیرے ﷺ وجود پر خالق دو جہاں کو ناز
اے ﷺ کہ ترا ﷺ وجود ہے وجہِ وجود کائنات

(نواب بہادر یار جنگ)

احمد ﷺ سے پتہ ذاتِ احد کا جو ملا ہے
مصنوع ﷺ سے صانع کا پتہ سب کو چلا ہے

(سید سلیمان ندوی)

وہ شمع اُجالا جس ﷺ نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

(مولانا ظفر علی خان)

شب و روز مشغول صل علیٰ ہوں
میں وہ چاکرِ خاتم الانبیاء ﷺ ہوں

(سردار عبدالرب نشتر)

اک رند ہے اور مدحت سلطانِ مدینہ ﷺ
ہاں کوئی نظر رحمتِ سلطانِ مدینہ ﷺ

(جگر مرادآبادی)

حامل قرآں نور مجسم صل اللہ علیہ وسلم
شاہِ عرب سرکار دو عالم صل اللہ علیہ وسلم

(یوسف ظفر)

نہ چھوٹے کبھی یہ دیارِ مدینہ
یہ حسرت سر آستاں لے کے جاؤں

(بہزاد لکھنوی)

اے ﷺ کہ ترے ﷺ جلال سے ہل گئی بزم کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آذری

(جوش ملیح آبادی)

ہاں مرے سجدوں میں ہے دانش اسی در کی تڑپ
میری پیشانی کو اُن ﷺ کا آستاں درکار تھا

(احسان دانش)

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوب سبحانی ﷺ
سلام اے ظلِ رحمانی سلام اے نور یزدانی ﷺ

(حفیظ جالندھری)

جب اُن ﷺ کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب اُن ﷺ کا نام آئے مرحبا صل علیٰ کہئے

(ماہر القادری)

کاش ہو اُن ﷺ کا سامنا عین حریم ناز میں
چہرہ بہ چہرہ رخ بہ رخ دیدہ بدیدہ رُوبرو

(رئیس امروہوی)

بس خاکِ کفِ پائے محمد ﷺ کی طلب ہے
اقبال کا مقصود دوائیں نہ دعائیں

(اقبال عظیم)

تہذیب عبادت ہے سراپائے محمد ﷺ
تسلیم کی خوشبو چمن آرائے محمد ﷺ
(سید آل رضا)

سفر قمر کا میسر ہوا تو دیکھیں گے
چمک دمک ہے وہاں بھی بطرز کوئے رسول ﷺ
(سید ہاشم رضا)

لوگ کہتے ہیں سایہ تیرے ﷺ پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا ﷺ
(احمد ندیم قاسمی)

نام پاک ان ﷺ کا ہو لبوں سے ادا
شہد گویا ٹپک ٹپک جائے
(حفیظ تائب)

عشق ہے سرور کونین ﷺ کا دولت میری
للہ الحمد کہ بیدار ہے قسمت میری
(راغب مرادآبادی)

اعظم میں ذکر شاہِ زمن ﷺ کیسے چھوڑ دوں
میرے لئے تو ہے یہی سرمایۂ حیات
(اعظم چشتی)

محمد ﷺ انجمن کن فکاں کا صدر نشیں
محمد ﷺ افسرِ آفاق و سرورِ عالم
(عبدالعزیز خالد)

شاہان بلند مرتبت ہیں دربار نبی ﷺ میں دست بستہ
دہلیز نبی پہ سر نہادہ سرمست قلندران عالم
(عبدالعزیز فطرت)

محمد ﷺ مصطفیٰ صلِ علیٰ محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی ابد کی شمع ایمانی
(سید ضمیر جعفری)

خوشا وہ آنکھیں جو پہنچیں در رسالت ﷺ تک
خوشا وہ لوگ دل وجاں ہیں وہیں جو دھر آئے
(محسن شیخ)

نعت کہنا سکوں نہیں آساں
ہم سے کیا ہو بیاں حضور ﷺ کی شان
(سلطان سکون)

محمد ﷺ حکیم و محمد ﷺ کلام
محمد ﷺ پہ لاکھوں درود و سلام
(سلیم احمد)

حضور اکرم ﷺ تمام جہانوں اور تمام زمانوں اور تمام مخلوق کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ فرمان خداوندی ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی شان اقدس میں صرف امتِ مسلمہ ہی نہیں بلکہ خواتین اور غیر مسلم شعرا بھی عقیدت کے پھول دربار رسالت میں پیش کرتے رہتے ہیں یہاں چند خواتین اور چند غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام پیش ہے۔

مسلم شاعرات

وہ صبح مدینہ وہ شام مدینہ معطر ہوائے مدینہ
سنہری سنہری تجلیوں میں رحمت مقدس مقدس فضائے مدینہ
(خورشید آرا)

شہ ﷺ دین و دنیا نگاہ ترحم   نگاہ ترحم سپہر نبوت
(ادا جعفری)

صاحب ﷺ صاحب معراج
ہم نگاہِ کرم کے ہیں محتاج
(وحیدہ نسیم)

اے دل اگر ہے تجھ کو محبت رسول ﷺ کی
شیوہ بنا لے اپنا اطاعت رسول ﷺ کی
(دُرِ شہوار)

وہ ﷺ آیا سب کے لئے رحمتِ خدا بن کر
تمام عالم ہستی کا رہنما ﷺ بن کر
(روحی علی اصغر)

نعرۂ اللہ اکبر کی صدا آنے لگی
برق وحدت کفر کے خرمن کو جھلسانے لگی
(شمیم جالندھری)

سلام اے سرور کونین ﷺ اے مقصود یزدانی ﷺ
سلام اے جلوۂ توحید و شمع بزم روحانی ﷺ
(اختر حیدرآبادی)

ہندو شعراء کا خراج عقیدت

م محمد ﷺ من توں' من کتاباں چار
من خدائے رسول ﷺ نوں سچا ای دربار
(گورونانک جی)

اللہ اللہ ترے ﷺ چاند سے مکھڑے کی ضیا
کون ہے ماہِ عرب ﷺ کون ہے محبوب خدا
اے دو عالم ﷺ کے حسینوں سے نرالے آجا
(دورگا سہائے سرور)

کان عرب سے لعل ﷺ نکل کر تاج بنا سرداروں کا
نام محمد ﷺ اپنا رکھا سلطان بنا سرداروں کا
(سرکشن پرشاد)

عظیم الشان ہے شانِ محمد ﷺ
خدا ہے مرتبہ دانِ محمد ﷺ
(دلورام کوثری)

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسول ﷺ دوسرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا
(دتاتریہ کیفی)

کس ﷺ نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس ﷺ نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
(ہری چند اختر)

مبارک پیشوا جس ﷺ کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیش رو جس ﷺ کا ہے سینہ صاف کینے سے
(تلوک چند محروم)

ذکر نبی ﷺ کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں
لایا ہوں ارمغاں یہ جہانِ خراب سے
(عرش ملسیانی)

اتنا کچھ لکھنے کے بعد بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا خود خدا ذوالجلال جس کی ثنا کرے انسان کی کیا مجال کہ زباں کھولے غالب جیسے نابغہ کو بھی کہنا پڑا:

غالب ثنائے خواجہ ﷺ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ است

نعت گوئی اور غیر مسلم شعراء

جب بھی مورخین نے عظیم انسانوں کی تاریخ مرتب کی تو آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی اس عظیم ترین امی رسول ﷺ کے مقابل کوئی شخصیت نہ پیش کر سکے۔ غیر مسلموں نے جو تواریخ لکھی ہیں اس میں وہ زمانہ قبل از تاریخ سے آج تک کے عظیم انسانوں میں سے ہمارے آقا محبوب خدا ﷺ کے مقابل کسی ہستی کو نہ پا سکے۔ جارج برناڈ شا ہو یا نپولین بونا پارٹ، رابندر ناتھ ٹیگور ہو یا مہاتما گاندھی ہر شخص رسول عربی ﷺ سے اظہار عقیدت کر چکا ہے۔ پاکستان ائرفورس کے چیف وارنٹ آفیسر سید زبیر نے ذیل کی تحریر نعت گوئی کے حوالے سے کئی پہلوؤں کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے۔

رب العالمین نے جب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا تو تمام عالم میں بلاتمیز رنگ و نسل، قوم و مذہب میں ان کا ذکر بھی بلند فرمایا جو ہر زمانے میں جاری رہا اور رہے گا اور کیوں نہ ہو جب رب کائنات اور تمام ملائکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں۔ کائنات میں ہر وقت ہر مقام پر ذکر رسول ﷺ ہوتا رہتا ہے۔ نثر و نعت میں بلاتمیز مذہب بیشتر شخصیات نے رسول مقبول ﷺ سے عقیدت واحترام کا اظہار کیا ہے جو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ ہمارے آقا سے عظیم مصلح، عظیم استاد، عظیم شارع، عظیم قانون دان، عظیم سپہ سالار، عظیم شفیق ومہربان، عظیم حاکم، انسانی حقوق کے عظیم علم بردار آج تک تاریخ میں نہ پیدا ہوئے نہ ہوں گے۔

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانی محمد ﷺ
ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

یہی وجہ ہے جب بھی مورخین نے عظیم انسانوں کی تاریخ مرتب کی تو آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی اس عظیم ترین امی رسول ﷺ کے مقابل کوئی شخصیت نہ پیش کر سکے۔ غیر مسلموں نے جو تواریخ لکھی ہیں اس میں وہ زمانہ قبل از تاریخ سے آج تک کے عظیم انسانوں میں سے ہمارے آقا محبوب خدا ﷺ کے مقابل کسی ہستی کو نہ پا سکے۔ جارج برناڈ شا ہو یا نپولین بونا پارٹ، رابندر ناتھ ٹیگور ہو یا مہاتما گاندھی ہر شخص رسول عربی ﷺ سے اظہار عقیدت کر چکا ہے۔

نعت گوئی کی تاریخ کا جائزہ واضح کرتا ہے کہ اردو شاعروں کی یہ ایک نہایت مشکل ترین صنف ہے یہ اتنا ہی مشکل اور عظیم فن اور عبادت ہے جتنی عظیم و مکرم وہ شخصیت ﷺ ہے جس کے طفیل یہ دنیا وجود میں آئی۔ اس کی تصدیق اور اس کا اعتراف عرفی جیسے شاعر نے کیا ہے۔ وہ نعت گوئی کی وادی میں قدم قدم پر محتاط رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

عرفی مشتاب این رہ نعت ست
یا آہستہ! کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

یہ عظیم شاعری صحف سماوی کی مانند لازوال ہوتی ہے۔ یہ شاعری مذہب کو تہذیب سے، تہذیب کو مذہب سے اور دونوں کو زندگی سے مربوط و مستحکم کرتی ہے۔ یہ صحائف کی دی ہوئی اور انہی کی ترجمانی ہوتی ہے لیکن ان اوامر و نواہی کو بتانا اور دلنشین کر دینا ان برگزیدہ شعراء کے حصے میں آیا جن کے حرف شیریں کی طرف اقبال نے اپنے بے مثال پیرائیہ بیان میں اشارہ کیا۔

محمد ﷺ بھی تیرا، جبریئل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں، ترجمان تیرا ہے یا میرا

اردو نعت گوئی میں جہاں اقبال اور حالی کے کلام کو عشق رسول ﷺ نے گرانمایہ اور لازوال بنا دیا وہاں غیر مسلم شعراء کا نعتیہ کلام بھی امر ہو گیا۔ غیر مسلم نعت گو شعرا کے کلام میں جذبات، محبت خلوص بھی ہے اور پر تاثیر انداز بیان بھی۔ سرکش پرشاد طالب دہلوی، جگن ناتھ آزاد، عرش ملیانی، ساحر ہوشیار پوری، ضیا فتح پوری، کنور مہندر سنگھ، بیدی سحر، ہری چند اختر، قیس جالندھری، منور لکھنوی، محمود جالندھری، گلزار دہلوی، ادیب لکھنوی، کرشن موہن اور دلورام کوثری کے علاوہ دیگر غیر مسلم شاعر دربار نبوی ﷺ میں اس سلیقے اور قرینے سے محبت کے گلدستے پیش کرتے ہیں کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

چند خوش قسمت غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام پیش خدمت ہے۔

منشی پیارے لال رونق نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تعظیم میری حشر میں کرتے ہیں ملائک
وہ مرتبہ بخشا ہے مجھے نعت نبی ﷺ نے

شرم عصیاں سے انہیں دیکھ کے غفار کے پاس
جاؤں گا منہ چھپائے ہوئے سرکار ﷺ کے پاس
عفو ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری
داور حشر کو جب دوں گا میں حوالہ تیرا ﷺ

لالہ امر ناتھ قیس کا اظہار عقیدت

سلام اس ﷺ پر کہ جس ﷺ کے نور سے پُرنور ہے دنیا
سلام اس ﷺ پر کہ جس ﷺ کے نطق سے مسحور ہے دنیا

سادھو رام آرزو سہارنپوری کے گلہائے عقیدت

بدل جائے نظام بزم گیتی آن واحد میں
کوئی ضد پر اگر آ جائے دیوانہ محمد ﷺ کا
عیاں ہو کر بھی نظروں سے رہا پنہاں مدینے میں
محمد ﷺ آج تک اک راز ہے فطرت کے سینے میں

ہزاروں جبریل الجھے ہوئے ہیں گرد منزل میں
نہ جانے کس بلندی پر ہے کاشانہ محمد ﷺ کا

لالہ تارا چند تارا لاہوری لکھتے ہیں

یہ وصف مصطفیٰ ﷺ کبھی خالی نہ جائے گا
مل جائے گا صلہ مجھے داور کے سامنے

گرسرن لال ادیب لکھنوی کا کلام ملاحظہ ہو۔

دو جہاں کے سرور و سردار ﷺ کی باتیں کریں
فخرِ آدمؑ احمد مختار ﷺ کی باتیں کریں

لالہ بیلی رام کی آرزو دیکھیں

اگر مل جائے محبوبِ خدا ﷺ کا آستان مجھ کو
تو میں سمجھوں گا گویا مل گیا سارا جہاں مجھ کو

کالکا پرشاد کا اظہار عقیدت

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پر میرے لا دے
کونین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا ہے
نعلین محمد ﷺ کو وہ آنکھوں سے لگا دے

دلورام کوثری کی عقیدت مندی ملاحظہ ہو

ہندو سمجھ کے مجھ کو جہنم نے دی صدا
میں پاس جب گیا تو نہ مجھ کو جلا سکا
بولا کہ تجھ پر کیوں میری آتش ہوئی حرام
کیا وجہ، تجھ پر شعلہ جو قابو نہ پا سکا
کیا نام ہے؟ تو کون ہے؟ مذہب ہے تیرا کیا
حیراں ہوں میں، عذاب جو تجھ تک نہ جا سکا
میں نے کہا کہ جائے تعجب ذرا نہیں
واقف نہیں تو میرے دلِ حق شناس کا
ہندو سہی مگر ہوں ثنا خواں مصطفیٰ ﷺ
اس واسطے نہ شعلہ تیرا مجھ تک آ سکا
ہے نام دلورام، تخلص ہے کوثری
اب کیا کہوں، بتا دیا، جو کچھ بتا سکا

ایک اور نعت میں لکھتے ہیں۔

پوچھا جب حق نے کہ تم دنیا میں کیا کرتے رہے
کہہ دیا ہم نے ثنائے مصطفیٰ ﷺ کرتے رہے

درود آہستہ آہستہ، سلام آہستہ آہستہ

حضورِ قلب کا آیا مقام آہستہ آہستہ
بہے اشکِ سحر وقتِ سلام آہستہ آہستہ
معاصی کے دُھند لکے چھٹ گئے روشن ہوئی آنکھیں
جب اُترا دل میں وہ ماہِ تمام ﷺ آہستہ آہستہ
"ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر"
درود آہستہ آہستہ، سلام آہستہ آہستہ
یہاں کا ذرّہ ذرّہ مہبطِ انوارِ رحمت ہے
چل اے رہرو ذرا وقتِ خرام آہستہ آہستہ
مرے شعروں میں رفتہ رفتہ ڈھلنے لگ گئیں آہیں
مجھے بخشا گیا سوزِ دوام آہستہ آہستہ
جہاں شبّیرؔ کھونا زندگی کا راز پانا ہے
میّسر آئے تجھ کو وہ مقام آہستہ آہستہ

شبیر بخاری

مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام ﷺ کے دائرے میں داخل نہیں ہوئے وہ بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی رفعتوں کو سلام کرتے ہیں۔ غیر مسلموں کی مدحت سرائی کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف تو ایسے غیر مسلم محبوب خدا کے ان امتیوں سے بہتر لگتے ہیں جو آقائے نامدار ﷺ کی تعریف و ثنا میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت، اس کے ماں باپ، اولاد کی محبت سے زیادہ نہ ہو اور اس شخص کو بخیل قرار دیا گیا جو آقائے دو جہاں کا اسم مبارک سنے اور درود نہ پڑھے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی توصیف کا دائرہ گفتار سے کردار تک وسیع کریں ورنہ وہ کئی جہتوں میں غیر مسلموں سے مختلف اور بلند دکھائی نہ دیں گے۔ ہم بھی اپنے آقا ﷺ کی تعریف میں تر زبان ہوتے ہیں اور دلورام کوثری بھی ان ﷺ کی ثنا میں زمزمہ خواں ہیں۔ نہ وہ میرے آقا ﷺ کا حکم مانتا ہے اور نہ میں اپنے آقا کے حکم پر چلتا ہوں۔ ہم کلمہ گو ہیں۔ حضور ﷺ سے محبت ہمارا جزو ایمان ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعریف ہمارا فریضہ ہے اور غیر مسلم پر ایسی کوئی پابندی نہیں پھر بھی وہ آقائے دو جہاں کی مدح میں رطب اللسان ہے تو دونوں میں کیا فرق ہوا۔ یہ میرے لئے آپ کے لئے ایک سوال ہے۔ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ شریعت کی پابندی اور کردار کی بلندی سے ہم اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

نعتیہ کلام سے انتخاب

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں سب نبیوں کے سردار تمام پیغمبروں کے امام اور ان کی جملہ خوبیوں اور کمالات کے حامل اور پوری انسانیت کے ہمیشہ کے لئے خلق و کردار کا بہترین نمونہ بن کر آئے۔ وہ کون سی خوبی ہے جس نے حضور اکرم ﷺ سے جلا نہ پائی ہو وہ کونسا کمال ہے جس نے نبی امی ﷺ سے فیض نہ پایا ہو۔ آپ ﷺ کی ذات عالی تمام مکارم و محاسن، جملہ خوبیوں، نیکیوں اور بھلائیوں کی معراج ہے۔ ذیل میں انہی محاسن پر مبنی چند نعتیہ گلدستوں سے انتخاب پیش کیا جا رہا ہے آیئے یہ اشعار پڑھ کر اپنے قلب و نظر کو منور کریں۔

انتخاب: یوسف عالمگیرین

فقر کو جس ﷺ کے تھی حامل کج کلاہی، وہ رسول ﷺ
گلہ بانوں کو عطا کی جس ﷺ نے شاہی، وہ رسول ﷺ
زندگی بھر جو ﷺ رہا بن کر سپاہی، وہ رسول ﷺ
جس ﷺ کی اک اک سانس قانونِ الٰہی، وہ رسول ﷺ

جس ﷺ نے قلب تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس ﷺ کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کر دیا

(جوش ملیح آبادی)

آپ ﷺ ہیں مجموعۂ خوبی و سراپائے جمال
کونسی آپ ﷺ کی ادا دل کی طلبگار نہیں

(احسان دانش)

دل میں جو ہے ارمانِ محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
یہ بھی ہے احسانِ محمد، صلی اللہ علیہ وسلم
صبحِ ازل کی بادِ بہاری، شامِ ابد تک جاری و ساری
سلسلۂ فیضانِ محمد، صلی اللہ علیہ وسلم

(احسان رانا)

خالی نہ لوٹا کوئی بھی در سے، دل کی تمناسب کو ملی ہے
جو بھی گیا ہے آپ ﷺ کے در پر صلی اللہ علیہ وسلم
شافعِ امت ﷺ حشر میں شاہا ﷺ لاج ہماری بھی رکھ لینا
سرورِ عالم خاص پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

(محمد اسحاق احمد)

ہر اک لب پہ ہے گفتگوئے محمد ﷺ
ہر اک دل میں ہے آرزوئے محمد ﷺ
فرشتوں میں پائی نہ انساں میں دیکھی
جہاں سے نرالی ہے خوئے محمد ﷺ

(عبدالرحمٰن عاجز)

سلام اس ﷺ پر کہ جس کا نام روشن ہے امانت میں
صداقت میں، شجاعت میں، شرافت میں، دیانت میں

(خوشی محمد ناظر)

نازاں ہے جس ﷺ پہ چاند ستاروں کی سرزمیں
وہ صاحبِ جمال محمد ﷺ کی ذات ہے
ظلمت کدوں میں مطلعِ انوار جو ﷺ ہوئی
وہ نُور بے مثال محمد ﷺ کی ذات ہے

(ظہیر احمد ظہیر)

ہر ذرہ کائنات کا گرداں ہے اس لئے
ہر لحظہ گنگنائے فضا نعت مصطفےٰ ﷺ
راہ طلب میں اشک رواں ہیں زباں خموش
ہر سانس کی مگر ہے صدا نعتِ مصطفےٰ

(قیوم نظر)

عکس حسنِ ذات ہے حُسن و جمال مصطفےٰ ﷺ
ہے مقالِ حق تعالیٰ قیل و قالِ مصطفےٰ ﷺ

رجعت خورشید شاہد آپ ﷺ کی عظمت پہ ہے
اور ہے شق القمر نشانِ کمالِ مصطفےٰ ﷺ
(راجا رشید محمود)

جاں کو قرار فکر کو تابندگی ملی
پائی دلوں نے تازگی سرکار ﷺ کے طفیل
انسانیت پہ جب ہوئی یلغار کفر کی
پھیلی دلوں میں چاندنی سرکار ﷺ کے طفیل
(امجد حمید محسن)

پیدا ہوئے ہیں کون و مکاں آپ ﷺ کے لئے
اس بزمِ ہست و بود کے مسند نشیں ہیں آپ ﷺ
بخشا ہے خود خدا نے یہ اعزاز آپ ﷺ کو
سلطان انبیاء ہیں، شہِ مرسلین ﷺ ہیں آپ ﷺ
(ضیاء محمد ضیاء)

قوم کا غم بھی ہے ان ﷺ کو اور خوشی بھی ہے سعید
گل میں خنداں آپ ﷺ ہیں شبنم میں گریاں آپ ﷺ ہیں
(سعید اقبال سعید)

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائی ہے آپ ﷺ نے
بگڑی بشر کی آ کے بنائی ہے آپ ﷺ نے
انسانیت کو جہل کے تاریک دشت میں
ہر ظلم سے نجات دلائی ہے آپ ﷺ نے
(منظور حسین منظور)

دُرود اُس ﷺ پہ کہ جو ماؔہر کی اُمیدوں کا ملجا ہے
دُرود اُس ﷺ پہ کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے
(ماہر القادری)

آپ ﷺ عطا ہیں آپ ﷺ فیض، آپ ﷺ کرم ہیں آپ ﷺ جود
آپ ﷺ کی ذات پہ سلام، آپ ﷺ کی ذات پہ درود
(محمد حنیف نازش قادری)

آفتاب رسالت ﷺ پہ لاکھوں سلام
ماہتاب نبوت ﷺ پہ لاکھوں سلام
(حمید صدیقی لکھنوی)

اگر اپنوں کو ہی لیتے محمد ﷺ ظلِ رحمت میں
تو پھر مایوسیاں لے کر یہ بیگانے کہاں جاتے
محمد بخش مسلم

ہم مدینے سے اللہ کیوں آ گئے، قلب حیراں کی تسکیں وہیں رہ گئی
دل وہیں رہ گیا، جاں وہیں رہ گئی، خم اس در پہ اپنی جبیں رہ گئی
بہزاد لکھنوی

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ ﷺ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں
مولانا محمد علی جوہر

جب لیا نام نبی ﷺ میں نے دعا سے پہلے
میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے
حافظ مظہر الدین

نظارہ فردوس کی یارب نہیں فرصت
اس وقت مدینے کی فضا پیش نظر ہے
مولانا کوثر نیازی

اتنا کرم ہوا کہ مقدر بدل گئے
اُن ﷺ کے کرم کی بات چلی تھی ابھی ابھی
شبیر انصاری

بے طلب جھولیاں بھرتے ہی رہے ہیں سرکار ﷺ
اعتبار اُن ﷺ کے کرم کا تھا تقاضا نہ کیا
وقار عظیم

اب بھی موقع ہے محمد ﷺ کی غلامی کرلو
کیا خبر زیست کہاں بے سرو ساماں ہو جائے
بیدلؔ حیدری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

يَا عَيْنُ فَابْكِىْ وَلَا تَسْأَمِى وَحَقَّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ

اے آنکھ! تو خوب رو اب یہ آنسو نہ تھمیں قسم ہے سرورِ عالم ﷺ پر رونے کے حق کی

عَلٰى خَيْرِ خِنْدِفَ عِنْدَ الْبَلَا ءِ اَمْسٰى يُغَيَّبُ فِى الْمُلْحَدِ

خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا جو غم و الم کے ہجوم میں سرِ شام گوشۂ عافیت میں چھپا دیا گیا

فَصَلَّى الْمَلِيْكُ وَلِىُّ الْعِبَادِ وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلٰى اَحْمَدِ

مالک الملک بادشاہ عالمؐ بندوں کا والی اور پروردِ گار احمد مجتبیٰ (ﷺ) پر سلام و رحمت بھیجے

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِى الْمَشْهَدِ

اب کیسی زندگی جو حبیب ﷺ ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دہ یک عالم تھا

فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلُّنَا فَكُنَّا جَمِيْعًا مَعَ الْمُهْتَدِىْ

کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی آخر ہم سب اس زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَظْهَرَ دِيْنَهٗ عَلٰى كُلِّ دِيْنٍ قَبْلَ ذَالِكَ حَائِدِ

کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا

وَاَسْلَبَهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ مَا تَدَاعُوْا اِلٰى اَمْرٍ مِنَ الْغَيِّ فَاسِدِ

اور اللہ نے اہلِ مکہ کو محروم کر دیا حضور ﷺ سے جب ان لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی

غَدَاةَ اَجَالَ الْخَيْلِ فِى عَرَصَاتِهَا مُسَوَّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدِ

اور پھر وہ صبح جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں زبیر و خالد کے درمیان

فَاَمْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ عَزَّ نَصْرَهٗ وَاَمْسٰى عَدَاهُ مِنْ قَتِيْلٍ وَّشَارِدِ

پس رسول ﷺ اللہ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا اور ان ﷺ کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَیَا عَیْنِیْ اَبْکِیْ وَلَاتَسْأَمِیْ   وَحَقِ الْبُکَآءِ عَلَی السَّیِّدِ

اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اَمِنْ بَعْدَ تَکْفِیْنِ النَّبِیِّ وَدَفْنِہٖ   بَاتُوا بِہٖ آسی عَلٰی ھَالِکَ ثَوٰی

نبی ﷺ کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس کوچ کرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا بسا

زَرَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْنَا فَلَنْ نَّرٰی   بِذَاکَ عَدِیْلاً مَا حَیِیْنَا مِنَ الرَّوٰی

رسول اللہ ﷺ کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان ﷺ جیسا ہرگز نہیں دیکھیں گے

وَکَانَ لَنَا کَالْحِصْنِ مِنْ دُوْنِ اَھْلِہٖ   لَہٗ مَعْقِلٌ حِرْزٌ حَرِیْزٌ مِنَ الرَّوٰی

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی

وَکُنَّا بِمَرْآہُ نَرَی النُّوْرَ وَالْھُدٰی   صَبَاحاً مَسَاءً رَاحَ فِیْنَا اَوِاغْتَدٰی

ہم جب ان ﷺ کو دیکھتے تو سراپا نور و ہدایت کو دیکھتے صبح بھی اور شام بھی جب وہ ﷺ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے

لَقَدْ غَشَّتَنَا ظُلْمَۃٌ بَعْدَ مَوْتِہٖ   نَھَاراً فَقَدْ ذَادَتْ عَلٰی ظُلْمَۃِ الدُّجٰی

ان ﷺ کی موت کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات سے زیادہ تاریک ہو گیا

فَیَاخَیْرَ مِنْ ضَمِّ الْجُوْغِ وَالْحَشَا   وَیَا خَیْرَ مَیِّتٍ ضَمَّۃُ التُّرْبِ وَالثَّرٰی

انسانی بدن اور اس کے پہلو جتنی شخصیتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سے بہتر آپ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے چھپایا ہے، بہترین ہیں

کَاَنَّ اُمُوْرَ النَّاسِ بَعْدَکَ ضَمَّنَتْ   سَفِیْنَۃٌ مَوْجٍ فِی الْبَحْرِ قَدْ سَمَا

گویا معاملہ انسانی آپ ﷺ کی موت کے بعد ایک کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کے اندر اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مَتیٰ یَبْدُ فِی الدَّاجِی البَہِیمِ جَبِیْنُہٗ ؛ یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجیٰ الْمُتَوَقَّدِ

اندھیری رات میں ان ﷺ کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ

فَمَنْ کَانَ اَوْ مَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدٍ ؛ نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالٌ لِمُلْحِدٍ

احمد مجتبیٰ (ﷺ) جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنانے والا

لَنَا شَمْسٌ وَ لِلْآفَاقِ شَمْسٌ ؛ وَشَمْسِیْ تَطْلُعُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ہمارا ابھی ایک سورج ہے اور دنیا والوں کا بھی لیکن میرا آفتاب رات کو طلوع ہوتا ہے

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا ؛ اَبداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتغرب

ہم سے پہلوں کے سورج ڈوب گئے (لیکن) ہمارا خورشید افق کمال پر ہمیشہ درخشاں رہے گا اور غروب نہیں ہوگا

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنٌ

میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

عورتوں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال نہیں جنا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

جیسے آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے ہوں

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہرسُو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم

پری پیکر نگارِ سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

رقیباں گوش برآواز، اُو در ناز و من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد ﷺ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

حضرت امیر خسروؒ

عرش است کمیں پایہ ز ایوانِ محمد ﷺ
جبریلِ امینؑ خادمِ دربانِ محمد ﷺ

آں ذاتِ خداوند کہ مخفی ست بعالم
پیدا وعیاں است بچشمانِ محمد ﷺ

توریت کہ برموسیٰ و انجیل کہ برعیسیٰ
شد محوِ بیک نقطۂ فرقانِ محمد ﷺ

از بہرِ شفاعت چہ اولو العزم چہ مُرسل
در حشر زند دست بدامانِ محمد ﷺ

یک جان چہ کند سعدیٔ مسکین کہ دو صد جاں
سازیم فدائے سگِ دربانِ محمد ﷺ

سعدی شیرازیؒ

کس درجہ مہرباں ہمارے رسول ﷺ ہیں

رحمت کا سائبان، ہمارے رسول ﷺ ہیں
کس درجہ مہربان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

دیتے رہے جو ﷺ سب کو ہی انسانیت کا درس
وہ ﷺ رہبرِ جہان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

بھیجے گئے ہیں جتنے نبی اس زمین پر
ان سب کی آن بان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

بلوایا جن کو عرش پہ خود ربّ پاک نے
وہ ﷺ زیرِ آسمان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

ہیں ختم جن ﷺ پہ سارے زمانے کی عظمتیں
وہ ﷺ ذی حشم، وہ ﷺ شان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

بخشش کا تجھ ﷺ سے آسرا ہم کو ہے اس لئے
اے ربّ دو جہان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

فکرِ سخن میں لاکھ سخنور ہوں مبتلا
ناصرؔ سخن کی جان، ہمارے رسول ﷺ ہیں

ناصر زیدی

رب نے بھیجا رحمتِ عالم ﷺ بنا کر آپ ﷺ کو

اے رسول ﷺ انس و جاں شاہ زمن شاہ زماں ﷺ
رازدارِ جملہ اسرارِ خدائے دو جہاں ﷺ

آپ ﷺ ہی ہیں درحقیقت آپ ﷺ ہی ہیں بے گماں
باعثِ تخلیقِ انساں وجہِ بنیادِ جہاں ﷺ

آپ ﷺ کے دم سے ہی قائم ہے نظام دو جہاں
آپ ﷺ کے باعث ہیں استادہ زمین و آسماں

آپ ﷺ کا حسن درخشاں گلستاں در گلستاں
آپ ﷺ کی خوشبوئے گیسو کارواں در کارواں

آپ ﷺ کی خاطر اساس دو جہاں رکھی گئی
آپ ﷺ ہی سے کاروانِ زندگانی ہے رواں

آپ ﷺ ہی رب علیٰ کے بعد ہیں سب سے عظیم
آپ ﷺ سے بڑھ کر نہیں کوئی بھی زیرِ آسماں

ہم کو بھی دکھلایئے روضۂ اقدس ﷺ کی بہار
ہر زماں رہتا ہے جس جا پر بہاروں کا سماں

مہرباں ہو کر بلالیں واں مجھے اے مہرباں ﷺ
جس جگہ ہیں آپ ﷺ کے جلووں کی شعلہ زائیاں

آپ ﷺ کو جس نے سنا والہ و شیدا ہو گیا
حسنِ عالمگیر ہے حسنِ اسالیب بیاں

رب نے بھیجا رحمت عالم ﷺ بنا کر آپ ﷺ کو
آپ ﷺ ہی ہیں غمگسار و مونس خستہ دلاں

آپ ﷺ انسانوں کے سب امراض کے ہیں چارہ ساز
آپ ﷺ اطمینان دل ہیں آپ ﷺ ہیں تسکین جاں

کاش میں بھی دیکھ سکتا اپنی آنکھوں سے کبھی
آپ ﷺ کا شہر مدینہ بستیٔ جنت نشاں

آپ ﷺ کی گلیوں میں پہنچائے اگر بخت رسا
جھک کے چوموں آپ ﷺ کے قدموں کے پاکیزہ نشاں

عندلیبوں کی طرح نغمے الاپوں آپ ﷺ کے
گلشن شہر مدینہ میں بنے جو آشیاں

زیبؔ خستہ پر بھی ہو چشم عنایت کی نظر
خلق و شفقت کے نشاں ﷺ مہر و وفا کے ترجماں ﷺ

زیب ظفری لنگاہی

محمد مصطفیٰ ﷺ اب در پہ آنے کی اجازت دیں

محمد مصطفیٰ ﷺ اب در پہ آنے کی اجازت دیں
مجھے مکے مدینے آنے جانے کی اجازت دیں

یہ دل بیمار ہے میرا نہ جانے پیار کا مطلب
خدا را حالِ دل مجھ کو سنانے کی اجازت دیں

میری تقدیر میں لکھیں شفاعت حشر کے دن کی
مجھے بگڑے مقدر آزمانے کی اجازت دیں

میں عاصی ہوں مجھے اپنی محبت سے جلا بخشیں
مجھے صَلِ عَلٰی لکھنے لکھانے کی اجازت دیں

نہ سمجھا عشق کا مطلب نہ جانی شرک کی تشریح
مجھے اپنے کرم سے سب بتانے کی اجازت دیں

مجھے اخلاص کی دولت ذرا سی اب عطا کر دیں
کہ خواہش کے ہیں بت جتنے گرانے کی اجازت دیں

کہاں ہے مہرؔ اس قابل کہ جانے نعت کا مطلب
درودِ مصطفےٰ ﷺ پڑھنے پڑھانے کی اجازت دیں

کرنل محمد خالد خان مہرؔ

فیض حاصل کر رہا ہے سب زمانہ آپ ﷺ سے

اے مرے آقا ﷺ بھلا اب کیا چھپانا آپ ﷺ سے
پیار کرتا ہے مرا سارا گھرانہ آپ ﷺ سے

چل پڑے ہیں ہم یونہی سوئے حرم خانہ بدوش
لگتا ہے ہم کو ملے گا اب ٹھکانہ آپ ﷺ سے

اب سوائے آپ ﷺ کے دل میں نہیں ہے کوئی سوچ
میری ساری زندگی کا ہے فسانہ آپ ﷺ سے

اُڑتا پھرتا ہوں فضاؤں میں پرندے کی طرح
مجھ کو آقا ﷺ مل رہا ہے آب و دانہ آپ ﷺ سے

مَیں تہی دامن چلا آیا مدینے کی طرف
مجھ کو مل ہی جائے گا اک دن خزانہ آپ ﷺ سے

آپ ﷺ کی رحمت کا طالب ایک میں ہی تو نہیں
فیض حاصل کر رہا ہے سب زمانہ آپ ﷺ سے

کرنل (ریٹائرڈ) سید مقبول حسین

آپ ﷺ کی یادوں سے دل مضروب ہے

آب سے ہر آئینہ مجوب ہے ‏ ‏ آپ ﷺ کی چشمِ کرم مطلوب ہے

رحمتِ عالم ہے ہونا آپ ﷺ کا ‏ ‏ اور یہ اللہ کو محبوب ہے

ہو شفاعت اے مرے آقا ﷺ کہ اب ‏ ‏ ہر مسلماں دہر میں معتوب ہے

اُن کی جاں پر ہو رہے ہیں ظلم اب ‏ ‏ جان و تن کی آپ ﷺ سے منسوب ہے

رحم اے دونوں جہانوں کے ولی ﷺ ‏ ‏ آج شیطاں سے جہاں مغلوب ہے

کچھ علاج اِس طبع ناحق کا نبی ﷺ ‏ ‏ ہم کو اب باطل کی ڈِش[1] مرغوب ہے

اِک نظر اِس سمت بھی ہو اے نبی ﷺ ‏ ‏ ہر مسلماں قلب اب مقلوب ہے

یا نبی ﷺ اِس دہر کی آب و ہوا ‏ ‏ خشک ہے اب اور نئے مرطوب ہے

ضربِ مومن ایک اِک دھڑکن ہے اب
آپ ﷺ کی یادوں سے دلؔ مضروب ہے

کرنل (ریٹائرڈ) دل نواز دلؔ

1۔ انگریزی استعارہ، یعنی غذا

تُوئی سلطانِ عالم یا محمد ﷺ

نسیما! جانبِ بطحا گزر کن
زِ احوالم محمد ﷺ را خبر کن

تُوئی سلطانِ عالم یا محمد ﷺ
زِ روئے لطف سوئے من نظر کن

بہ بر ایں جانِ مشتاقم بہ آنجا
فدائے روضۂ خیر البشر ﷺ کن

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا! ایں کرم بارِ دگر کن

مولانا عبدالرحمٰن جامی

دولتِ جان و جگر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

راحتِ قلب و نظر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ
دولتِ جان و جگر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

عشقِ سرکارِ دوعالم ﷺ رحمتوں کی ہے نوید
باغِ جنّت کا ثمر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

جو غُلامِ احمدِ مرسل ﷺ ہے، اُس پر لاجرم
فرض ہر شام و سحر ہے حفظِ ناموسِ رسول ﷺ

جانِ ایمان و یقیں ہے اُلفتِ مولائے کل ﷺ
روحِ فیضانِ نظر ہے حفظِ ناموس رسول ﷺ

رُتبہ یہ پاتے ہیں کچھ خوش بخت اشخاصِ کبار
فرض یوں ہر فرد پر ہے حفظِ ناموس رسول ﷺ

کوئی علم الدینؒ ہو، صدیقؒ ہو، قیومؒ ہو
غازیوں پر سہل تر ہے حفظِ ناموس رسول ﷺ

پا گیا بے شک فلاحِ دُنیوی و اُخروی
جس کے بھی پیشِ نظر ہے حفظِ ناموس رسول ﷺ

عزیزؔ لدھیانوی

روزِ محشر بھی میرے آپ ﷺ سہارے ہوں گے

جن سے گزرے کبھی محبوب ﷺ ہمارے ہوں گے
ان ہی گلیوں میں تو جنت کے نظارے ہوں گے

اپنے ایمان کی تکمیل نہ ہو پائے گی
جب تلک وہ ﷺ نہ ہمیں جان سے پیارے ہوں گے

آپ ﷺ کی یاد نے دنیا میں سنبھالا ہے مجھے
روزِ محشر بھی میرے آپ ﷺ سہارے ہوں گے

جلوۂ طور کی صورت میں وہ معراج کی رات
قابَ قوسین کے پُر کیف نظارے ہوں گے

اُن ﷺ کے انوار میں پرواز تو کر کے دیکھو!
پاؤں کی دھول یہ گردوں کے ستارے ہوں گے

اُن ﷺ کے دیدار کی حسرت لئے دل میں جاویدؔ
دیکھنا ہم کبھی کوثر کے کنارے ہوں گے

میجر جاوید اختر ملک

مصطفیٰ ﷺ راز ہیں، راز داں ہے خدا

نعت گوئی کا مجھ کو تو یارا نہیں
ہر کسی کا بھی اس پر اجارا نہیں

صفت احمد ﷺ کو کیسے سمیٹے کوئی
حد نہیں جس ﷺ کی کوئی کنارا نہیں

ان ﷺ کا جلوہ اور یہ قلب و نظر
ہمتِ دید تابِ نظارا نہیں

مصطفےٰ ﷺ راز ہیں، راز داں ہے خدا
جو کسی اور پر آشکارا نہیں

عشق میں گر رقیبِ خدا ہو سکوں
مدعا اس ﷺ سے کم کچھ گوارا نہیں

ایسا نورِ مجسّم ﷺ کہ جس کے لئے
کوئی تشبیہ نہیں استعارا نہیں

میجر محمد زکریا

رحمت وہ بے شمار ہے میرے حضور ﷺ کی

رویا ہوں جو میں ہجرِ رسالتمآب ﷺ میں
دریا اُچھل کے آ گئے چشمِ حباب میں

جی چاہتا ہے جاگتی آنکھوں سے دیکھ لوں
منظر جو مَیں نے دیکھے ہیں طیبہ کے خواب میں

میرے حضور ﷺ کے یہ پسینے کا فیض ہے
خوشبو سمٹ کے آ گئی برگ گلاب میں

یہ بھی حضور ﷺ آپ ﷺ سے نسبت کی دین ہے
لکھے گئے ہیں جرم بھی فرد ثواب میں

رحمت وہ بے شمار ہے میرے حضور ﷺ کی
آتی ہے کب بھلا یہ حساب و کتاب میں

آیا نظر جو چہرہ اقدس پر آپ ﷺ کے
وہ نور ڈھونڈتی ہے کرن ماہتاب میں

فرط جنون میں کیوں ہو گریبان تار تار
لازم ہے احترام، محبت کے باب میں

بابرؔ یہی تو اپنا ہے سرمایۂ حیات
کرتا ہوں پیش نعت میں عالیجناب میں

پروفیسر غفار بابر

صلِ علیٰ محمد

دل کا وِرد ہو اگر سدا صلِ علیٰ محمد
دور ہو گردِ ماسوا صلِ علیٰ محمد
دام و درم کا دائرہ اور مرا ہو مُدعا
گوہرِ مدعا مرا صلِ علیٰ محمد
اس کا کرم سما سَما، لمعہ گل کا سلسلہ
مہر و عطارد و سُہا صلِ علیٰ محمد
رحم وکرم مدام کر، رسمِ سلوک عام کر
اور ہو کس کا آسرا صلِ علی محمد
آگ کا طولِ طور کا مسئلہ حل معاً ہوا
سِرِّ اَحَد کا دَر کھلا صلِ علیٰ محمد
مردم و موز مارکو، کاہ کو کوہسار کو
حکمِ صَمَد، گلِ عطا صلِ علیٰ محمد
گردِ ملال کو رَد کر، دور ہو کس طرح، مگر
ردِّ ملالِ لادوا صلِ علیٰ محمد
سہم سلاس دُور ہو، دل ہمہ کوہِ طور ہو
مالکِ ملک دوسرا صلِ علیٰ محمد
اہلِ سلوک عام ہو رسمِ محامدِ رسول ﷺ
صدر درارم ہو وَا صلِ علی محمد
وہ درِ مرگ وا ہوا، مالکِ مُلک اَلمدد
سہل مرا ہو مرحلا صلِ علیٰ محمد
دل کا ہراس مٹ سکا، راغب کم عمل، مگر
اس کا کرم اگر ہوا، صلِ علیٰ محمد

راغب مرادآبادی

وجہِ تخلیقِ کائنات آئے

رحمت سر بہ سر ہوئے پیدا
آج خیر البشر ﷺ ہوئے پیدا
وجہ تخلیق کائنات آئے
وارثِ بحر و بر ہوئے پیدا
حق کا پیغام لے کے سب کے لئے
حق کے پیغامبر ﷺ ہوئے پیدا
کور چشموں نے روشنی پائی
ایک صاحبِ نظر ﷺ ہوئے پیدا
ریگزاروں پہ نقشِ پا چمکے
خشکیوں پر شجر ہوئے پیدا
ذہن میں قوت نمو جاگی
فکر کے بال و پر ہوئے پیدا
شاخ در شاخ سبز رُت آئی
پھول، پتے، ثمر ہوئے پیدا
ولولے بھی نئے ہوئے تخلیق
اور تازہ سفر ہوئے پیدا
نسلِ آدم کی رہنمائی کو
آخری راہبر ﷺ ہوئے پیدا

سیف علی

قدسی بھی چومتے ہیں ادب سے یہاں کی خاک

آنکھوں میں بس گیا ہے مدینہ حضور ﷺ کا
بے کس کا آسرا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

پھر جا رہے اہلِ محبت کے قافلے
پھر یاد آرہا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

نبیوں میں جیسے افضل و اعلیٰ ہیں مصطفیٰ ﷺ
شہروں میں بادشاہ ہے مدینہ حضور ﷺ کا

جب سے قدم پڑے ہیں رسالتمآب ﷺ کے
جنت سے بڑھ گیا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

ہر ذرّہ ذرّہ اپنی جگہ ماہتاب ہے
کیا جگمگا رہا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

قدسی بھی چومتے ہیں ادب سے یہاں کی خاک
قسمت پہ جھومتا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

ہو ناز کیوں نہ اس کو نیازیؔ نصیب پر
جس کو بھی مل گیا ہے مدینہ حضور ﷺ کا

عبدالستار نیازی

حضور ﷺ آپ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

گماں تھے ایسے کہ آثار تک یقیں کے نہ تھے
حضور! آپ ﷺ نہ ہوتے تو ہم کہیں کے نہ تھے

زمین خاکِ مدینہ پہ ناز کرتی ہے
نصیب ایسے کسی اور سرزمیں کے نہ تھے

کوئی نبی نہیں میرے نبی ﷺ کا ہم پایہ
تمام عہد کسی عہدِ آفریں کے نہ تھے

کیا ہے آپ ﷺ نے ایسے بتوں کو بھی پامال
جو نیتوں میں چھپے تھے جو آستیں کے نہ تھے

ملے ہیں آپ ﷺ کے در سے خدا پرستوں کو
کچھ ایسے سجدے بھی جو بخت میں جبیں کے نہ تھے

خدا سے بندے کا رشتہ ہے پیروی ان کی
جو اس حصار سے نکلے وہ پھر کہیں کے نہ تھے

حنیفؔ قیصر و کسریٰ کی تمکنت ہے گواہ
غلام ایسے کسی بوریا نشین کے نہ تھے

حنیف اسعدی

دل کا سکون ہے راہ رسالت مآب ﷺ میں

دل کا سکون ہے راہِ رسالت مآب ﷺ میں
کیا بات ہے نگاہِ رسالت مآب ﷺ میں

اس در پہ سر بہ خم ہیں زمانے کے تاجور
کیا شئے ہے عزّ و جاہِ رسالت مآب ﷺ میں

دُنیا کی ہر بلا سے وہ محفوظ ہو گیا
جو آگیا پناہِ رسالت مآب ﷺ میں

اُس کی نظر میں قیصرو فغفور کچھ نہیں
شامل ہے جو سپاہِ رسالت مآب ﷺ میں

فاتح ہیں، اور پھر بھی ہے گردن جھکی ہوئی
کیا درگزر ہے شاہِ رسالت مآب ﷺ میں

اصحابِ ؓ ذی وقار بھی کیا خوش نصیب ہیں
وہ سب ہیں مہر و ماہِ رسالت مآب ﷺ میں

رُک جاؤ جس سے رو کے خدا کا حبیبِ پاک ﷺ
رحمت ہے انتباہِ رسالت مآب ﷺ میں

بزمؔی ! جسے بھی دل کے سکوں کی تلاش ہو
آجائے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں

خالد بزمی

محمد ﷺ کی درخشاں زندگی سے روشنی مانگیں

ازل کے نُورِ ابد ﷺ کی روشنی سے روشنی مانگیں
محمد ﷺ کی درخشاں زندگی سے روشنی مانگیں
مدینے کو چلیں شہرِ نبی ﷺ سے روشنی مانگیں
جہاں ذرّے ہیں سورج اُس گلی سے روشنی مانگیں
جہاں پتھر برستے ہوں ضیاء کو دل ترستے ہوں
وہاں طائف کے زخمی اجنبی ﷺ سے روشنی مانگیں
بہارِ صبح نو ہے گلشنِ حضرت ﷺ کے پھولوں سے
کسی سے رنگ و خوشبو لیں کسی سے روشنی مانگیں
یہیں نُورِ یقیں ہے نورِ حق ہے نورِ ایماں ہے
دَرِ اُن ﷺ کا چھوڑ کر ہم کیوں کسی سے روشنی مانگیں
کبھی غیروں کی دریوزہ گری اچھی نہیں ہوتی
مناسب ہے کہ تہذیبِ نبی ﷺ سے روشنی مانگیں
تکبّر نے فرشتے کو گرایا قہرِ ظلمت میں
بشر سجدے میں گر کر عاجزی سے روشنی مانگیں
نبی ﷺ سورج ہیں، کرنوں کی طرح احباب ہیں اُن ﷺ کے
نبی ﷺ کے دوستوں ؓ کی دوستی سے روشنی مانگیں
حِرا سے دو جہاں کی وسعتوں تک نُور ہے جس ﷺ کا
اُسی ﷺ قندیلِ علم و آگہی سے روشنی مانگیں
یہ فیضِ عشقِ حضرت ﷺ ہے کہ پروانے رسالت کے
تمنّا کی فروزاں شاعری سے روشنی مانگیں

عبدالمجید تمنّا

ہم تھے مداحِ نبی ﷺ ہم کو خطر ایسا نہ تھا

مُرسلوں میں کوئی بھی خیر البشر ﷺ ایسا نہ تھا
مرتبہ اُن سب کا اعلیٰ تھا، مگر ایسا نہ تھا

مسکراتے ہنستے ہم میدانِ محشر میں در آئے
ہم تھے مداحِ نبی ﷺ، ہم کو خطر ایسا نہ تھا

نام جب سرکار ﷺ کا جپتا نہ تھا ہر صبح میں
روز ہوتی تھی سحر، حُسنِ سحر ایسا نہ تھا

لامکاں کی حد سے آگے ختم ہوتا تھا سفر
سدرہ سے آگے بھی جاتا، ہمسفر ایسا نہ تھا

جا نہ سکتا جو تلاشِ رزق میں طیبہ تلک
طائرِ تخیّل مرا خستہ پر ایسا نہ تھا

داغ انگلی کے اشارے کا ہے سینے پر عیاں
آپ ﷺ کے اعجاز سے پہلے قمر ایسا نہ تھا

نعت کہتا ہوں تو اطمینانِ خاطر ہے نصیب
قبل ازیں ہر لمحہ شام و سحر ایسا نہ تھا

راجہ رشید محمود

متاعِ آگہی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

جمالِ زندگی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے
سراپا روشنی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

یہاں ہر گام پر انوار کی بارش برستی ہے
پیامِ سرخوشی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

انہیں سرچشمۂ الطافِ ربِّ دوجہاں کہیے
وقارِ آدمی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

یہاں ہر گام پر سجدے مچلتے ہیں جبینوں میں
متاعِ آگہی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

سنہری جالیوں کا حُسن اور مینار کی عظمت
کمالِ دلکشی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

سلاطینِ دو عالم سر جھکاتے ہیں یہیں آ کر
دلوں کی تازگی ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

رضاؔ خُلدِ بریں کو رشک آتا ہے مدینہ پر
خراجِ شاعری ہیں گنبدِ خضریٰ کے نظارے

محمد اکرم رضا

بخشا سکوں حضور ﷺ کے فیضانِ عام نے

بخشا سکوں حضور ﷺ کے فیضانِ عام نے
دیکھا سَحر کا نُور زمانے کی شام نے

پیرایۂ حیات ہے سرمایۂ نجات
پیغام جو دیا ہے رسول ﷺ انام نے

یوں دیکھتے ہیں روضۂ اطہر کو اہلِ دل
گویا جنابِ سرورِ ﷺ عالم ہوں سامنے

شایانِ بارگاہِ پیمبر ﷺ نہ تھی فغاں
آنسو بنا دیا ہے اسے احترام نے

تمہیدِ التفات بنی لغزشِ قدم
آیا جب اُن کا دستِ کرم مجھ کو تھامنے

محبوبِ ﷺ کبریا کی حیاتِ جمیل سے
پایا ہے افتخار بقائے دوام نے

سرکار ﷺ کی نگاہِ کرم ہے فقیؔر پر
سرکار ﷺ کی ثنا جو لکھی ہے غلام نے

حافظ محمد افضل فقیؔر

حضوری کی تڑپ میں رات دن میرے گزرتے ہیں

نظر آئی جمال نعت کے جلوؤں کی تابانی
منقش ہوگئیں نظروں میں سب آیات قرآنی

وہ آقا ﷺ جس کی ہر اک بات سے قرآن جھلکتا ہے
وہ آقا ﷺ جس کی سیرت رُوکش آیات ایمانی

بن ہر مُو سے میرے نعت کا نغمہ ابلتا ہے
میرے ہر لفظ سے پیدا ہے درد و سوز نہانی

حضوری کی تڑپ میں رات دن میرے گزرے ہیں
مجھے درکار ہے اس چہرۂ ﷺ اقدس کی تابانی

کشاکش میں گزرتی جا رہی ہے عمرِ بے مایہ
بلا لیجئے خدا کے واسطے محبوبِ ﷺ سبحانی

کمالِ نعت میں یہ التجا منظور ہو جائے
طبیعت میں روانی ہو تخیل میں فراوانی

مثالِ کعب ؓ میں بھی زندۂ جاوید ہو جاؤں!
رِدا اُن ﷺ کو ملی مجھ کو کریں دیدار ارزانی

عارف رضا

قومی سیرت کانفرنس

12 ربیع الاول کو اسلام آباد میں ''عصرِ حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال' اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل وضرورت سیرت طیبہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر منعقدہ سیرت کانفرنس کی روئیداد شاہد محمود کے قلم سے

''اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کا اعزاز ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ﷺ بن کر آئے۔ آپ ﷺ سے پہلے جو نبی اور رسول دنیا میں تشریف لائے وہ خاص قوم اور علاقے تک محدود تھے۔ جبکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ آنے والے ہر دور' علاقے' رنگ ونسل کے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجے گئے۔ ان خیالات کا اظہار وزیراعظم شوکت عزیز نے اسلام آباد میں 29ویں قومی سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ یہ کانفرنس 12 ربیع الاول کو نیشنل لائبریری کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی۔ جس کا موضوع ''عصر حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال' اعتدال پسند' اسلامی معاشرے کی تشکیل وضرورت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' تھا۔ کانفرنس میں وفاقی وزیر مذہبی امور اور زکوٰۃ وعشر اعجاز الحق' ممتاز مذہبی سکالرز' اور وفاقی وصوبائی وزراء' علمائے کرام اور مشائخ عظام کثیر تعداد میں موجود تھے۔

کانفرنس کی کارروائی تین گھنٹے جاری رہی۔ پروگرام کے مطابق کانفرنس کے دو سیشنز منعقد ہوئے۔ پہلے سیشن کی خاص بات وزیر اعظم پاکستان شوکت عزیز کا صدارتی خطبہ اور وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اور زکوٰۃ وعشر اعجاز الحق کا خطبہ استقبالیہ تھا۔ جس میں حضور ﷺ کے یوم ولادت کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی اور کانفرنس کے انعقاد کی غرض و غایت سے حاضرین کو آگاہ کیا گیا۔ دوسرا سیشن دانشوروں کی تقاریر پر مشتمل تھا جس میں علمائے کرام اور مشائخ عظام نے کانفرنس کے موضوع کے حوالے سے سیر حاصل خطابات سے حاضرین کو نوازا۔

وزیراعظم پاکستان شوکت عزیز نے کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطاب میں عید میلادالنبی ﷺ کے موقع پر تمام حاضرین کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ گزشتہ 28 برسوں سے کانفرنس کا باقاعدہ انعقاد وزارت مذہبی امور اور عشر و زکوٰۃ کی سنہری روایت کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں شرکت میرے لئے باعثِ سعادت ہے کہ اس طرح کی محافل کے انعقاد سے علمائے کرام' پالیسی سازوں اور حکومتی ارکان کو مل بیٹھ کر حضور ﷺ کی مبارک زندگی کے فہم اور اس سے رہنمائی کا موقع فراہم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن و سیرت کا مطالعہ اور اس پر عمل ہی تمام مسائل کا حل ہے (وزیراعظم کے خطاب کا مکمل متن الگ سے اس جریدے میں شامل کیا گیا ہے۔)

وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اور زکوٰۃ وعشر اعجاز الحق نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے تقریب میں شرکت کرنے پر وزیراعظم پاکستان' وفاقی اور صوبائی وزراء' علمائے کرام ومشائخ عظام اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کی بعثت کو تمام کائنات بالخصوص امتِ مسلمہ کے لئے احسانِ عظیم قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی محبت واطاعت تقاضائے ایمان ہے اور یہ تلقین کی کہ آپ ﷺ کی اطاعت ومحبت کے عملی تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

کانفرنس کی اہمیت اور اس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نے کہا کہ پاکستان میں قومی سیرت کانفرنس کی ابتداء 1976ء میں ہوئی اور اب یہ باقاعدہ قومی سطح کی تقریب کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ سیرت اور نعت کی کتب کے مقابلے کا انعقاد' خواتین کے لئے سیرت کانفرنسوں کا انعقاد اور تازہ موضوع پر کانفرنس میں مقررین کو دعوتِ خطاب وہ اہم امور ہیں جن کی بدولت تحریری یا تقریری مواد قارئین سیرت طیبہ کو فراہم ہوتا ہے اور اس طرح ملک وبیرون ملک

سیرت نگاری اور سیرتِ طیبہ ﷺ پر چھپنے والی کتابوں کے قارئین کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ رسائل اور مجلات کے مقابلوں کے انعقاد کا اعلان ملک بھر کے اخبارات میں کرایا جاتا ہے اور ملک بھر میں سے موصول ہونے والی تمام انٹریز کا ابتدائی طور پر مشتہر کردہ شرائط کی روشنی میں تیکنیکی اور فنی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں منتخب ہونے والی ہر کتاب کو کم از کم 3 ماہرین پر مشتمل جج کمیٹی کو جانچ پڑتال کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ماہرین کی رپورٹوں اور آراء کو ایک دوسری اعلیٰ کمیٹی جسے (ایپکس) کمیٹی کہا جاتا ہے کے سپرد کیا جاتا ہے اور وہ ان تمام معاملات کو دیکھنے کے بعد فیصلہ کرتی ہے کہ کون سی کتابوں اور مقالات کو انعام دیا جا سکتا ہے۔ اور اس معاملے میں وزارت مذہبی امور بالکل مداخلت نہیں کرتی۔

حسب روایت اس سال بھی یہ مقابلے منعقد ہوئے۔ اس ضمن میں وزارت کو کل 56 کتب سیرت و نعت اور 84 مقالات سیرت موصول ہوئے ان میں سے ابتدائی جائزے کے بعد 51 کتب اور جملہ مقالات سیرت کو منصفین کی کمیٹی کے پاس جانچ پڑتال کے لئے بھیجا گیا۔ Epics کمیٹی کے فیصلے کے مطابق اس سال کیلئے مقابلے میں 13 کتابیں اور 20 مقالات سیرت کے انعام کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

وزیرِاعظم پاکستان نے انعامات پانے والوں میں اپنے دستِ مبارک سے انعام تقسیم کئے۔

انعام یافتگان کی اس صف میں بحمداللہ تعالیٰ افواجِ پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ ہلال اور پریس ریویو کے ایڈیٹر میجر عارف محمود بھی شامل تھے۔ ان کے زیرِادارت ہفت روزہ ہلال کو ملک بھر کے رسائل و جرائد میں اول انعام سے نوازا گیا۔ یہ انعام ہفت روزہ ہلال میں سیرت النبی ﷺ 2004ء کی خصوصی اشاعت پر دیا گیا۔

ماہنامہ "آب حیات" کے مدیر مولانا محمود الرشید حدوٹی کو دوسرا انعام دیا گیا۔

ان کے علاوہ مقابلہ کتب سیرت میں انعام پانے والوں میں محترمہ شیریں زادہ خدوخیل، محمد انور میر، مولوی فقیر محمد، خالد عظیم، محمد حنیف نازش، مسرور جالندھری، اکبر حمزئی، پروفیسر سینہ خٹک، محترمہ خالدہ جمیل، مقالاتِ سیرت میں پروفیسر نوید احمد شہزاد، پروفیسر سعید اکرم، عامر تحسین، پروفیسر محمد مشتاق کلوٹہ، ضیاء الدین، پروفیسر ڈاکٹر عبدالمالک آغا، عبدالعلی اچکزئی، مولانا عبدالحق، پروفیسر عبدالخالق، پروفیسر نسیم وسیم، مقالاتِ سیرت برائے خواتین میں حبیبہ رفیق، سعدیہ خالد محمود، پروفیسر نسیم وسیم، ڈاکٹر فرحت عزیز، سنجیدہ حلیمہ، شاہدہ بی بی فرح بتول، ثمینہ بلوچ، آمنہ بی بی اور میمونہ فدا شامل تھے۔

اس سے قبل قومی سیرت کانفرنس کا آغاز تلاوت کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوت و ترجمہ قاری عبدالماجد نور نے پیش کیا۔ ہدیۂ نعت کراچی سے آئے ہوئے خورشید احمد نے پُرکیف آواز میں پیش کیا اور اس محفل کو ذکرِ نبی ﷺ سے مہکا دیا۔

واضح رہے قومی سیرت کانفرنس 2005ء کے انتظامات کی سعادت حسب روایت وزارتِ مذہبی امور اور زکوٰۃ و عشر کے حصے میں آئی۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اور زکوٰۃ و عشر اعجاز الحق اور سیکرٹری وزارت مذہبی امور وکیل احمد خان کے علاوہ وفاقی و صوبائی وزراء، علمائے کرام اور مشائخ عظام نے بھی اس پُروقار تقریب میں شرکت کی۔ تقریب کی میزبانی ڈاکٹر محمد طفیل نے کی جبکہ قومی سیرت کانفرنس کی اناؤنسمنٹ معروف اناؤنسر لئیق احمد خان کر رہے تھے۔

تہذیب و معاشرت کا عملی نقشہ

جنرل ہیڈکوارٹرز میں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

رپورٹ: شاہد محمود

''پوری کائنات کے لئے آپ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔ پوری کائنات میں آپ ﷺ کی ذات سب سے بڑھ کر کامل ہے۔ ایسا کامل و اکمل اور مشفق رسول ﷺ عطا کئے جانے پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہونا چاہئے۔'' یہ بات وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل احسن سلیم حیات نے جنرل ہیڈکوارٹرز میں منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔

یہ کانفرنس 12 ربیع الاوّل کو جنرل ہیڈکوارٹرز کے آرمی آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے ہوا جس کے مہمانِ خصوصی وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل احسن سلیم حیات تھے۔

ایک گھنٹہ جاری رہنے والی اس کانفرنس میں انسپکٹر جنرل ٹریننگ اینڈ ایویلیوایشن لیفٹیننٹ جنرل ضرار عظیم' انجینئر انچیف لیفٹیننٹ جنرل محمد زبیر' کوارٹر ماسٹر جنرل لیفٹیننٹ جنرل خالد منیر' چیف آف جنرل سٹاف لیفٹیننٹ جنرل طارق مجید' چیف آف لاجسٹکس سٹاف لیفٹیننٹ جنرل انیس احمد عباسی اور ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر میجر جنرل شوکت سلطان خان نے بھی شرکت کی۔

تقریب کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ میجر محمد شریف نے آیاتِ قرآنی کی دلآویز تلاوت کی اور ان کا ترجمہ پیش کیا۔ ہدیہ نعت عبدالحمید اور محمد اسلم نے پیش کیا اور نعت رسول مقبول ﷺ پُرسوز آواز میں سنا کر حاضرین کے دلوں کو عشق نبوی ﷺ سے گرمایا۔

مہمانِ خصوصی وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل احسن سلیم حیات نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے تعلیمات نبوی ﷺ کی پیروی پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے یہ بات باعثِ سعادت ہے کہ مجھے آپ ﷺ کی سیرت پر اظہار خیال کا موقع ملا ہے۔

وائس چیف نے کہا کہ کسی امتی کے بس میں نہیں کہ آپ ﷺ کی سیرت کا احاطہ کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ ایک روایت کے مطابق حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضور ﷺ کی سیرت' رسول اللہ ﷺ کے کردار' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے رویہ اور معاملہ سے متعلق دریافت کیا۔ جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ عدل وانصاف کا مجسمہ تھے اور غلط خبریں مطلق قبول نہ فرماتے تھے۔

وائس چیف نے کہا کہ آپ ﷺ صحابہ سے مسکرا کر پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کا ہنسنا بھی مسکراہٹ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔ آپ ﷺ امانت و دیانت میں بے مثل تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی امانت و دیانت سے متاثر ہو کر آپ ﷺ سے شادی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نہایت نفیس تھے جو بھی ملتا مرعوب ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جو آپ ﷺ کے ساتھ وقت گزارتا آپ ﷺ سے محبت کرتا۔ آپ ﷺ ہمیشہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے۔ دوست' دشمن' عربی' عجمی' اپنے اور پرائے کو برابر جانتے تھے۔ حق و انصاف سے فیصلے کرتے۔ لوگوں کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتے۔ کسی کو بات کرتے نہ ٹوکتے نہ کھانے میں عیب نکالتے۔ جو آپ ﷺ سے امید باندھتا اسے مایوس نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نہ بحث میں پڑتے اور نہ اسے پسند فرماتے۔ آپ ﷺ نے فضول گوئی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ بولتے تو ہمیشہ سچ فرماتے۔

انہوں نے کہا کہ جس چیز سے تعلق نہ ہوتا آپ ﷺ اس کو چھوڑ دیتے اور اس میں کوئی دلچسپی نہ لیتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی پر الزام نہ لگایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ ﷺ نے کبھی ان سے یہ نہ فرمایا کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو نہ مارا نہ غلام' عورت اور بچے پر ہاتھ اٹھایا۔ کبھی بلند آواز سے بات نہ کرتے۔ شفقت' محبت' کرم نوازی سیرت طیبہ ﷺ کا اہم پہلو ہے۔

وائس چیف نے کہا کہ آپ ﷺ ہر جنگ میں آگے ہوتے' غزوۂ حنین میں ایک موقع پر مسلم فوج چھٹ گئی آپ ﷺ میدانِ جنگ میں دشمن کی طرف بڑھے اور دائیں طرف ہو کر پکارا اے لوگو! میری

طرف آؤ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں"۔ اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے چند مہاجرین اور اہل خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان نازک ترین لمحات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا۔ آپ ﷺ کا رُخ کفار کی طرف تھا اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لئے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے "میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔" اسی طرح آپ ﷺ غزوۂ احد میں بھی زخمی ہوئے۔ فنونِ جنگ کی آپ ﷺ کو مہارت حاصل تھی۔ احد و خندق کی جنگوں میں کامیاب حکمتِ عملی اختیار کی۔ حکمت عملی کے ساتھ ہر جنگ میں شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا۔ آپ ﷺ غیروں اور اپنوں کے لئے شفقت کا سمندر تھے۔ فتح مکہ پر دشمنوں کو عام معافی دے دی۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی سادگی کا نمونہ تھی۔ رہائش' خوراک اور ملنے جلنے میں سادگی۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے اور جوتے خود مرمت فرماتے۔ فرش' زمین پر ہر جگہ بیٹھ جاتے۔ حدیثِ نبوی ﷺ میں وارد ہے "میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کے درجات کی تکمیل کروں۔ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک آپ ﷺ بہت عظیم اخلاق کے مالک ہیں اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔

پوری کائنات کے لئے آپ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔ پوری کائنات میں آپ ﷺ کی ذات سب سے بڑھ کر کامل ہے۔ ایسا کامل واکمل اور مشفق رسول ﷺ عطا کئے جانے پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

وائس چیف نے حاضرین سے کہا کہ امن و سلامتی کی زندگی گزارنے کا جذبہ پروان چڑھائیں اور اسوۂ نبی ﷺ کا ہمیشہ خیال کریں۔

آخر میں انہوں نے ملک و قوم' پاکستان اور افواجِ پاکستان کی ترقی کیلئے دعا کی۔

اس سے پہلے شعبہ دینی تعلیمات کے بریگیڈیر شمس الرحمٰن نے مقالہ پڑھا جس کا عنوان "نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی عملیت اور کاملیت" تھا۔ انہوں نے سورۃ الاحزاب کی چند آیات کی تلاوت اور ان کا ترجمہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تمام پیغمبروں کی تعلیمات پاکیزہ اخلاقی زندگی پر مبنی ہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کا اصلی کارنامہ جو آپ ﷺ کو عظیم ترین بناتا ہے' وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر ایمان' اصولِ اخلاق اور عملی زندگی کو ملا کر تہذیب وتمدن اور ثقافت و معاشرت کا نقشہ عملی دنیا میں قائم کر کے دکھایا۔

انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی مبارک اور مقدس زندگی میں ہمیں بیک وقت اس قدر متنوع اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا کر کے نہیں اٹھائے۔ آپ ﷺ نے ایمان سے اخلاق اور اخلاق سے زندگی کے تمام شعبوں کا تعلق کس طرح قائم کیا ہے۔ یہ آپ ﷺ کے اقوال واعمال سے بالکل واضح ہے۔

بریگیڈیر شمس الرحمٰن نے کہا حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کی سنت ہے جس کی پیروی کرتے ہوئے عرب کے بدو قتل و غارت گری چھوڑ کر امن کے سفیر بن گئے اور یہ تبدیلی فقط اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہ اور آپ ﷺ کے کردار کی بدولت رونما ہوئی۔

آخر میں انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ آپ ﷺ کی اطاعت کا عملی نمونہ پیش کریں تاکہ ہماری ہر ہر ادا اور ہر ہر عمل اس بات کی گواہی دے کہ ہم سچے عاشقِ رسول ﷺ ہیں۔

تقریب کا اختتام دعا پر ہوا جس میں تمام حاضرین نے مل کر اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق طلب کی کہ ہماری زندگیوں میں اسوۂ رسول ﷺ کی حقیقی جھلک نظر آئے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں۔

تبصرۂ کتب

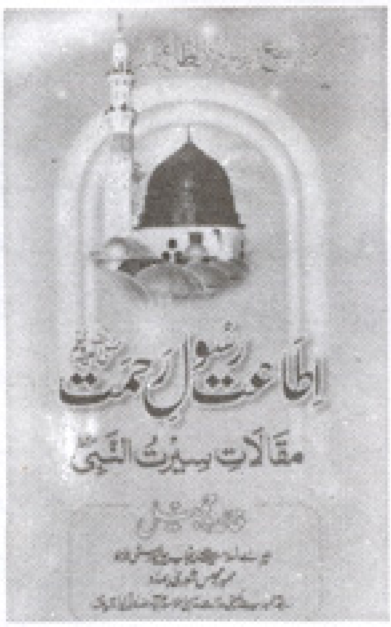

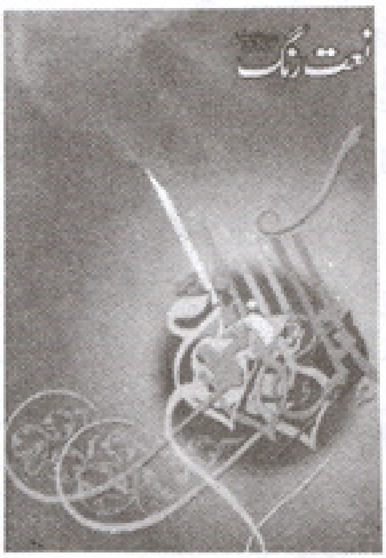

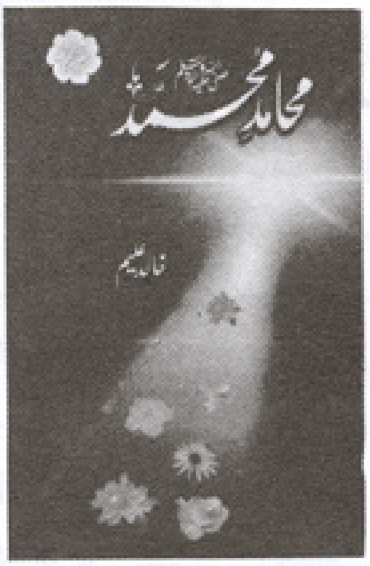

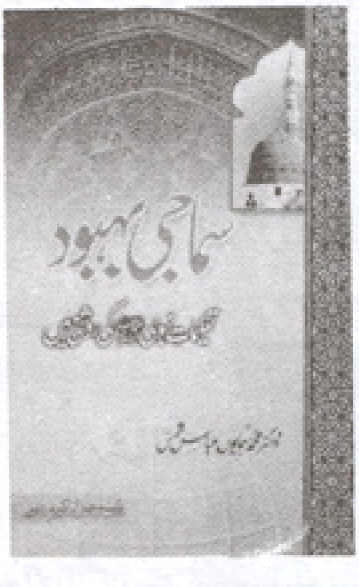

نام کتاب: اطاعتِ رسول رحمت ﷺ
مقالاتِ سیرت النبی ﷺ
مصنفہ: خالدہ جمیل
اشاعت: اپریل 2004ء
صفحات: 232
پرنٹنگ شاہ نفیس پرنٹنگ زون لاہور

زیرِ نظر کتاب محترمہ خالدہ جمیل کی تصنیف ہے مصنفہ ایک باصلاحیت خاتون ہیں۔ان کا تعلق ایک مذہبی علمی اور وضع دار خاندان سے ہے۔ان کی ایک کتاب آب زم زم کے نام سے چھپ چکی ہے۔

''اطاعتِ رسول رحمت ﷺ 13 مقالات کا مجموعہ ہے جن میں اسلام کا کردار زندگی کے مختلف شعبوں میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اسلوب بیان خوبصورت اور سادہ ہے کسی بھی قسم کے بھاری الفاظ سے اجتناب کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے اور وہ الفاظ کے جال میں پھنس کر کتاب کے اصل مقصد کو کھو نہ دے۔ شاید مصنفہ بنیادی طور پر ایک مقررہ ہیں اس لئے روانی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جہاں سیرتِ محمدی ﷺ کی بات آجاتی ہے ہم بحیثیت مسلمان عقیدت و احترام کے جذبات سے سرِ نیاز تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ ہمارے قلوب جذبات سے بھر جاتے ہیں اور ان کی عقیدت کا پیمانہ چھلک پڑتا ہے۔ اس لئے ایک مصنف ان جذبات کو ساتھ لے کر چلتا ہے نہ کہ پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی تخلیق قاری کو اپنے اثر میں لے لیتی ہے۔ ''اطاعتِ رسولِ رحمت ﷺ'' پڑھتے ہوئے بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنفہ نے دل کی گہرائی سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کہیں بھی ان پر تصنع نے قبضہ نہیں جمایا۔

مصنفہ اسلامی تاریخ سے بھی خوب آگاہی رکھتی ہیں۔ اس کا احساس مختلف ابواب پڑھ کر ہوتا ہے جیسے عورت کا مقام اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کو مختلف تاریخی شواہد سے ثابت کیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ جگہ جگہ پر انہوں نے مغربی مفکرین کا بھی حوالہ دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دورِ حاضر کے علوم سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ گویا عقیدت کے جذبات کے ساتھ ساتھ انہوں نے علمیت کا بھی بھرپور اظہار کیا ہے۔

''وجودِ زن سے ہے کائنات میں رنگ'' گویا مسلمان خواتین کی نمائندہ تحریر کا درجہ رکھتی ہے اور اس کو مصنفہ نے ثابت بھی کیا ہے کہ اس سلسلے میں زیرِ نظر کتاب کا باب نمبر 2 تا باب نمبر 7 پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مصنفہ نے اس موضوع کا مدلل انداز میں احاطہ کیا ہے۔

دورِ حاضر میں جبکہ ہم ایک ایسے دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ہمیں دہشت گرد اور انتہا پسند قرار دیا جا رہا ہے۔ اس الجھن سے چھٹکارے کے لئے مصنفہ نے کتاب کے آخری باب میں کچھ تجاویز پیش کی ہیں جن پر عمل کرنے سے ہمارے اوپر سے دورِ حاضر کا یہ لیبل با آسانی مٹ سکتا ہے۔

نام کتاب نعت رنگ

شمارہ فروری 2004ء

مدیر :سید صبیح الدین رحمانی

ضخامت :448 صفحات

تبصرہ : عبدالغفار چشتی

ملنے کا پتہ: اقلیم نعت 201 اے صائمہ ایونیو سیکٹر 14 بی شادمان ٹاؤن نمبر 2' شمالی کراچی۔ 75850

نعت رنگ کا حالیہ شمارہ نعت گوئی کے فن پر بھرپور دستاویز ہے۔

شمارے کی خاص بات خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ایک طویل حمد و نعت اور نعتِ رسولِ مقبول ہے جس منظوم ترجمہ علامہ سیفی فرید آبادی نے کیا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول ﷺ پر مسعود الرحمٰن خان ندوی کی بھرپور تحریر پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور عاشقانِ رسول کے لئے توشۂ خاص ہے۔

معروف محقق ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے افتخار عارف کی نعتوں کا خوبصورت انتخاب بھی پیش کیا ہے۔ پیر مہر علی گولڑویؒ کی نعتیہ شاعری پر جامع تحقیقی تحریر شمارے کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہے۔ شمارے میں نعت گو شاعروں کے فکر و فن کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ظہورِ قدسی اردو نعت کے آئینے میں' ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مضمون اردو میں منظوم سیرت نگاری' ڈاکٹر سلطان شاہ کا مضمون نعتیہ شاعری میں ذکرِ احادیثِ رسول ﷺ' پروفیسر محمد فیروز شاہ کا مضمون اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت'' راجہ رشید محمد کا دیارِ نعت پر اعتراضات کا ایک تجزیہ نہایت معلوماتی اور نقد و نظر کی حامل ہیں۔ الغرض نعت رنگ کا یہ شمارہ علم و عرفان کا ایک خزانہ ہے اور شوق و محبت رکھنے والوں کے زیرِ مطالعہ ہونا چاہئے۔

✡✡✡✡✡

نام کتاب : معرفت حدیث

مصنفہ : پروفیسر بسینہ خٹک

ضخامت : 300

قیمت : 230 روپے

ناشر: احباب پبلشرز۔ بوتل بازار شاہ عالم روڈ لاہور

مبصر : شاہد محمود

زیرِ نظر کتاب حدیثِ نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ کتاب کا موضوع حدیثِ نبوی ﷺ کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ مصنفہ نے اس اصول کی وضاحت کی ہے کہ شریعت کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے قرآن و حدیث لازم و ملزوم ہیں۔ قرآنِ مجید اور فرقانِ حمید کے بعد شریعتِ اسلام کا دوسرا ماخذ حدیثِ پاک ہے۔ اس لئے حدیث پر سرِ تسلیم خم کرنا عین تقاضائے ایمان ہے۔

کتاب کو موضوع کے حوالے سے مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا تدوینِ حدیث' حلقہ ہائے حدیث' حدیث کے رواۃ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم' ان کے تحریر کردہ صحیفہ ہائے حدیث کے لئے الگ الگ باب مختص کئے گئے ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین کی خدمات اور مشاہیر آئمہ حدیث اور ان کی مشہور تصنیفات کا بھی بیان کتاب میں شامل ہے جن میں حدیث کی مشہور کتب صحاح ستہ کا بطورِ خاص ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخری حصے میں فنِ حدیث پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور محدثین کے القاب' سند کے لحاظ سے حدیث کی اقسام کو تفصیلی انداز میں ذکر کیا گیا ہے جو کتاب کی مقبولیت میں اضافے کا سبب بنے گی۔ اس لئے یہ کتاب جہاں عام قارئین کے لئے حدیث کے بارے میں معلومات میں اضافہ کرتی ہے وہاں علومِ اسلامیہ کے طلباء کی دلچسپی کا مواد بھی فراہم کرتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس کتاب کو سیرت کی کتب خواتین میں امسال پہلا انعام ملا ہے۔

کتاب کے آخر میں ان کتب کی تفصیلی فہرست درج ہے جو کتاب کی تالیف میں مصنفہ کے زیرِ مطالعہ رہیں۔

مختصراً یہ کتاب علمِ حدیث کی اہمیت اور حدیث کو سمجھنے میں نہایت مددگار ہے۔ کتاب کے مطالعے سے حدیث کے رموز سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔

ٹائٹل پر قرآنی آیت کا حسین عکس پیش کیا گیا ہے

جو کتاب کے ظاہری حسن میں ایک پاکیزہ اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنفہ کو اس کارِ خیر پر اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور ﷺ کی سنت و حدیث کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

نام مجلہ : آبِ حیات

مدیرِ اعلیٰ : مولانا محمود الرشید حدوٹی

جلد :4 : شمارہ:4

صفحات : 240

اشاعت : اپریل 2004ء

قیمت (خصوصی اشاعت) 30روپے

مبصر: قاری عطاء الرحمٰن

جامعہ اشرفیہ لاہور سے شائع ہونے والا مجلہ ماہنامہ ''آبِ حیات'' مدیرِ اعلیٰ مولانا محمود الرشید حدوٹی کے علمی تشخص کا آئینہ دار ہے' موصوف کے زیرِ ادارت شائع ہونے والے اس مجلّے میں پُر مغز اور تحقیقی مقالہ جات پُر اثر اور دل نشین مضامین کے انتخاب سے ان کی قلمی تحقیق کی خوب عکاسی ہوتی ہے۔

آرٹ پیپر پر مختلف خوبصورت رنگوں سے ٹائٹل کو آراستہ کیا گیا ہے۔ جس پر نیلگوں آسمانی رنگ اور اس کے اندر سفید چمکتے ستارے' کرۂ ارضی پر غلبۂ اسلام کا تاثر' گنبدِ خضریٰ کے اسکیچ پر عاشقِ صادق مداحِ رسول ﷺ سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ اشعار نے ٹائٹل کی خوبصورتی میں نکھار پیدا کر دیا۔

آبِ حیات کا یہ شمارہ سیرۃ النبی ﷺ نمبر کے حوالے سے خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے جو امید ہے انشاء اللہ ''آبِ حیات'' کے حصہ داروں کے لئے دارین کی سعادت ہوگا۔ اپریل 2004ء کا یہ شمارہ امسال قومی سیرت کانفرنس 2005ء کے موقع پر مقابلۂ کتب و جرائد سیرۃ النبی ﷺ میں شامل کیا گیا اور اسے دوسرے انعام سے نوازا گیا۔

مدیرِ اعلیٰ نے ''نقشِ آغاز'' کے تحت ''آبِ حیات کی سعادت مندی'' کے عنوان سے جو اداریہ تحریر کیا ہے اس میں گزشتہ چند سالوں سے ادارہ کی حسنِ کارکردگی پر روشنی ڈالی اور پھر تحدیثِ بالنعمت کے طور پر ان کاوشوں کے صلے میں حاصل ہونے والی خاطر خواہ مقبولیت اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے خصوصی اشاعتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: ''آبِ حیات'' میں ہمیشہ عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ تحریروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

زیرِ تبصرہ ''آبِ حیات'' کے لئے چنے گئے مقالہ جات میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا مقالہ ''صوری زندگی'' سرِ فہرست ہے جو مولانا مرحوم کا قلمی شہ پارہ ہے۔ جس میں انتہائی دلنشین اور انوکھے انداز میں بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل انسانیت کش حالات کا تذکرہ کرنے کے بعد مقصودِ کائنات' محسنِ انسانیت' رحمتِ عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے انسانیت پر اثرات سے متعلق لکھتے ہیں:

''دفعتہً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رَو دوڑی' نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہوئی' جن پرندوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کے بے حس جسم کی ساکن سطح پر بسیرا کر رکھا تھا ان کو اپنے گھر ہلتے ہوئے اور اپنے جسم لرزتے ہوئے محسوس ہوئے۔ انسانیت کی اس اندرونی حرکت سے اس کی بیرونی سطح میں اضطراب پیدا ہوا۔ اس کی اس ساکن و بے حرکت سطح پر جتنے کمزور اور بودے قلعے بنے ہوئے تھے ان میں زلزلہ آیا' زندگی کا یہ گرم خون جو انسانیت کے سرد جسم میں دوڑا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا واقعہ ہے جو متمدن دنیا کے قلب مکہ معظمہ میں پیش آیا۔

''آبِ حیات'' کے محدود صفحات پر انتہائی جامعیت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تقریباً تمام گوشوں پر قلم کشائی کی گئی ہے' آپ ﷺ کی ولادت باسعادت' حلیہ مبارک' سیرت و گفتار' مکی اور مدنی زندگی' شمائل و خصائص' معجزات و مدارج' محاسن و اخلاق' دعوت و تبلیغ' حقوقِ انسانیت یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پسینہ کی خوشبو' آواز کی چاشنی بالوں کے خضاب تک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ''سنتِ نبوی ﷺ جدید سائنس کی روشنی میں'' کے عنوان سے انتہائی معلوماتی مضمون ''آبِ حیات'' کی زینت بنایا گیا۔ مختصر یہ کہ سیرتِ طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آبِ حیات حقیقت میں اسمِ بامسمّٰی ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: محامد محمد ﷺ

مصنف: خالد علیم

تبصرہ: خالد بن مجید

قیمت: 130روپے

نعت گوئی پیغمبر آخر الزمان ﷺ سے اظہارِ عقیدت و ارادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کو دینِ حق کی طرف بلانے کا مبارک عمل ہے۔

آقائے دوجہاں ﷺ شہنشاہِ معظم ﷺ رسول اکرم ﷺ معدنِ علم و ادب اور حاصلِ دنیا و دین کی تعریف و توصیف کی جس کو سعادت مل جائے۔ اس سے زیادہ خوش نصیب و خوش قسمت اور کون ہو سکتا ہے۔ تاہم مدحتِ سرکارِ مدینہ ﷺ وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھ فرقتِ سرکارِ دوعالم ﷺ میں نم رہتی ہو۔ خالد علیم ان نعت گو شعراء میں شامل ہیں جنہوں نے نعتِ رسول ﷺ کو اپنی متاعِ حیات سمجھا اور ایک عرصہ سے سرکار ﷺ کو دولتِ فہم و شعور بنا رکھا ہے۔

آنکھیں جھکیں جو بابِ رسالت ﷺ پناہ پر
عقدے کھلے جمال کے میری نگاہ پر

خالد علیم نعت کے مستند شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اس میدان میں نووارد نہیں ہیں وہ ہمارے نوجوان شعراء میں اپنا رنگ' اپنا آہنگ رکھنے والے شعراء میں سے ہیں۔ نعت ان کا محبوب پیرایۂ اظہار ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ کی تخلیق میں فکری و فنی محاسن سے بھرپور کام

لیا گیا ہے۔ نعت کا اچھا شعر سن کر ہم روحانی اور وجدانی طور پر رسول پاک ﷺ سے قریب تر ہو جاتے ہیں اور ہمارے دل اور ذہن بے ساختہ درود شریف کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر جو چیز انہیں دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہے وہ فنی بالیدگی ہے۔ نعت قصیدے کے روپ میں ہو یا آزاد نظم کے پیرائے میں موصوف کا انداز بہت پُر تاثیر ہے۔ نعت کے الفاظ دل و روح میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خالد علیم نے حضور پاک ﷺ سے جس والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ حضور عالی مقام رحمۃ للعالمین ﷺ کی چشم والطاف وکرم سے محروم نہیں ہوں گے۔

کتاب کا آغاز خوبصورت حمد سے ہوتا ہے نعتیہ قصیدہ سے پہلے تمہیدی غزل اور قصیدے کی مجموعی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے معتبر مضامین اور دلکش آہنگ سے تابناک ہے۔ دو اور چھوٹی بحر کے قصیدوں میں قصیدے کے لوازم تو نہیں لیکن انہیں تعداد اور اشعار اور تسلسل مضامین نے قصیدے بنا دیا ہے اور یہ دور حاضر کے قصیدے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

نعت رسول کریم ﷺ ورد لب جبرائیل
نعت رسول کریم ﷺ لطف خدائے حضور

باقی طویل اور مختصر نعتوں میں بھی قصیدے کی شان و شوکت کی گہری چھاپ ہے۔ لفظی ہم آہنگی اور جمالیات پر کہیں غالب ہے۔ لفظ و بیان کرنے کی سحر کاری کے ساتھ مضامین کے تنوع، جذبات کے وفور قرآن و حدیث سے آگاہی عصری شعور اور توانا لب و لہجہ نے مل کر خالد علیم کو عہد حاضر کا نمائندہ نعت نگار بنا دیا ہے کہ ان کی رباعیاں اور نعت رسول کریم ﷺ قلب و نظر کا حضور ﷺ بن کر سامنے آتی ہے۔

یہ عالم لطف و کیف و سرور مستی وفور
جلووں کا ہجوم اور جذبوں کا وفور
دوری کے باوجود یہ قرب و حضور
صہبائے محمدی ﷺ سے دل ہے مخمور

اللہ تعالیٰ ان کی اس سعادت کو قبول و منظور فرمائے۔

نام کتاب: سماجی بہبود تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں
مصنف: ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
قیمت: 75/00 روپے
پبلیشر: حلقہ جمال کرم لاہور
مبصر: رانا ظفر اقبال

آج کے دور میں دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے دنیا بھر میں تقریباً ہر جگہ مختلف افراد اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ مغربی دنیا بظاہر اس میدان میں بہت آگے ہے، لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ مغربی ممالک میں قائم ہونے والے اداروں سے استفادہ صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو اسی ملک کے شہری ہوں۔ اسلام نے روز اول سے ہی سماجی خدمت کو ترجیح دی ہے۔ نبی رحمت ﷺ مرتبہ نبوت پر فائز ہونے سے پہلے بھی دکھی انسانیت کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور بعد از نبوت بھی تمام مسلمانوں کو اس بات کا درس دیا۔ یہ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات ہی ہیں کہ مسلمانوں نے جو ادارے قائم کیے ان کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے تھے۔ مسلمانوں کے ہاں انسانیت کی خدمت کا تصور دوسری اقوام کے مقابلے میں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔

رحمت عالم محسن انسانیت ﷺ نے دنیا کے سامنے خدمت انسانیت کا جو حسین نمونہ پیش کیا، تاریخ کے کسی بھی دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی سطح کے ہر پہلو اور ہر مسئلہ پر جس قدر مکمل رہنمائی آپ نے فرمائی اس سے زندگی کے ہر شعبے کی معاشی اور معاشرتی ناہمواریاں ختم ہو گئیں۔

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس نے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے اسی گوشے یعنی سماجی بہبود کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا جسے انہوں نے انتہائی خلوص، دیانت اور عقیدت سے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک کے حوالے سے کچھ کہنا یا لکھنا جہاں ایک سعادت اور باعث شرف ہے اسی قدر احتیاط کا متقاضی بھی ہے۔

فاضل مصنف نے مختلف واقعات اور حوالہ جات سے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زندگی کے سماجی بہبود کے گوشے کو سپرد قلم کرنے کی کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور یہ تحریر مصنف کے لئے دنیا و آخرت میں سربلندی اور بخشش کا باعث بنے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: آبرو (نعتیہ مجموعہ)
مصنف: محمد حنیف نازش قادری
مطبع: ایوان شعر و ادب قادری پلازہ کاموکنے
قیمت: ایک سو اسی روپے (180)
مبصر: واجد علی

ہر انسان ازل سے اپنے احساسات اور لوگوں کے خیالات کی ترجمانی کے لئے مختلف اصناف سخن کا سہارا لیتا رہا ہے۔ نعت و حمد خوانی بھی بالعموم ادب اور بالخصوص شاعری کی ایک ایسی صنف ہے جس کا سہارا لے کر ایک عام انسان حضور پاک ﷺ کی تعریف اور اللہ جل شانہٗ کی بڑائی بیان کرتا اور درجات کی ان بلندیوں کو چھو لیتا ہے جس کی تمنا ہر انسان اور خصوصاً ہر مسلمان کو ہونی چاہیے۔

محمد حنیف نازش قادری صاحب کا نعتیہ مجموعہ، حمدیہ کلام اور تقریباً ایک سو نعتوں سے مزین ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے ان کی محبتیں بے کنار ہیں اور بے مثال بھی۔ جس کا جا بجا اظہار ان کی نعتوں کے مختلف اشعار سے ہوتا ہے۔

؎ جب بھی دل نے کہا یا رحمت للعالمین ﷺ
جان رحمت ﷺ کی طرف سے مجھ پہ رحمت بڑھ گئی

ایسی کاوش مسلمانوں میں دین سے رغبت پیدا کرنے میں ہزار درجے معاون ہے اور حضور پاک ﷺ کی محبت میں اضافے کا باعث بھی۔ یہ کتاب بہت اچھے کاغذ پر چھاپی گئی ہے، مجلد ہے اور ٹائٹل بھی دیدہ زیب ہے۔ کتاب کا ہر شعر ایک نئی سوچ کی دعوت دیتا ہے۔ جن سوچوں کا محور صرف اور صرف حضور پاک ﷺ کی ذات مبارک ہوتی ہے اور دین کی محبت نور کا ہالہ بن کر

ان سوچوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔ اور پھر انسان ان رفعتوں کو چھو لیتا ہے جن کو پا لینے کا خواب ہر چشم دیکھتی ہے۔

ے عمر بھر سرکار ﷺ کی ہم گفتگو کرتے رہے
دل کو اُن ﷺ کی گفتگو سے مشکبو کرتے رہے
ہم کہاں عزت کے قابل تھے مگر بستی کے لوگ
نعت کے صدقے ہماری آبرو کرتے رہے

پروفیسر حفیظ تائب، پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید، افتخار عارف، پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی، صائم چشتی، اور سلیم اختر فارانی جیسے نامور افراد جو زندگی کی مختلف جہتوں سے تعلق رکھتے ہیں، حنیف نازش کی بھرپور تعریف کے ساتھ نعتیہ کلام کے رسیا افراد کو اس کتاب کی افادیت سے آگاہ کرتے ہیں۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید صاحب لکھتے ہیں:
"جناب حنیف نازش کی نعتوں میں تراکیب کا خاص اہتمام ملتا ہے۔ ان کی ردیفیں خوبصورت، پرفضا اور پُر تاثیر ہیں اور انہوں نے نعتیہ مضامین کے اظہار و ترسیل کے لئے ان سے نمایاں کام لیا۔ ان کی نعتیں مقدار اور معیار کے اعتبار سے معاصر اردو نعت میں ایک وقیع اضافہ ہیں"

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی (ملتان) کے مطابق
"محمد حنیف نازش قادری کا شمار ممتاز و مقبول نعت گو شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی نعتیں بار بار پڑھنے اور سننے کو جی چاہتا ہے اور ان کی دلکشی و تاثیر قاری اور سامع کو پوری طرح جذب کرنے کا وصف رکھتی ہے۔

1996ء میں حنیف نازش کا پہلا مجموعہ کلام "سخن سخن خوشبو" شائع ہوا۔ ابھی اس کلام کی چہار سو پھیلی خوشبو ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ حنیف نازش کا یہ دوسرا مجموعہ کلام عوام کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ میری ناقص رائے کے مطابق اس نعتیہ کلام کو پڑھنے کی سعادت ہر مخلص مسلمان کو حاصل ہونی چاہیے۔

ے نازش تیرے اشعار میں خوشبو ہے ثناء کی
کیوں نہ ترا دیوان معطر نظر آئے

نام کتاب : مدینے کے قریں
مصنف : مسرور جالندھری
ناشر : بزمِ شعر و ادب اسلام آباد
ہدیہ : 150 روپے
مبصر : مرزا ساجد بیگ

مسرور جالندھری بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ شعر کہنے کا ان کا ایک اپنا اسلوب ہے۔ ان کی غزلیں سادہ اور پُر تاثیر ہیں۔ سادگی، سلاست اور روانی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان کی شعر گوئی پل دو پل کی بات نہیں ہے بلکہ نصف صدی کا قصہ ہے اس سے ان کے کلام کی پختگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مسرور جالندھری غزل گوئی کے راستے سے نعت گوئی کی طرف آئے۔ غزل عشق کے بغیر کہی جا سکتی ہے لیکن نعت رسول اللہ ﷺ عشق کے بغیر کہنا مشکل ہے۔ بقول شاعر

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

"مدینے کے قریں" پر سید نصیر الدین نصیر گولڑہ شریف کچھ یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔
"مسرور جالندھری کا مجموعۂ نعت "مدینے کے قریں" نظر سے گزرا موصوف نے اشعار میں زباں و بیاں کا التزام بھی کیا اور جذبات و عقیدت کا اہتمام بھی۔
"مدینے کے قریں" پر بشیر حسین ناظم کہتے ہیں۔
حقیقت یہ کہ "مدینے کے قریں" میں پورے کا پورا کلام زبان کی سادگی، طرز ادا کی دلکشی اور روزمرہ کی لطافت سے مملو و معمور ہے۔

29 ویں قومی سیرت کانفرنس میں مسرور جالندھری کے نعتیہ مجموعے "مدینے کے قریں" کو بہترین کتاب برائے 2004 قرار دیا گیا اور قومی ایوارڈ سے نوازا گیا جو مصنف کے لئے ایک اعزاز ہے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان کی نعت گوئی کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے۔

نام کتاب : نگار گنبد خضراء (مجموعہ نعت)
شاعر : اکبر حمزئی
ضخامت : 220 صفحات
قیمت : 150 روپے
طابع : نازکو آرٹ پرنٹرز راولپنڈی
مبصر : خالد بن مجید

نعت گوئی بظاہر آسان نظر آنے والی ایک انتہائی مشکل صنف سخن ہے کہ اس میں شعری اوزان، ردیف قافیہ کی قید اور اپنے جذبے کے اظہار کے ساتھ ساتھ نبی محترم ﷺ کی حرمت، آپ ﷺ کے مقام اور حدِ ادب کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آقائے نامدار ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک شاعر حضرات اپنی شاعری کے ذریعے نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے آئے ہیں۔

محترم اکبر حمزئی کا اظہار بھی انہی شعراء حضرات میں ہوتا ہے جنھوں نے الفاظ کے موتیوں کی مالا نبی محترم ﷺ کے حضور پیش کی۔ حضور پاک ﷺ کی ذات سے اکبر حمزئی کے لگاؤ کا اندازہ قارئین کے کلام سے لگا سکتے ہیں۔ ان کی ہر نعت کیف و سرور میں ڈوبی ہوئی اور ہر مصرعہ اور شعر اپنے اندر عقیدت و محبت کا سحر پیکر اس لئے ہوئے ہے۔

اکبر حمزئی کی نعتوں سے محبوب کائنات ﷺ ان کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ رسول پاک ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں۔ نبی مکرم ﷺ سے ان کے عشق کا اظہار ان کی نعت کے ایک ایک لفظ سے ہوتا ہے۔ حمزئی کی نعت گوئی ان کے دل میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کی بے پناہ تڑپ کی غماض اور ترجمان ہے۔

دنیا مجھے ملے نہ ملے کوئی غم نہیں
بطحا مگر ہو میرا مقدر، مرے رسول ﷺ

اکبر کو تشنگی کی شکایت ہو کس لئے
مالک ہیں جبکہ صاحب کوثرﷺ مرے رسولﷺ

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

دیدۂ بے تاب سے دل کہہ رہا ہے بار بار
چل کے طیبہ میں مقامِ روح پرور دیکھئے
بے سہاروں کا سہاراﷺ بے نواؤں کی نوا
کب مقدر لے کے جائے آپﷺ کے گھر دیکھئے

☆☆☆☆☆

نام کتاب: سبیل الرشاد (ہدایت کا راستہ)
مصنف: خالدہ جمیل
ضخامت: 176 صفحات
ملنے کا پتہ: 164 ابوبکر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
مبصر: محمد امجد

زیر نظر کتاب محترمہ خالدہ جمیل کی تازہ ترین تصنیف ہے جس میں اس پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اسلام زندگی کے ہر پہلو کا بڑے جامع انداز سے احاطہ کرتا ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ خالدہ جمیل اعلیٰ تعلیم یافتہ اور علوم اسلامیہ کی تحقیق سے گہری دلچسپی وعقیدت رکھنے والی خاتون ہیں۔ ان کا تعلق ایک مذہبی، علمی، وضع دار معزز خاندان سے ہے۔ انہوں نے گریجوایشن کی ڈگری جامعہ پنجاب سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ہی اسلامیات میں ماسٹرز نمایاں پوزیشن سے کیا۔ سبیل الرشاد کے نام سے تبلیغی مشن گزشتہ پندرہ سالوں سے شروع کیا ہوا ہے اور سبیل الرشاد کے نام سے مختلف مذہبی عنوانات پر سیرت کانفرنس کروا چکی ہیں۔ 1984ء سے وزارت مذہبی امور اسلام آباد کے زیر اہتمام سیرت کانفرنس میں مقالہ جات لکھ رہی ہیں۔ قومی سیرت کانفرنس میں 5 اور بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں 2 ایوارڈز حاصل کر چکی ہیں۔ کئی کتابوں کی مصنفہ ہونے کے علاوہ اخبارات وجرائد میں بھی سیرت پر کئی مضامین لکھ چکی ہیں۔ وہ انجمن دارالعلوم اسلامیہ کی جنرل سیکرٹری کے علاوہ سیرت کانفرنس وزارت مذہبی امور اسلام آباد کی ممبر بھی رہ چکی ہیں۔ آج کل ہمدرد مجلس شوریٰ کی ممبر ہیں۔

دینِ اسلام کا ہر گوشہ ہدایت وروشنی ہے لیکن اس ہدایت ونور سے وہی شخص مستفید ہو سکتا ہے جس کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ قرآن وحدیث ہی کو آب حیات کی حیثیت حاصل ہے جس سے ہر دور کے تشنگان علم ومعرفت سیراب ہوتے رہیں گے اور وہ اپنی استعداد کے مطابق دوسروں تک اس چشمہ فیض کو پہنچاتے رہیں گے۔ لامحدود گہرائی وگیرائی کا یہ چشمہ کبھی بھی خشک نہ ہوگا۔ ہدایت کے اس چشمہ سے فیض کے لئے سب سے اہم شرط شافع روز جزا حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہے۔

اس کتاب میں راہ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے اسلام کے زریں اصولوں کو بڑے جامع انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ کتاب کو چار بڑے ابواب ایمانیات، عبادات، معاملات اور تربیت اخلاق میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں اعتقاد وایمان کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

عبادات کے باب میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ عبادات کی مستحق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہی اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے۔ عبادات کے علاوہ آپس کے باہمی معاملات یعنی حسن سلوک، سماجی برائیوں کا انسداد، اسلامی تہذیب کا تحفظ، اخوت ومحبت اور فساد کی مذمت پر روشنی ڈالی ہے۔ اخلاق حسنہ کو انہوں نے عبادات کی روح قرار دیا ہے۔ اخلاق اسلام کا جزوِ عظیم ہے جس کی تکمیل کی غرض سے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰﷺ بھیجے گئے۔

مختصراً یہ کہ سبیل الرشاد میں مصنفہ نے بڑی عرق ریزی سے کام کرتے ہوئے اسلام کے کئی گوشوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ کتاب کی زبان سادہ اور سلیس ہے۔ امید ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کئی تشنگان علم کی تشنگی دور ہوگی اور بھٹکے ہوؤں کو منزل کی طرف رہنمائی ملے گی۔ ہماری دعا ہے کہ یہ کتاب مصنفہ کے لئے توشہ آخرت بن جائے۔

ہلال کا دفاع نمبر 2005

ہلال یوم دفاع 2005ء کے موقع پر خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ یہ دفاع نمبر 2005 ایک تاریخی دستاویز ہوگا جس کی ضخامت حسبِ روایت معمول سے زیادہ ہوگی جس میں برّی، بحری اور فضائی افواج کے جرأت مندانہ کارناموں اور دفاعی خود کفالت کے سفر میں اب تک ہونے والی پیش رفت اور استحکام پاکستان سے متعلق مضامین شامل ہوں گے۔ بالخصوص جنگ 65ء میں تینوں افواج کے ہیروز کے جرأت وجانبازی کے کارناموں کو اجاگر کیا جائے گا۔ اس موضوع پر دستیاب نایاب تحریریں اور واقعات سپرد قلم کر کے ارسال کیجئے جس پر ادارہ نہایت ممنون ہوگا۔ مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی تحریریں 20 جولائی تک ارسال فرما دیں۔ تاخیر سے ملنے والی تحریریں شامل اشاعت نہ ہو سکیں گی۔

ایڈیٹر ہلال کے نام

آفرین صد آفرین

ہفت روزہ ہلال کے سیرت نمبر 2004ء کو ملک بھر کے جرائد میں اول انعام ملنے پر مبارکباد قبول فرمایئے۔ یہ دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی ہے کہ آپ اور آپ کے رفقاء کار کی محنت رنگ لائی۔ ہلال نے اپنے قارئین کی خدمت میں خوب سے خوب تر سیرت النبی ﷺ نمبر پیش کرنے کو ہمیشہ اپنے لئے ایک اعزاز سمجھا ہے۔ ہلال کا سیرت النبی ﷺ نمبر واقعی انعام کا مستحق تھا کیونکہ اس خصوصی نمبر میں سیرت طیبہ ﷺ کو مختلف عنوانات کے تحت اس خوبی سے بیان کیا گیا تھا کہ قاری بے اختیار آفرین کہہ اُٹھتا ہے۔ نعتیہ انتخاب ایسا کہ عاشقانِ رسول ﷺ پڑھ کر وجد کر اٹھیں۔ شمارے کے زیادہ تر مضامین ممتاز سیرت نگاروں کے ادبی شہ پاروں سے مزین تھے جن کی فصاحت و بلاغت میں کسی کو کلام نہیں۔

(میجر نعیم صفدر۔ وادیٔ نیلم)

خراجِ تحسین

افواجِ پاکستان میں افسروں اور جوانوں کی دینی اور اخلاقی رہنمائی اور اسلامی تعلیمات اجاگر کرنے کے لئے ہفت روزہ ہلال ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ گذشتہ ہلال کا سیرت النبی ﷺ اس سلسلے میں قابلِ ستائش کاوش تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے امسال سیرت نمبر کا پہلا انعام ملا ہے۔

اس اشاعت خصوصی میں دینی تعلیمات بالخصوص سیرت النبی ﷺ کا نہایت جامع احاطہ کیا گیا ہے جہاں مضامین کا انتخاب تشنگانِ علوم اسلامی اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی سیرابی کا باعث رہا وہاں قرآنی آیات کی خطاطی کے نادر نمونے ذوقِ لطیف کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔ ہلال کی یہ اشاعت قارئین کے ذوقِ مطالعہ میں اضافہ کرنے میں اہم درجہ رکھتی ہے۔ یوں پرچے کو انفرادیت دینا یقیناً اس جذبے کا مرہونِ منت ہے جو کسی ادارے میں خدمات انجام دینے والے کارکنوں کی حضور ﷺ سے عقیدت کے بغیر ممکن نہیں۔

عشقِ نبی ﷺ کی بات نعت گوئی کے تذکرہ کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے۔ اس کمی کو سیرت النبی ﷺ نمبر 2004ء میں کماحقہ پورا کیا گیا ہے۔ جابجا مختلف صفحات پر مناسب جگہوں پر مضامین کے ساتھ معروف نعتوں کا اضافہ اسے چار چاند لگاتا ہے۔ شاعرِ رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور ﷺ کی شان میں جو قصائد اور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے عربی متن اور عربی ترجمہ کے ہمراہ پیش کیا گیا۔ اس انتخاب میں شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں کے لئے ذوق آگہی کی تسکین کا سامان موجود ہے۔

نعت کا حصہ بالخصوص قابلِ مطالعہ ہے جس میں اس بات کا خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں نعتیہ اشعار میں کہیں خلافِ ادب تکلم نہ استعمال کیا جائے۔ یہ نکتہ نعت گو شاعر حضرات کے لئے قابلِ توجہ ہے۔ میری دعا ہے کہ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے ہلال کی خصوصی اشاعت کو ہلال کے جملہ معاونین کیلئے باعثِ نجات بنائے۔ امید ہے نئے سال کا سیرت النبی ﷺ نمبر نئی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔

(لیفٹیننٹ کرنل ارشد چوہان۔ ملتان)

ہلال کا خصوصی نمبر

ہلال کا گذشتہ سال کا شمارہ سیرت نمبر ایک دوست کے ہاں دیکھا۔ میں اس اشاعتِ خصوصی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ آپ اور آپ کے سٹاف کی محنت پر رشک آتا ہے ہر مضمون عشقِ رسول ﷺ اور محبت رسول مقبول ﷺ میں ڈوبا ہوا ہے۔ آج کا انسان جو مادہ پرستی، جدید اخلاقی نظریات اور جدید تہذیب و تمدن کی وجہ سے انسانیت، خلوص اور محبت جیسی عظیم نعمتوں سے بڑی حد تک محروم ہوگیا ہے اور اطمینان و سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے، اس کے لئے یہ خصوصی نمبر دل کی کایا پلٹنے کے لئے کافی ہے۔ روحانی طور پر بیمار لوگوں کے لئے یہ نمبر ایک تریاق ہے۔ اس کی تحریریں دل پر اثر کرتی ہیں۔ آیئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنی محبت کا رشتہ استوار کرکے دین و دنیا میں سرخروئی اور کامیابی حاصل کریں۔

(صوبیدار عبدالرزاق۔ واہ کینٹ)

قابلِ ستائش کاوش

''ہلال'' کا سیرۃ النبی ﷺ نمبر 2004ء نہایت احسن اور قابلِ ستائش کاوش تھی جس میں ہلال کے جملہ کارکنان کی حضور پاک ﷺ سے عقیدت و محبت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ اس سعادت پر میری طرف سے دلی مبارکباد اور نیک خواہشات قبول کیجئے میں پرچے کی ترقی کے لئے دعاگو ہوں۔

(لیفٹیننٹ جنرل غلام مصطفیٰ۔ کمانڈر آرمی سٹریٹجک فورس کمانڈ)

خوش نصیب

یوں تو ہلال کے تمام خاص نمبر قابلِ تعریف ہوتے ہیں مگر سیرت النبی ﷺ نمبر 2004ء کی کیا ہی بات ہے۔ گزشتہ سال کا سیرۃ النبی ﷺ نمبر ایک لائبریری میں نظر نواز ہوا۔ آپ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرت پاک کو بہت اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔ ایسی بے مثال ہستی ﷺ کے لئے بے مثالیت کا ناگزیر تقاضا ہے کہ اس کا قبول و تاثر عالمگیر ہو۔ ہلال میں لکھنے والے تمام صاحبان مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے محامد رسول ﷺ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ تمام زبانوں کے ذخیرہ الفاظ میں بہت کم الفاظ اتنے خوش نصیب ہوتے ہیں جو ذات عالی باوقار آقائے دوجہاں ﷺ سے نسبت رکھنے کی بنا پر سربلند و سرفراز ''متبرک و محترم ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں رنگ و نور کا سفر آپ ﷺ کی بدولت ہی جاری ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے حضور پاک ﷺ کی تعریف و توصیف بھی جاری رہے گی۔

(پروفیسر عبدالحق آسی۔ فیصل آباد)

سیرت ایوارڈ پر مبارکباد

ہلال کے سیرت ایوارڈ ملنے پر میری طرف سے ہدیہ تبریک قبول فرمایئے۔ سیرت کا ایوارڈ ملنا بہت بڑی سعادت ہے۔ اور باعث مسرت بھی کہ اس طرح آپ اور آپ کے رفقائے کار کی کاوشوں کا اعتراف کیا گیا۔ اس سیرت نمبر کی تمام تحریریں دلوں میں عشق رسول ﷺ اور حب رسول ﷺ کو بڑھاتی ہیں۔ تمام مضامین مؤثر اور دلپذیر تھے۔ نوجوان نسل کو بالخصوص ایسے سیرت نمبرز کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہلال کو مزید رفعتوں سے نوازے۔

(عامر ہاشمی نیوز کاسٹر اردو یونٹ، ریڈیو پاکستان اسلام آباد)

ہلال کا سیرت نمبر 2004ء

سرور انبالوی

گذشتہ سالوں کی طرح 2004ء میں بھی ہفت روزہ ''ہلال'' نے سیرۃ النبی ﷺ نمبر شائع کر کے اپنی روایت کو برقرار رکھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو بھرپور خراج عقیدت و مودّت پیش کیا۔ سیرۃ نمبر اس خوبصورتی' سلیقہ اور محنت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو بھی جی چاہتا ہے اور پرچہ کی خوبصورتی' آن بان' شان اور تحقیقی و معلوماتی مضامین' مقالہ جات اور ایمان افروز نعتیہ کلام کو دیکھ کر بے ساختہ سبحان اللہ زبان پر آ جاتا ہے اور اس کے مرتب اور با سلیقہ نوجوان ایگزیکٹو ایڈیٹر اور دیگر عملے کی صلاحیتوں اور شبانہ روز محنتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر و قبل ان تنفد ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (سورۃ کہف' آیت 109)

ترجمہ: ''(آپ) فرما دیں اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر (کا پانی) ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں اگر ہم اس کی مدد کو اس جیسا اور سمندر بھی لے آئیں جس طرح خالق کائنات کی باتیں یعنی توصیف و ثنا انسان کے حیطہ اختیار سے باہر ہے بالکل اسی طرح حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرنے سے ہمارا قلم اور زبان عاجز ہے۔

ثنا ہم سے کسی صورت بھی اُن ﷺ کی ہو نہیں سکتی
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ ذات محمد ﷺ کا

''ہلال'' کا زیر تبصرہ سیرۃ نمبر ایک ایسا مرقع ہے جو سیرت طیبہ کے رنگا رنگ پھولوں سے مزین ہے۔ اس میں سیرۃ طیبہ سے متعلق نامور اور جید علماء کے تحقیقی مقالہ جات بھی ہیں جن میں مولانا شبلی' سید سلیمان ندوی' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' امام غزالی' پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی' میجر رفعت اللہ خان' میجر عارف محمود' کرنل ملک عطا رسول' بشیر احمد' (تب) کرنل شمس الرحمٰن' سید ابو الحسن ندوی' مولانا عبدالماجد دریا آبادی' مولانا رفیع الدین مولانا خاموش فتح پوری' قدرت اللہ شہاب' نسیم حجازی'

ہلال'' نے سیرۃ النبی ﷺ نمبر شائع کر کے اپنی روایت کو برقرار رکھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو بھرپور خراج عقیدت و مودّت پیش کیا۔ سیرۃ نمبر اس خوبصورتی' سلیقہ اور محنت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو بھی جی چاہتا ہے اور پرچہ کی خوبصورتی' آن بان شان اور تحقیقی و معلوماتی مضامین' مقالہ جات اور ایمان افروز نعتیہ کلام کو دیکھ کر بے ساختہ سبحان اللہ زبان پر آ جاتا ہے

طالب ہاشمی' ڈاکٹر محمد ریاض ہاشمی اور دیگر بہت سے نامور اہل قلم شامل ہیں۔

''ہلال'' کے اس خصوصی شمارے کا پہلا باب ظہور قدسی نبی کریم ﷺ کی ولادت و اخلاقیات پر مبنی ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے کچھ گوشے قلم بند کئے گئے ہیں۔

اخلاق حسنہ کا دوسرا باب ہے جو آپ ﷺ کے معمولات زندگی اور امور خارجہ پر مبنی ہے۔ اس کا آغاز قرآنی معلومات کے حوالے سے ''نسخہ کیمیاء'' کے حسین عنوان سے کیا گیا ہے۔

سلطان دو عالم ﷺ نے سلاطین وقت کو جو مکتوبات لکھے ان کا دلنشیں تذکرہ بھی اسی باب میں ملتا ہے۔ چند خطوط کے عکس بھی شامل اشاعت کئے گیے ہیں جو اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

مسجد قبا کی تاریخ اور اسلام میں اہمیت و مقام کو شاہ مصباح الدین کی تحریر سے اجاگر کیا گیا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے ''پیغام امن'' میں ممتاز مذہبی سکالر ڈاکٹر محمد طفیل نے اسلام کے اس رہنما پہلو کو سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اجاگر کیا ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ کردار سے پھیلا ہے۔

عسکریت نبوی ﷺ سپہ سالار اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی پر مبنی ہلال سیرت ایڈیشن کا انتہائی اہم باب ہے جس میں غزوات نبوی ﷺ اسلامی قوانین جنگ' معاہدات' فتوحات' قیدیوں اور زخمیوں سے حسن سلوک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ متن کے ساتھ حوالہ جات نہایت مستند کتابوں سے دیئے گئے ہیں۔ اور ادارہ نے کوشش کی ہے کہ کوئی تحریر معتبر حوالوں سے خالی نہ ہو۔

ادارہ ہلال نے بھی اس خصوصی سیرۃ النبی ﷺ کو ایک منفرد و مقام دینے کے لئے خصوصی اہتمام کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسم گرامی اور آپ ﷺ کی طرف منسوب الفاظ پر بھی ﷺ ہر جگہ پورا لکھا گیا ہے۔

تمام تحریریں فرقہ واریت سے پاک ہیں اور قارئین کو متاثر کرتی ہیں۔

ہفت روزہ ہلال کے اس پاکیزہ اور گونا گوں خصوصیات کے حامل مجلہ کو وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان نے 2004 میں شائع ہونے والے پاکستان بھر کے تمام جرائد میں اول نمبر کے انعام کا حقدار قرار دیا ہے اور وزیر اعظم پاکستان جناب شوکت عزیز نے نیشنل لائبریری آف پاکستان میں منعقدہ ایک روزہ سیرت کانفرنس کے موقع پر ایڈیٹر ہلال میجر عارف محمود کو اس انعام سے نوازا جس کے لئے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس پی آر اور ایگزیکٹو ایڈیٹر ہلال میجر عارف محمود خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عشر
حکومت پاکستان — اسلام آباد

سند امتیاز

تصدیق کی جاتی ہے کہ محترم / محترمہ میجر عارف محمود کی کتاب / رسالہ
ہفت روزہ ہلال (اشاعت خصوصی)
بعنوان ________ برائے سال ۲۰۰۵ میں اول
مقابلہ رسائل و جرائد برائے سال ________ / مکالمہ موصوف / موصوفہ
انعام کے اعزاز کا / کی مستحق قرار پایا / پائی اور مولف / مولفہ
کو حکومت پاکستان کی طرف سے مبلغ ۲۰،۰۰۰/- روپے بطور انعام دیے گئے

نمبر: ۳/۲/۳ – ڈی / آر اینڈ ایس / ۰۵
تاریخ ۱۳ / ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
۲۲ / اپریل ۲۰۰۵ء

ہفت روزہ ہلال کی خصوصی اشاعت سیرت النبی ﷺ برائے سال 2004 کو قومی سیرۃ کانفرنس 2005 منعقدہ اسلام آباد میں ملک بھر کے رسائل وجرائد میں اول انعام دیا گیا۔

صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

ذکرِ ملک ہے عرش پر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ — وردِ زبانِ ہر بشر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

اس میں نہیں ہے شک ذرا، ہے یہ نبی ﷺ کا معجزہ — بول اُٹھے حجر شجر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

وردِ درود فرض ہے، یہ بھی خدا کا قرض ہے — پڑھے نبی ﷺ کی رُوح پر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

عرشِ عُلا کو دیکھ لو لوحِ خُدا کو دیکھ لو — ہے یہ رقم بہ کلکِ[1] زر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

جاؤں میں ہند سے غریب، روضۂ شاہ ﷺ کے قریب
خوب پڑھوں جھکا کے سر، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

غریب سہارنپوری

مظہرِ شانِ کبریا، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ — آئینۂ خدا نما، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

حسرت اگر رکھے ہے تو، بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا، صلِّ علیٰ محمدٍ ﷺ

حسرت موہانی

1. قلم